الرّفيقُ الفصِيح
لمشكوٰة المَصَابِيح
جلد ١٠
افادات
حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہ
شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد
مرتب
محمد فاروق غفرلہ
ڈیزائننگ وکمپوزنگ
مجیب الرحمن قاسمی 7895786325
pasbanehaq

الرفیق الفصیح
لمشکوٰۃ المصابیح

جلد ۱۰

افادات

حضرت علّامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ
شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد

مرتب

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلات

نام کتاب......الرفیق الفصیح لمشکوٰۃ المصابیح ج: ١٠

افادات......حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہ

مرتب......محمد فاروق غفرلہ خادم جامعہ محمودیہ میرٹھ

کمپوزنگ......مجیب الرحمٰن قاسمی لکھیم پوری شعبہ کمپیوٹر جامعہ ہذا

سن اشاعت......١٤٣٣ھ مطابق ٢٠١٢ء

صفحات......٤٦٨

قیمت

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ٢٤٥٢٠٦

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

چارپائی کی نصیحت

اُنــظُــرْ اِلَــیَّ بِـعَـقْـلِکَ
اَنَــا الْــمُـهَـیَّــا بِـنَـقْـلِکَ
اَنَــا سَــرِیْــرُ الْــمُـنَــایَــا
کَـمْ سَــارَ مِـثْـلِـیْ بِـمِـثْـلِکَ

میری طرف اپنی عقل سے دیکھ۔ مجھے تجھ کو منتقل کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔
میں مردوں کا تخت ہوں۔ مجھ جیسا تجھ جیسے کتنوں کو لے گیا۔

اِذَا حَمَلْتَ عَلَی الْقُبُوْرِ جَنَازَۃً
فَاعْلَمْ بِاَنَّکَ بَعْدَھَا لَمَحْمُوْلٗ
وَاِذَا وَلَّیْــتَ لِاَمْـرِ قَوْمٍ مَــرَّۃً
فَـاعْـلَـمْ بِـاَنَّکَ مِنْھُمْ مَسْؤُلٗ

جب تو قبرستان کسی جنازہ کو لیکر جائے۔ یقین جان کہ اسکے بعد تجھ کو لیجایا جائے گا۔
اور جب کبھی تو قوم کے کسی امر کا ذمہ دار بنے۔ یقین کرلے کہ ان کے بارے میں تجھ سے سوال کیا جائے گا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

فہرست

الرفیق الفصیح

لمشکوة المصابیح

جلد دہم

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اجمالی فہرست

الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح

جلد دہم

نمبر شمار	مضامین	رقم الحدیث	نمبر صفحہ
۱	باب عیادۃ المریض	۱۴۳۷/تا۱۵۱۰/	۲۹
۲	باب تمنی الموت وذکرہ	۱۵۱۱/تا۱۵۲۷/	۱۴۹
۳	باب مایقول عند حضر الموت	۱۵۲۸/تا۱۵۴۵/	۱۸۱
۴	باب غسل المیت وتکفینہ	۱۵۴۶/تا۱۵۵۶/	۲۲۱
۵	باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیہا	۱۵۵۷/تا۱۶۰۱/	۲۵۵
۶	باب دفن المیت	۱۶۰۲/تا۱۶۲۸/	۳۳۹
۷	باب البکاء علی المیت	۱۶۲۹/تا۱۶۶۸/	۳۸۳
۸	باب زیارۃ القبور	۱۶۶۹/تا۱۶۷۸/	۴۴۷

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تفصیلی فہرست

الرفیق الفصیح لحل مشکاۃ المصابیح ۱۰

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۴۱	حدیث نمبر ﴿۱۵۴۵﴾ قریب المرگ سے سلام پہنچانے کی درخواست کرنا......	۲۱۷
	باب غسل المیت وتکفینه	
	﴿میت کے غسل اور کفن کا بیان﴾	
۱۴۲	غسل میت کا حکم....................................	۲۲۱
۱۴۳	میت کو غسل دینے کا سبب....................................	۲۲۲
۱۴۴	غسل میت کا طریقہ....................................	۲۲۲
۱۴۵	بیری کے پتوں کا استعمال	۲۲۳
۱۴۶	غسل میت میں کافور کا استعمال	۲۲۳
۱۴۷	میت کا کفن....................................	۲۲۳
۱۴۸	مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ	۲۲۳
۱۴۹	عورت کو کفنانے کا طریقہ	۲۲۵
	(الفصل الاول)	
۱۵۰	حدیث نمبر ﴿۱۵۴۶﴾ حضرت رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کا غسل وکفن.....	۲۲۶
۱۵۱	فوائد	۲۳۰
۱۵۲	حدیث نمبر ﴿۱۵۴۷﴾ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کفن	۲۳۰
۱۵۳	کفن کے کپڑوں کی تعداد میں اختلاف ائمہ	۲۳۱
۱۵۴	سلی ہوئی قمیص کا کفن دینا....................................	۲۳۲
۱۵۵	فوائد	۲۳۳
۱۵۶	حدیث نمبر ﴿۱۵۴۸﴾ کفن عمدہ ہونا چاہئے....................	۲۳۴
۱۵۷	فائدہ....................................	۲۳۵

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۴۰۱	حدیث نمبر ﴿۱۶۳۹﴾ عزیز کی وفات پر صبر کا ثواب	۲۸۵
	(الفصل الثانی)	
۴۰۲	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۰﴾ نوحہ کرنے والی پر لعنت	۲۸۶
۴۰۳	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۱﴾ مومن کا شیوہ صبر و شکر	۲۸۷
۴۰۴	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۲﴾ مومن کی موت کا رنج	۲۸۸
۴۰۶	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۳﴾ اولاد کے فوت ہونے پر ثواب	۲۸۹
۴۰۹	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۴﴾ اولاد کی موت پر صبر کا انعام	۲۹۰
۴۱۰	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۵﴾ مکان کا نام رکھنا	۲۹۱
۴۱۰	میت کی تعزیت کی فضیلت	۲۹۲
۴۱۲	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۶﴾ ایضاً	۲۹۳
۴۱۳	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۷﴾ اہل میت کے لئے کھانا بھیجنا	۲۹۴
	(الفصل الثالث)	
۴۱۴	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۸﴾ نوحہ کرنے سے میت کو تکلیف ہوتی ہے	۲۹۵
۴۱۵	حدیث نمبر ﴿۱۶۴۹﴾ ایضاً	۲۹۶
۴۱۶	حدیث نمبر ﴿۱۶۵۰﴾ ایضاً	۲۹۷
۴۱۹	حدیث نمبر ﴿۱۶۵۱﴾ نوحہ سے منع کرنے کا حکم	۲۹۸
۴۲۱	حدیث نمبر ﴿۱۶۵۲﴾ نوحہ کرنے سے شیطان گھر میں داخل ہوتا ہے	۲۹۹
۴۲۳	حدیث نمبر ﴿۱۶۵۳﴾ نوحہ کی ممانعت	۳۰۰
۴۲۴	حدیث نمبر ﴿۱۶۵۴﴾ میت کو نوحہ سے تکلیف	۳۰۱
۴۲۶	حدیث نمبر ﴿۱۶۵۵﴾ وفات پر آنسوؤں کا نکلنا	۳۰۲

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر

تمت وبالفضل عمت

x—xx—x

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کتاب الجنائز

جنائز جنازہ کی جمع ہے، لفظ جنازہ لغت کے اعتبار سے جیم کے زبر اور زیر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، لیکن جیم کے زیر کے ساتھ زیادہ فصیح ہے، جنازہ میت کو کہتے ہیں، جو تخت پر ہو، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جنازہ جیم کے زبر کے ساتھ میت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور جنازہ جیم کے زیر کے ساتھ تابوت، تخت یا چارپائی کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس پر مردہ کو رکھ کر اٹھاتے ہیں، بعض حضرات نے اس کے برعکس کہا ہے، یعنی جنازہ (بفتح الجیم) تخت یا تابوت کو اور جنازہ (بکسر الجیم) میت کو کہا جاتا ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

باب عيادة المريض وثواب المرض

(بیمار کی عیادت اور بیماری کے اجر وثواب کا بیان)

رقم الحدیث: ۱۴۳۷ تا ۱۵۱۰۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب عيادة المريض وثواب المرض

(بیمار کی عیادت اور بیماری کے اجر وثواب کا بیان)

اس باب کے تحت مصنفؒ نے چوہتر (۷۴) روایتیں درج کی ہیں، جن میں مریض کی عیادت، بیماری کا اجر وثواب، عیادت کا ثواب، مسلمانوں کے آپسی حقوق، بیمار کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاء شفاء، بیمار پر دم کرنا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علالت اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی دعاء تعوذ، بیماری وتکلیف کا گناہوں کے لئے کفارہ ہونا، مومن اور منافق کی زندگی کی مثال، بیماری میں نیک عمل کا ثواب جاری رہنا، شہادت کا رتبہ پانے والے افراد، ابتلاء ومصیبت سے بلند سعادت کے رتبہ کا ملنا، مریض کی دلداری کرنا، غیر مسلم کی عیادت وغیرہ مضامین بیان کئے گئے ہیں۔

بیمار کی مزاج پرسی کرنا، بیماری میں بابرکت اور مفید جھاڑ پھونک کرنا۔ لب مرگ کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کرنا، مرنے کے بعد کفن دفن کرنا، میت کے ساتھ حسن سلوک کرنا، میت پر آنسو بہانا، پسماندگان کو تسلی دینا یہ ایسے امور ہیں جو عربوں میں رائج تھے اور ان پر یا ان کے نظائر پر عجم کے لوگ بھی متفق تھے، اور یہ ایسی عادتیں ہیں جن سے سلیم الفطرت حضرات جدا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نہیں ہوتے اور نہ جدا ہونا مناسب ہے اس لئے کہ یہ سب باتیں ہر طرح مفید ہیں، اسی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان عادات کا جائزہ لیا اوران کی اصلاح فرمائی۔

بیمار پرسی کرنا، مریض کو تسلی دینا اور ہمدردی ظاہر کرنا اونچے درجہ کا نیک عمل اور مقبول ترین عبادت ہے، اوراس کی وجہ یہ ہے کہ سوسائٹی میں جذبہ الفت اس وقت پیدا ہوتا ہے جب حاجت مندوں کی معاونت کی جائے، اور جو کام عمرانی زندگی کو سنوارتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، اورعیادت رشتہ الفت قائم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، اس لئے اس میں بڑا اجر وثواب ہے، بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ ''مسلمان کو جو بھی تکلیف پہونچتی ہے خواہ بیماری ہو یا کچھ اور، تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس کے گناہوں کو جھاڑ دیتے ہیں جیسے خزاں رسیدہ درخت اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی بیمار پڑتا ہے تو بہیمیت کمزور ہوتی ہے، اس لئے برائیوں کا ازالہ ہوتا ہے، اوردنیا کی طرف سے کچھ دل اکھڑتا ہے، اورآخرت کی طرف مائل ہوتا ہے، اس لئے بیماری سے گناہ جھڑتے ہیں، اوراس حدیث کے عموم میں مرض موت بھی داخل ہے، اس وجہ سے بھی سیئات معاف ہوتی ہیں، اوردرجات بلند ہوتے ہیں۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

﴿الفصل الاول﴾

مریض کی عیادت کرنا

﴿۱۴۳۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوْا الْجَائِعَ وَعُوْدُوْا الْمَرِیْضَ وَفُکُّوْا الْعَانِیَ۔ (رواه البخاری)

حواله: بخاری شریف: ۲/۸۴۳، باب وجوب عيادة المريض، كتاب المرضى، حدیث نمبر: ۵۶۴۹۔

حل لغات: الجائع بھوکا، فاقہ مست، جاع (ن) جوعا بھوکا ہونا، فكوا امر حاضر ہے، فک (ن) فکا الشي کھولنا، الاسیر قیدی کو رہا کرنا، العاني قیدی، عاناه، معاناة مفاعلت سے سختی جھیلنا، تکلیف برداشت کرنا۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ، بیمار کی عیادت کرو، قیدی کو رہا کراؤ۔''

تشریح: اس حدیث شریف میں تین بہت اہم باتوں کی تاکید ہے، یہ حکم وجوب علی الکفایہ کے طور پر ہے، اگر بھوکے کو بستی کے کسی شخص نے بھی کھانا کھلا دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا، اور اگر کسی نے نہیں کھلایا تو سب لوگ گناہ گار ہوں گے، یہی معاملہ دیگر چیزوں کا بھی ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اطعموا الجائع: حالت اضطرار میں اگر کوئی بھوکا ہے تو اس کو کھانا کھلانا ضروری ہے، اور اگر یہ نہیں ہے تو بھوکے کو کھانا کھلانا سنت ہے۔

عودوا المريض: عام حالات میں مریض کی عیادت بھی جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے، مریض کی عیادت کے بہت سے آداب ہیں، جن میں بنیادی بات یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل اور حرکت عیادت کرنے والا نہ کرے، جس سے مریض کو رنج و تکلیف پہونچے، عیادت کرنے والا اخلاص کے ساتھ مریض کے لئے دعا کرے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول ہے: **"اسأل الله العظيم رب العرش العظيم ان يشفيك"** (ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۲، باب الدعاء للمريض عند العيادة) [میں عظمت والے اللہ سے سوال کرتا ہوں جو عرش عظیم کا رب ہے کہ وہ تجھ کو شفاء دے۔] سات مرتبہ یہ دعا پڑھنی چاہئے، تو اللہ تعالیٰ مریض کو شفاء عطا فرماتے ہیں۔

مریض سے ایسی بات کی جائے جس سے اس کا حوصلہ بڑھے۔

فکوا العاني: غلاموں کو آزاد کراؤ، قیدیوں کو چھڑاؤ، اسلام سے پہلے غلاموں پر بڑے مظالم ہوتے تھے، جانوروں جیسا بلکہ جانوروں سے بدتر ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا، مگر اسلام نے غلاموں کے حقوق متعین کئے، ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا، اپنی اولاد اور بھائیوں جیسا سلوک کرنے کا حکم دیا، اس لئے آداب سکھائے اور اس کو عبادت قرار دیا، اور اس سے بھی بڑھ کر غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا، اور اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائیں۔

یہی وہ کریمانہ اخلاق تھے جن کی وجہ سے اسلام پوری دنیا میں پھیلتا چلا گیا، اور لاکھ مخالفتوں کے باوجود کوئی بڑی سے بڑی قوت اسلام کا راستہ نہ روک سکی۔

فائدہ: عیادت میں حکمت یہ ہے کہ اس سے بیمار کا دل خوش ہوتا ہے، اور مؤمن بندہ کا دل خوش کرنا بھی عبادت ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جنازہ کے ساتھ جانا

﴿۱۴۳۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَةُ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۱/۱۶۶، باب الامر باتباع الجنائز، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۲۴۰۔ مسلم شریف: ۲/۲۱۳، باب حق المسلم للمسلم رد السلام، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۱۶۲۔

حل لغات: تشمیت مصدر، باب تفعیل سے، للعاطس وعلیه چھینکنے والے پر یرحمک اللہ کہہ کر دعا دینا۔ العاطس چھینکنے والا، عطس (ض۔ن) عطسا چھینک آنا، چھینکنا۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: (۱) سلام کا جواب دینا۔ (۲) مریض کی عیادت کرنا۔ (۳) جنازہ کے ساتھ جانا۔ (۴) دعوت قبول کرنا۔ (۵) چھینکنے والے کا جواب دینا۔“

تشریح: اس حدیث شریف میں جن باتوں کی تعلیم دی گئی ہے، اور جن کو ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق بتایا گیا ہے وہ باتیں ہیں جن پر عمل کرنے سے باہمی محبت والفت پروان چڑھتی ہے، اور متحد معاشرہ تشکیل پاتا ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو ان ہدایات پر عمل

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ضروری ہے۔

ر د السلام: سلام کرنا سنت ہے، لیکن جواب دینا واجب ہے بطور کفایہ کے، اگر جماعت میں سے کسی ایک نے جواب دیدیا تو کافی ہوگا، کیونکہ اس سے مقصد پورا ہوگیا۔ سلام کرنا سنت اور جواب دینا واجب ہے، لیکن یہ ایسی سنت ہے جو واجب سے افضل ہے، اس وجہ سے کہ اس میں تواضع بھی ہے، اور اداء واجب کا سبب بھی ہے، اس میں صلہ رحمی کی طرف پیش قدمی بھی ہے، سلام کرنے سے دلوں کا غبار دور ہوتا ہے، آپس کی نفرتیں ختم ہوتی ہیں، سلام کرنے سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے، اس لئے شریعت کی نگاہ میں یہ عمل بہت ہی مبارک ہے۔ اور شریعت میں اس کی بہت تاکید ہے۔

عیادۃ المریض: بیمار کی عیادت کرنا، اس کو تسلی دینا اور اس کی مزاج پرسی کرنا بھی ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔

و اتباع الجنائز: جنازہ میں شرکت کرنا بھی ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے، جنازہ میں شرکت کرنے میں نماز جنازہ پڑھنا، اس کو کندھا دینا اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت کرنا سب داخل ہے۔

سوال: جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے یا آگے؟

جواب: حنفیہ کے نزدیک پیچھے چلنا افضل ہے، شوافع کے یہاں آگے چلنا بہتر ہے۔

اشکال: اس حدیث شریف میں پانچ حقوق کا ذکر ہے، جب کہ بخاری شریف میں ایک روایت ہے: ”**امرنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسبع**“ (ص: ١٦٦/١، باب الامر باتباع الجنائز) اس حدیث شریف کے تحت سات حقوق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر فرمائے ہیں، لہٰذا دونوں روایتوں میں تعارض ہوگیا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جـــواب: کسی روایت میں پانچ اور کسی روایت میں سات کا ذکر ہے، لیکن چونکہ کسی بھی روایت میں حصر مقصود نہیں ہے، اس لئے اشکال کی کوئی بات بھی نہیں ہے۔

اجابۃ الدعوۃ: مسلمان کی دعوت قبول کرنا بھی دوسرے مسلمان پر مستحب ہے۔

سوال: کونسی دعوت مراد ہے؟

جـــواب: معاونت کی دعوت مراد ہے، یعنی اگر کوئی مسلمان اپنی مدد کے لئے دوسرے مسلمان کو پکار رہا ہے تو حتی الامکان اس کی مدد لازم ہے، بعض لوگوں نے ضیافت مراد لی ہے، یعنی اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرنا بھی مستحب ہے، لیکن یہ جب ہے جب اس میں کوئی گناہ نہ ہو۔ یعنی دعوت محض محبت کی بنیاد پر ہو نہ اس میں کوئی ریا و تفاخر ہو، نہ کسی رسم کی پابندی ہو، اور بھی خلاف شرع کوئی چیز نہ ہو۔

وتشمیت العاطس: چھینکنے والا مسلمان ہے، اور چھینک آنے پر الحمدللہ کہہ رہا ہے، تو دوسرے مسلمان کو چھینک کا جواب دینا بھی مسلمان کا مسلمان پر حق ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ جواب میں "یـــرحـــمک اللہ" [اللہ تجھ پر رحم کرے] کہے۔ (مرقاۃ: ۲/۲۹۴)

مسلمان پر مسلمان کا حق

﴿۱۴۳۹﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِيْلَ مَاهُنَّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اِذَا لَقِیْتَہٗ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْہُ وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَہٗ وَاِذَا عَطِسَ فَحَمِدَ اللّٰہَ فَشَمِّتْہُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْہُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْہُ۔

(رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۲۱۳، باب حق المسلم للمسلم الخ، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۱۶۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کیا ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم کسی مسلمان سے ملاقات کرو تو اس کو سلام کرو، جب تم کو کوئی دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرو، جب تم سے کوئی نصیحت طلب کرے تو تم اس کو نصیحت کرو، جب کسی مسلمان کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو چھینک کا جواب دو، جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو، اور جب کوئی مسلمان مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرو۔''

تشریح: ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے محبت کرنے والا بن جائے، آپسی تعلقات نہایت مستحکم ہو جائیں، اور مسلم معاشرہ میں بے مثال اتحاد و اتفاق قائم ہو جائے، اس کے لئے بہت سے امور پر عمل پیرا ہونا لازم ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موقعہ بموقعہ ان ہی اخلاق وآداب اور مسلمانوں کی ذمہ داریوں کو بیان فرمایا ہے، اس موقعہ پر بھی مذکورہ چھ امور کے بیان کا مقصد یہی ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے حق میں خیر خواہ اور وفادار ہوں، اور ایک دوسرے کے بے حد ہمدرد و غمگسار ہوں۔

و اذا استنصحک فانصح لہ: یعنی جب کوئی مسلمان کسی مسلمان سے کسی معاملہ میں مشورہ طلب کرے تو اس کو خیر خواہی کے ساتھ مشورہ دینا چاہئے، اور اس کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ساتھ ایسا معاملہ کرنا چاہئے جس کو واقعی اس کے حق میں مفید سمجھتا ہو۔

و اذا عطس: چھینکنے والا اگر "الحمد للہ" کہے تو جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا چاہئے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر چھینکنے والا "الحمد للہ" نہ کہے تو پھر اس کے لئے "یرحمک اللہ" کہنا بھی مستحب نہیں۔

حق المسلم علی المسلم ست الخ: اسی باب کی دوسری حدیث شریف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پانچ حقوق کا ذکر ہے، اور یہاں چھ حقوق بیان کئے گئے ہیں، یہ بظاہر تعارض ہے، اس کا حل یہی ہے جو پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ "خمس" یا "ست" کا عدد حصر کے لئے نہیں ہے، کوئی عدد اپنے مازاد کے لئے مانع نہیں ہوتا، جہاں پانچ کا ذکر ہے وہاں اس سے زیادہ کی نفی نہیں ہے، باقی مختلف احادیث میں مخصوص اعداد کی تخصیص خصوصیتِ مقام کی وجہ سے کی گئی ہے، یا خصوصیت مخاطبین کی وجہ سے۔ (اشرف التوضیح، مرقاۃ: ۲/۲۹۴)

سات امور کی تاکید

﴿۱۴۴۰﴾ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِعِیَادَةِ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَرَدِّ السَّلَامِ وَاِجَابَةِ الدَّاعِیْ وَاِبْرَارِ الْقَسَمِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَنَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ وَعَنِ الْحَرِیْرِ وَالْاِسْتَبْرَقِ وَالدِّیْبَاجِ وَالْمِیْثَرَةِ الْحَمْرَاءِ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَالْقَسِّيِّ وَانِيَةِ الْفِضَّةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَعَنِ الشُّرْبِ فِيْ الْفِضَّةِ فَإِنَّهٗ مَنْ شَرِبَ فِيْهَا فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرَبْ فِيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف:۱۶۶/۱، باب الامر باتباع الجنائز، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۲۳۹۔مسلم شریف:۱۸۸/۲، باب تحریم استعمال اناء الذهب و الفضة، کتاب اللباس و الزینة، حدیث نمبر:۲۰۶۶۔

ترجمه: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتوں کا حکم کیا، اور سات باتوں سے منع فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں جن باتوں کا حکم کیا وہ یہ ہیں:

(۱)...... مریض کی عیادت کرنا۔(۲) جنازہ کے ساتھ چلنا۔

(۳)...... چھینکنے والے کا جواب دینا۔(۴) سلام کا جواب دینا۔

(۵)...... دعوت دینے والے کی دعوت قبول کرنا۔

(۶)...... قسم کھانے والے کی قسم پوری کرنا۔

(۷)...... مظلوم کی مدد کرنا۔

اور جن امور سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روکا وہ یہ ہیں:

(۱)...... سونے کی انگوٹھی پہننے سے۔

(۲)...... ریشمی کپڑے پہننے سے۔

(۳)...... استبرق پہننے سے۔

(۴)...... دیباج پہننے سے۔

(۵)...... سرخ زین کے استعمال سے۔

(۶)...... قسی کپڑا پہننے سے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۷)...... چاندی کے استعمال سے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ چاندی کے برتن میں پینے سے منع فرمایا۔

اس لئے کہ جو کوئی دنیا میں چاندی کے برتن میں پیئے گا اس کو آخرت میں چاندی کے برتن میں پینا نصیب نہ ہوگا۔"

تشریح: اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند امور کا حکم دیا ہے، جن کو اختیار کرنے سے آپس میں محبت والفت پروان چڑھتی ہے، اور کچھ باتوں سے منع کیا ہے کہ ان کے کرنے سے بندہ کے اندر کبر وغرور کا مادہ پیدا ہوتا ہے، اور تواضع وانکساری ختم ہوتی ہے، ان اوامر کو اختیار کرنے اور نواہی سے بچنے کی صورت میں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آئے گا جو انسانیت کے حق میں ہر طرح باعث خیر ہوگا۔

و ابرار القسم: اگر کسی مسلمان نے کسی جائز کام کرنے کی قسم کھائی ہے اور وہ نہیں کر پا رہا ہے تو دوسرے مسلمان کو چاہئے کہ اس کی مدد کر کے اس کی قسم کو پورا کرادے، بعض حضرات نے یہاں وہ معنی بھی کئے ہیں کہ اگر کسی مسلمان نے دوسرے سے کہا کہ تم کو اللہ کی قسم تم ایسا کرلو تو اللہ کے نام کی عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے اگر وہ کام جائز ہے تو اس کو کرلینا چاہئے۔

و نصر المظلوم: مظلوم کی ہر ممکنہ مدد کرنا مستحب ہے۔

المیثرۃ الحمر اء: زین پوش اگر ریشم کا ہے تو ہر رنگ کا حرام ہے، اگر ریشم نہیں ہے تو سرخ رنگ کا مکروہ ہے، اور اگر نہ ریشم ہے اور نہ سرخ رنگ کا ہے تو اس کا استعمال جائز ہے، حریر ریشم اس امت کے لوگوں پر حرام ہے، استبرق یہ بھی ریشم کا دبیز کپڑا ہوتا ہے، اطلس دیباج اور قسی بھی مختلف قسم کے ریشم کے کپڑے ہیں، ان سب کا استعمال حرام ہے۔

و آنیۃ الفضۃ: چاندی کے برتنوں کے استعمال کی اجازت ہرگز نہیں ہے، جو اس کو استعمال کرے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو یہ چیزیں عطا نہ کرے گا، یہاں یہ بات

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

یادرکھنی چاہئے کہ مذکورہ چیزیں مردوں کے لئے حرام ہیں، عورتوں کے لئے حلال ہیں، البتہ چاندی سونے کے برتنوں کا استعمال سب کیلئے حرام ہے۔ (التعلیق: ۲/۱۹۲، مرقاۃ: ۲/۲۹۴)

بیمار کی عیادت کی فضیلت

﴿۱۴۴۱﴾ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا عَادَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ لَمْ یَزَلْ فِیْ خُرْفَۃِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَرْجِعَ۔ (روہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۱۷، باب فضل عیادۃ المریض، کتاب البر والصلۃ والاداب، حدیث نمبر: ۱۵۲۷۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ ایک انسان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرنے کے لئے جاتا ہے تو جب تک وہ واپس نہیں آجاتا ہے جنت کی میوہ خوری میں رہتا ہے۔''

تشریح: ان المسلم اذا عاد: بیمار کی عیادت کرنے والا جنت کے درختوں کے چنے ہوئے میوہ کا مستحق ہوجاتا ہے، ایک حدیث شریف میں ہے کہ: ''عائد المریض علی مخارف الجنۃ حتی یرجع'' مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیمار پرسی کرنے والا اپنی سعی وجد وجہد اور اللہ تعالیٰ کے فضل کی بدولت جنت کے پھلوں اور میووں کا مستحق ہوجاتا ہے، اور گھر سے نکلنے سے واپس آنے تک اس کا پورا وقت جنت کے پھلوں اور میووں کے چننے اور جمع کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ ''خرفۃ'' کا معنی ہے چنا ہوا میوہ، وہ پھل جو درخت سے توڑا گیا ہو۔ (التعلیق: ۲/۱۹۲، مرقاۃ: ۲/۲۹۵)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ایضاً

﴿۱۴۴۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ آدَمَ! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ قَالَ يَا رَبِّ! كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَّنِیْ عِنْدَهٗ۔ يَا ابْنَ آدَمَ! اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ قَالَ يَا رَبِّ! كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ۔ يَا ابْنَ آدَمَ! اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِیْ قَالَ يَا رَبِّ! كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهٗ وَجَدْتَّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۱۸، باب فضل عیادۃ المریض، کتاب البر والصلۃ، حدیث نمبر: ۲۵۶۹۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائیں گے کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، بندہ کہے گا کہ اے میرے رب میں آپ کی عیادت کیسے کرسکتا آپ تو سارے جہان کو پیدا کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھ کو معلوم نہیں ہوا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا پھر بھی تو نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو تو مجھ کو اس کے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کھانا طلب کیا تھا اور تو نے مجھ کو کھانا نہیں کھلایا، بندہ کہے گا کہ اے میرے رب! میں آپ کو کیسے کھلاتا آپ تو سارے جہان کے رب ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا، کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، بندہ کہے گا کہ اے پروردگار! میں آپ کو کیسے پانی پلاتا، آپ تو سب کے رب ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا، کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اگر تو اس کو پانی پلاتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا۔

تشریح: بیمار کی عیادت کرنا مسکین وغریب کو کھانا کھلانا، پیاسوں کو پانی پلانا، بہت ثواب کے کام ہیں، ان کا ثواب اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر عطا فرمائیں گے، جو لوگ ان چیزوں پر توجہ نہیں دیتے وہ ذرا دل کی گہرائیوں سے سوچیں کہ اس حدیث شریف کو پڑھنے کے بعد اگر ہم نے عمل نہیں کیا اور رب العالمین نے میدان محشر میں ہم سے یہ سوال کر لیا تو کیسی ندامت اور کیسا افسوس ہوگا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان امور پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

حدیث پاک میں حق تعالیٰ شانہ نے بیمار کی عیادت کو اپنی ذات کی عیادت نیز بھوکے اور پیاسے کو کھلانے پلانے کو خود اپنی ذات کی طرف نسبت کرنا کہ گویا مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے بیمار ہونے بھوکا پیاسا ہونے نیز کھانے پینے سے پاک وبرتر ہے، یہ محض بیمار بھوکے پیاسے بندوں کو شرف وکمال کے اظہار کے لئے ہے، نیز اس چیز کے اظہار کے لئے ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہے، وہ بندے اللہ تعالیٰ کے انتہائی مقرب بندے ہیں، اور ان کی خدمت کرنے اور ان پر رحم کھانے سے بندہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی مقرب بن جاتا ہے۔

لوجدتنی عندہ: یعنی اگر تم بیمار کی عیادت کو جاتے تو میری رضا کو اس کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

پاس پاتے، اللہ تعالیٰ نے مریض کی عیادت کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر تو عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا، جب کہ کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے حق میں فرمایا کہ اس کا ثواب میرے پاس پاتا، دونوں اسلوب میں باریک فرق ہے، جو اس بات کی طرف مشیر ہے کہ بیمار کی عیادت کرنا غریب کو کھانا کھلانے اور پانی پلانے سے افضل عمل ہے۔ (مرقاۃ:۲/۲۹۶)

آداب عیادت

﴿۱۴۴۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلىٰ اَعْرَابِيٍّ يَعُوْدُهٗ وَكَانَ اِذَا دَخَلَ عَلىٰ مَرِيْضٍ يَعُوْدُهٗ قَالَ لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالىٰ فَقَالَ لَهٗ لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالىٰ قَالَ كَلَّا بَلْ حُمّٰى تَفُوْرُ عَلىٰ شَيْخٍ كَبِيْرٍ تُزِيْرُهُ الْقُبُوْرَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَعَمْ اِذَنْ۔ (رواه البخاری)

حواله: بخاری شریف:۲/۸۴۵، باب مایقال للمریض ومایجب، کتاب المرضی، حدیث نمبر:۵۶۶۲۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کی عیادت کے لئے اس کے پاس تشریف لے گئے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب کسی بیمار کے پاس اس کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے جاتے تو فرماتے: ”لا بأس الخ“ کوئی فکر کی بات نہیں یہ بیماری تمہارے پاک کرنے والی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی فکر کی بات نہیں یہ بیماری تمہارے لئے پاک کرنے والی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ اعرابی بولا ہرگز نہیں یہ بخار ہے جو بوڑھے آدمی پر جوش مار رہا ہے، اور اس کو قبرستان پہنچا کر رہے گا،

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھا تو اسی طرح ہوگا۔

تشریح: اس حدیث شریف سے چند فوائد معلوم ہوئے:

(۱)......غریبوں، کمزوروں دیہاتیوں بے پڑھے لکھے لوگوں کی بھی عیادت کرنا چاہئے۔

(۲)......اپنے سے کمتر اور کم درجہ لوگوں کی بھی عیادت کرنی چاہئے۔

(۳)......عیادت کے وقت بیمار کو تسلی دینا چاہئے۔

(۴)...... بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۵)......معلوم ہوا کہ بیماری بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے کہ اس سے بندہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۶)......عیادت کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ بیماری کی حکمت اور اس کے فوائد (گناہوں کا معاف ہونا وغیرہ) بیمار کو بتانا چاہئے تا کہ بیمار کو تسلی ہو۔

(۷)......بلا سوچے سمجھے اپنے بڑوں کی بات کو رد نہیں کرنا چاہئے کہ یہ بڑی محرومی کا باعث ہے۔

(۸)......مریض کو صبر سے کام لینا چاہئے، مرض کی شدت سے گھبرا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔

لا بأس طهور: کوئی فکر کی بات نہیں، یہ بیماری گناہوں کو پاک کرنے والی ہے۔ان شاء اللہ۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عیادت فرمانے کا طریقہ

﴿۱۴۴۴﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكىٰ مِنَّا اِنْسَانٌ مَسَحَهٗ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بِيَمِينِهٖ ثُمَّ قَالَ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَايُغَادِرُ سَقَماً۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۸۴۷، باب دعاء العائد للمریض، کتاب المرضی، حدیث نمبر: ۵۶۷۵۔ مسلم شریف: ۲/۲۲۲، باب الاستحباب رقیۃ المریض، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۱۹۱۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے، اور فرماتے کہ ''اذهب البأس الخ'' اے تمام لوگوں کے رب! بیماری کو دور کر دے، شفاء عطا فرمادے، تیرے علاوہ کوئی شفاء دینے والا نہیں ہے، تو ہی شفاء دینے والا ہے، ایسی شفاء دے کہ کوئی بیماری نہ رہے۔

تشریح: بیمار کی مزاج پرسی کرنے والے کے لئے اسی طرح اس شخص کے لئے جس کی خدمت میں مریض لایا جائے مستحب ہے کہ مریض کے حق میں مرض سے شفایابی کی دعا کرے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی یہی معمول تھا کہ مریض کے حق میں اللہ تعالیٰ سے مرض سے بہت ہی جلد شفایابی کی جامع الفاظ میں دعا مانگتے تھے۔

شفاء لایغادر سقما: اے اللہ مریض کو ایسی شفاء عطا فرمادے کوئی مرض باقی نہ رہے، بسا اوقات آدمی کو ایک بیماری سے شفا مل جاتی ہے لیکن اس کے بعد دوسری بیماری کا شکار ہو جاتا ہے، اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف موجودہ بیماری سے شفا یابی کے لئے دعا نہیں فرماتے تھے، بلکہ مطلقاً ہر طرح کی بیماری سے شفاء کی دعا فرماتے تھے۔ (فتح الباری)

اشکال: مرض سے گناہ زائل ہوتے اور اس سے اخروی ثواب بڑھتا ہے، لہٰذا مرض تو

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مومن کے حق میں رحمت خداوندی ہے، اس سے شفایابی کی دعاء کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: دعاء ایک عظیم عبادت ہے، اور یہ گناہوں کے زائل ہونے اور اخروی ثواب میں اضافہ ہونے کے منافی نہیں ہے، نیز مرض گناہوں کے زوال کا سبب ہے، لیکن اس کے لئے مرض کا ہمیشہ ہمیش باقی رہنا ضروری نہیں ہے، نیز صحت کی حالت میں آدمی جو نیک اعمال کرسکتا ہے بیماری کی حالت میں نہیں کرسکتا جس کی وجہ سے ان تمام نیک اعمال دینی خدمات سے محروم رہتا ہے اس لئے مرض سے شفایابی کی دعا کی جاتی ہے، لہٰذا مریض کے لئے دعا کرنا یا خود مریض کا اپنے لئے مرض سے شفایابی کی دعا کرنا مرض کے نعمت ہونے کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ ایک نعمت کے مقابلہ میں دوسری نعمت کو طلب کرنا ہے۔ (فتح الباری)

زخم کا علاج اور دعاء

﴿۱۴۴۵﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ إِذَا اشْتَكَى الْإِنْسَانُ الشَّيْءَ مِنْهُ أَوْ كَانَتْ بِهِ قُرْحَةٌ أَوْ جُرْحٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِصْبَعِهِ "بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا۔" (متفق عليه)

حواله: بخاری شریف: ۸۵۵/۲، باب رقية النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، کتاب الطب، حدیث نمبر: ۵۷۴۳۔ مسلم شریف: ۲۲۳/۲، باب استحباب الرقية من العين، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۱۹۴۔

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب کوئی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

انسان اپنی کوئی بیماری بیان کرتا یا اس کے کوئی پھوڑا یا زخم ہو جاتا تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی رکھ کر ارشاد فرماتے: "بسم اللہ تربة الخ" اللہ کے نام کے ساتھ یہ ہماری ہی زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ ہمارے پروردگار کے حکم سے ہمارے مریض کو شفاء دے گی۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کوئی زخمی یا کسی مرض میں مبتلا شخص آتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا علاج یوں کرتے کہ اپنی شہادت کی انگلی پر اپنا مبارک لعاب دہن لگاتے، پھر اس انگلی کو زمین پر رکھ کر اس کو مٹی سے آلودہ کر لیتے، پھر اس انگلی کو مریض کے جائے مرض پر رکھ کر مذکورہ دعا پڑھتے جاتے، اور اپنی انگلی مریض پر پھیرتے جاتے، اس عمل اور دعا کی برکت سے مریض شفا پا جاتا تھا۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم باصبعہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مریض کے زخم یا درد والی جگہ پر انگلی رکھ کر مذکورہ عمل انجام دیتے تھے۔

سوال: لعاب اور مٹی اور کلمات مذکورہ کو حصول شفا میں کیا مناسبت ہے جب کہ یہ کلمات دعائیہ کلمات بھی نہیں؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے کلمات اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل اسرار الٰہی میں سے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسکے اسرار کو پورے طور پر سمجھنے سے ہماری عقل قاصر ہے، لہٰذا اس بارے میں چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے، البتہ بعض لوگوں نے احتمال کے درجہ میں بعض وجوہات ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ مٹی کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے، اور یہ خشک بھی ہوتی ہے، اس وجہ سے اسکے ذریعہ سے زخم مندمل ہو جاتے ہیں، یہی خصوصیت لعاب میں بھی ہے کہ اس سے زخم سوکھ جاتا ہے۔ (عمدة القاری: ۲۷۰/۲۱)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

امام طبریؒ کہتے ہیں کہ ان طبعی توجیہات کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت ہے کہ مریض محض دم کرنے سے اپنے مرض میں افاقہ محسوس کرتا ہے۔(فتح الباری:۱۰/۶۵۶) پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب دہن مبارک کا شفاء ہونا بھی ظاہر ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات کی برکت بھی ظاہر ہے، اس لئے اس عمل پر تعجب موجب تعجب ہے۔

تربۃ ارضنا: علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے فطرت انسانی کی طرف اشارہ ہے، اور "ریقۃ بعضنا" سے نطفہ کی طرف اشارہ ہے، گویا کہ زبان حال سے کہا جارہا ہے کہ اے اللہ تو نے اس بندے کی اصل اول کو مٹی سے بنایا، پھر اس کا سلسلہ معمولی پانی سے جاری کیا، آپ کے لئے اس کو شفاء دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔(عمدۃ القاری)

دم اور جھاڑ

سوال: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دم فرمایا تو کیا امت کو بھی اجازت ہے۔

جواب: فی نفسہ دم کرنا اور جھاڑ پڑھنا جائز ہے، جب کہ اس میں سحر اور کفر وشرک کے کلمات کی شمولیت ہرگز نہ ہو، اور جن کلمات کے معنی معلوم نہ ہوں ان سے بھی دم نہ کیا جائے، کیونکہ ممکن ہے کہ کفریہ کلمات ہوں، البتہ جن کلمات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کیا ہے ان کے معنی معلوم نہ ہوں پھر بھی دم کرنا درست ہے۔(مرقاۃ:۲/۲۹۷)

معوذات پڑھ کر دم کرنا

﴿۱۴۴۶﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكىٰ نَفَثَ عَلىٰ نَفْسِهٖ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَمَسَحَ عَنْهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا اشْتَكىٰ وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ كُنْتُ أَنْفُثُ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ الَّتِيْ كَانَ يَنْفُثُ وَأَمْسَحُ بِيَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق عليه) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ قَالَتْ كَانَ إِذَا مَرِضَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ نَفَثَ عَلَيْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ۔

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۶۳۹، باب مرض النبی صَلَّی اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ووفاته، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۴۴۳۹۔ مسلم شریف: ۲/۲۲۳، باب رقیة المریض بالمعوذات والنفث، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۱۹۲۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے، اور اپنا ہاتھ اپنے اوپر پھیرتے، پھر جب اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں وہی معوذتین پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دم کرتی تھی، جن کو پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دم کیا کرتے تھے، میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پر پھیرتی تھی۔ (متفق علیہ) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر معوذتین پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

تشریح: معوذتین یعنی "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" دونوں سورتیں بہت ہی بابرکت اور باعث شفا ہیں، ان کو پڑھ کر دم کرنے سے مرض

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میں افاقہ ہوتا ہے، اور ہر قسم کے جادو ٹونے ٹوٹکے اور ہر قسم کے بھوت پریت کے شر سے حفاظت ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اور اپنے گھر والوں کو مریض ہونے کی صورت میں ان سورتوں کو پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

سوال: دونوں سورتوں پر جمع کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا ہے؟

جواب: جمع کا صیغہ ان دونوں سورتوں کی مجموعی آیتوں کے اعتبار سے کیا گیا ہے، یا پھر اس وجہ سے کہ اقل جمع دو ہیں، یا پھر معوذات سے تین سورتیں مراد ہیں، اور تیسری سورت "قل هو الله احد" ہے، ان تینوں سورتوں پر معوذات کا اطلاق تغلیبا کیا گیا ہے۔

ومسح عنه بيده: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معوذات پڑھ کر پہلے اپنے ہاتھوں پر دم فرماتے، پھر ہاتھوں کو پورے جسم پر پھیر لیتے تھے۔

وفي رواية لمسلم: مسلم کی روایت میں صرف دم کرنے کا ذکر ہے، مسح کا ذکر نہیں ہے، چونکہ دم کرنے سے ہاتھ پھیرنا خود سمجھ میں آتا ہے، اس لئے ممکن ہے کہ اس کا ذکر صراحتًا نہ کیا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دم کرنا کافی سمجھا ہو، اور ہاتھ نہ پھیرا ہو۔ (مرقاۃ: ۲/۲۹۲) جس سے معلوم ہوا کہ ہاتھوں پر دم کر کے بدن پر پھیر لینا بھی درست ہے، اور ان کو پڑھ کر بدن پر دم کر لینا بھی کافی ہے۔

جسم کا درد دور کرنے کی دعا

﴿۱۴۴۷﴾ وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِي الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ شَكٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا يَجِدُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ يَدَكَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

عَلَى الَّذِيْ يَأْلَمُ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلٰثاً وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَاكَانَ بِيْ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲۲۴/۲، باب استحباب وضع یدہ علی موضع الالم مع الدعاء، کتاب السلام، حدیث نمبر:۲۲۰۲۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درد کا ذکر کیا جو ان کے جسم میں ہوا کرتا تھا، تو ان سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے جسم کے جس حصہ میں درد ہے وہاں اپنا ہاتھ رکھو اور یہ دعا پڑھو: تین مرتبہ بسم اللہ کہو، اور سات مرتبہ یہ کلمات پڑھو: "اعوذ بعزۃ اللہ الخ" میں اللہ کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ لیتا ہوں، اس درد کے شر سے جو مجھے محسوس ہورہا ہے، اور جس سے مجھے خطرہ لگ رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میرے مرض کو دور کردیا۔

تشریح: اگر جسم میں درد یا تکلیف محسوس ہورہی ہے تو مذکورہ عمل کیا جائے، اس کے کرنے سے تکلیف دور ہو جائے گی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتانے سے صحابی رسول نے اس نسخہ پر عمل کیا، چنانچہ وہ شفایاب ہو گئے، احادیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جس طرح ہمارے روحانی امراض کا علاج موجود ہے، اسی طرح ہمارے جسمانی امراض کا بھی علاج ہے، لیکن افسوس کہ ہم اس علاج پر توجہ نہیں دیتے، اور در در کی خاک چھانتے پھرتے ہیں۔

و احاذر: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو نسخہ عطا کیا وہ نہ صرف موجودہ مرض کا تھا، بلکہ آئندہ لاحق ہونے والے امراض اور خوف اور غم سب کا علاج اس میں پوشیدہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تھا، یعنی ان کلمات کے پڑھنے کی برکت سے جو امراض پیش آ سکتے ہیں ان سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔(مرقاۃ: ۲/۲۹۸)

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی عیادت اور جھاڑ

﴿۱۴۴۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِشْتَکَیْتَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۲۱۹، باب الطب والمرض والرقی، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۱۸۶۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اور انہوں نے کہا کہ اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں میں بیمار ہوں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ "بسم اللہ الخ" [اللہ کے نام سے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھاڑتا ہوں، ہر اس چیز سے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف دے رہی ہے، ہر نفس کے شر سے یا حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاء دے، میں اللہ کے نام سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھاڑتا ہوں۔]

تشریح: بیمار کی مزاج پرسی کرنا چاہئے، اور اگر مریض کے مرض کا علاج معلوم ہے تو حتی الامکان اس مرض کو دور کرنے میں تعاون کرنا چاہئے، دم کرنا آتا ہے تو پاکیزہ کلمات

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

پڑھ کر دم بھی کرنا چاہئے۔کوئی جھاڑ آتی ہے تو جھاڑنا بھی چاہئے۔

بسم اللہ ارقیک: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کیا، جھاڑ کے کلمات کے شروع وآخر دونوں میں بسم اللہ پڑھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ شفاء دینے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، یہ جھاڑ وغیرہ صرف سبب کے درجہ میں ہے۔

حسنینؓ کیلئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استعاذہ

﴿١٤٤٩﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ أُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَآمَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّآمَّةٍ وَيَقُوْلُ اِنَّ اَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ۔ (رواه البخاری) وَفِيْ اَكْثَرِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ بِهِمَا عَلٰى لَفْظِ التَّثْنِيَةِ۔

حوالہ: بخاری شریف:۴۷۷/۱، باب یزفون النسلان فی المشی، کتاب الانبیاء، حدیث نمبر:۳۳۷۱۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے ہوئے یہ کلمات پڑھے:"اعیذ کما الخ" [میں تم دونوں کو اللہ کے کلمات تامہ کے ساتھ پناہ میں دیتا ہوں، ہر شیطان ہر زہریلے جانور اور ضرر رساں نظر سے۔] اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمہارے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) ان کلمات کے ذریعہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(بخاری) اور مصابیح کے اکثر نسخوں میں "بھما" تثنیہ کی ضمیر کے ساتھ آیا ہے۔

تشـــریح: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی اولادیں بھی نظر بد سے متاثر ہوتی ہیں، اسی وجہ سے خود حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ معمول رہا کہ اپنی اولادوں پر دم کرتے تھے، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے، تاکہ وہ ہر ضرر رساں شئی کے اثرات بد سے محفوظ رہیں۔

بکلمات اللہ التامۃ: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور اس کی نازل کردہ کتابیں ہیں، اللہ تعالیٰ کے کلمات کے ذریعہ پناہ طلب کرنا عوارض اور نقائص کے خاتمہ کے لئے بہت مؤثر ہے، انسان کے کلام میں نقص وخطاء کا امکان ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے کلمات بے عیب ہیں۔

من شر کل شیطان: انسانوں اور جنات دونوں قبیل کے شیطانوں کے شر سے پناہ مطلوب ہے۔

ھـــامۃ: وہ زہریلا جانور مراد ہے جس کے کاٹنے سے عموماً آدمی مرجاتا ہے، جیسے سانپ وغیرہ، اور "ھـــامۃ" کا اطلاق ان جانوروں پر بھی ہوتا ہے جو زہردار نہیں ہوتے یعنی ان کے کاٹنے سے آدمی مرتا نہیں ہے، جیسے بچھو۔

بھما: اس جز کا مطلب یہ ہے کہ تثنیہ ضمیر کا مرجع ان دونوں جملوں کو قرار دیا جائے، "من شر کل شیطان وھامۃ" اور "من کل عین لامۃ" مگر اس میں بے جا تکلف ہے، درست یہی ہے کہ ضمیر مفرد "بھا" تلفظ کیا جائے۔

فائدہ: (۱)...... معلوم ہوا کہ نظر کا لگنا حق ہے۔

(۲)...... نظر بد کا اثر حضرات انبیاء علیہم السلام کی اولاد پر بھی ہوسکتا ہے۔ پس عامۃ المسلمین اور ان کی اولاد کا اس سے متاثر ہونا ظاہر ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۳)...... رقیہ اور جھاڑ پھونک صحیح کلمات کے ساتھ جائز ہے بلکہ سنت انبیاء ہے۔

(۴)...... یہ جھاڑ پھونک جب کہ صحیح کلمات کے ساتھ ہو نہ تقویٰ کے خلاف ہے نہ توکل علی اللہ کے خلاف ہے۔

تکالیف بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے

﴿۱۴۵۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّصَبْ مِنْهُ۔ (رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۸۴۳، باب ماجاء فی کفارۃ المرض، کتاب المرضیٰ، حدیث نمبر: ۵۶۴۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ بھلائی پہنچانا چاہتا ہے اس کو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔''

تشریح: مؤمن بندہ کے مرتبے بلند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کبھی اس کو کسی تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں، وہ اس مصیبت پر جزع فزع نہیں کرتا بلکہ تقدیر پر راضی رہتے ہوئے صبر وشکر سے کام لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کے لئے بھلائیاں مقدر فرما دیتے ہیں، اور اخروی اعتبار سے اس کے درجات بلند فرما دیتے ہیں۔

من یرد اللّٰہ بہ خیرا یصب منہ: اللہ تعالیٰ مومن بندہ کو اس لئے مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تا کہ گناہ معاف ہوں، اور درجات بلند ہوں، اسی وجہ سے اس دنیا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میں سب سے زیادہ تکالیف میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام مبتلا ہوتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:"اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل" (ترمذی شریف: ۲/۶۵)، باب فی الصبر علی بلاء) [لوگوں میں سب سے زیادہ بلاؤں میں مبتلا انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں، پھر ان کے بعد وہ جو سب سے افضل ہوں، پھر ان کے بعد وہ جو سب سے افضل ہوں۔] انبیاء کرام علیہم السلام اور اسلاف نے ہر مصیبت پر صبر سے کام لیا، لہٰذا ان کے درجات بلند ہوتے رہے۔

مصیبت کے اقسام

انسان کو جو بھی تکالیف وپریشانی پہونچتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

(۱)......جن کے ذریعہ بندہ کے درجات بلند ہوتے ہیں اور اس سے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے، وہ پریشانیاں درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں۔

(۲)...... وہ پریشانیاں جو فی الواقع اللہ تعالیٰ کی جانب سے عذاب کی شکل میں آتی ہیں، گناہوں کی اصل سزا تو اللہ تعالیٰ آخرت میں دیں گے، لیکن کبھی کبھی دنیا میں کچھ عذاب کا مزہ اللہ تعالیٰ چکھا دیتے ہیں، جیسے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ولنذیقنھم من العذاب الادنیٰ دون العذاب الاکبر الاٰیۃ" (سورۂ سجدہ: ۲۱) یعنی آخرت میں جو بڑا عذاب آنے والا ہے ہم اس سے پہلے دنیا میں تھوڑا سا عذاب چکھا دیتے ہیں، تاکہ یہ لوگ اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں۔

مصیبت کے اقسام میں فرق جاننے کا طریقہ

کسی انسان کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے اب وہ یہ کیسے جانے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہے، یا عذاب ہے؟ اس کو علامات سے جانا جائے گا، کیونکہ دونوں کی علامات الگ الگ ہیں، اگر مصیبت پر بندہ صبر کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اور اگر جزع فزع کرتا ہے تقدیر سے شکوہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کو اہم نہیں سمجھتا ہے تو یہ عذاب وسزا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مومن بندہ کو جو تکلیف پہنچے مومن بندہ کو اس پر صبر کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ جزع فزع اور ہر قسم کے شکوہ وشکایت سے اجتناب کرنا چاہئے تو پھر یہ تکلیف مومن بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب ورضا میں زیادتی اور بلندیٔ درجات کا ذریعہ ہوگی۔

مرض گناہوں کا کفارہ ہے

﴿١٤٥١﴾ وَعَنْهُ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَا یُصِیْبُ الْمُسْلِمُ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا اَذًی وَلَا غَمٍّ حَتَّی الشَّوْكَةِ یُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَایَاهُ۔ (متفق علیه)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۸۴۳، باب اشد الناس بلاء الانبیاء، کتاب المرضی، حدیث نمبر: ۵۶۴۱۔ مسلم شریف: ۲/۳۱۹، باب ثواب المؤمن بما یصیبه من مرض، کتاب البر والصلة والادب، حدیث نمبر: ۲۵۷۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مسلمان پر جب کوئی تکلیف، رنج، پریشانی، صدمہ، ایذا اور غم پہونچے حتی کہ اگر کانٹا بھی چبھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرتے ہیں۔

تشریح: بندۂ مومن کو جو بھی تکلیف پہونچتی ہے اور اس کو جو بھی زحمت برداشت کرنا پڑتی ہے چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی، اس پر صبر کرنے کی وجہ سے نہ اس کو صرف ثواب ملتا ہے، بلکہ اس کی وجہ سے اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

ما یصیب المسلم: اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو بسا اوقات تکالیف سے دوچار کرتے ہیں، ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ "اذا احب الله عبدا صب علیه البلاء صبا" [جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے محبت کرتے ہیں تو اس پر مختلف قسم کی آزمائش اور تکالیف بھیجتے ہیں۔] وہ آزمائش اور تکالیف بارش کی طرح بندہ پر برستی ہیں، بعض روایات میں آتا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتے ہیں کہ اے اللہ! یہ آپ کا محبوب بندہ ہے، پھر اس پر اتنی مصیبتیں کیوں؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ کو اسی حال میں رہنے دو، کیونکہ اس کی آہ وبکا مجھے پسند ہے۔ بندہ جتنا آہ وبکا کرتا ہے اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو پیار آتا ہے، اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔

تکلیف کے موقعہ پر کیا کیا جائے؟

جب کوئی تکلیف پہونچے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہئے، نہ تو بہت زیادہ بہادری کا اظہار کیا جائے، اور نہ ہی تقدیر پر شکوہ شکایت کیا جائے، حضرت ایوب علیہ السلام کو جب بیماری پہونچی تو انہوں نے نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی: "رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" (سورۂ انبیا: ۸۳) [اے اللہ! مجھے یہ تکلیف لاحق ہے، آپ ارحم الراحمین ہیں، میری تکلیف کو دور فرما دیجئے۔]

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تکلیف میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرض الوفات کے موقعہ پر سخت تکلیف لاحق تھی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنا دست مبارک پانی میں بھگوتے اور ملتے تھے، اور اپنی تکلیف کا اظہار فرماتے تھے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکلیف دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا "واکرباہ" میرے والد کو کتنی تکلیف ہو رہی ہے، جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **"لا کرب ابیک بعد الیوم" (ابن ماجہ:۱۱۷، باب ذکر وفاته ودفنه صلی الله علیه وسلم)** آج کے بعد تیرے باپ پر کوئی تکلیف نہیں رہے گی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تکلیف کا اظہار ضرور کیا، شکوہ شکایت نہیں کیا، اور اگلی منزل کی راحت وچین کی طرف اشارہ بھی کر دیا، مرض میں مبتلا شخص کو یہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

نصب: نصب کے معنی تھکن، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش میں آگے نکل جانے کے موقعہ پر کہا تھا: **"لقد لقینا من سفرنا هذا نصبا"**

وصب: مرض کے معنی میں ہے، یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ وصب مرض لازم کے لئے مستعمل ہے، یعنی ایسا مرض جو ختم ہی نہ ہو۔

هم: کسی نقصان یا حادثہ کے پیش آنے سے پہلے اس نقصان یا حادثہ کو سوچ کر جو پریشانی لاحق ہوتی ہے اس کو "هم" کہتے ہیں۔

غم: کسی بھی ناگوار واقعہ کے پیش آنے سے انسان کے دل کو جو تکلیف پہونچتی ہے اس کو "غم" کہتے ہی۔

یشاکها: حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ جب کوئی دوسرا شخص کانٹا چبھائے تب گناہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

معاف ہوں گے، لیکن حدیث کے الفاظ عام ہیں، کوئی دوسرا چھپائے یا خود چھپے دونوں شکلوں میں گناہ معاف ہوں گے۔

الا کفر اللہ من خطایاہ: شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ کہتے ہیں کہ اجر وثواب کا تعلق انسان کے اپنے کسب سے ہے، لہٰذا مصائب اور تکالیف کا اس میں دخل نہیں ہے، البتہ مصیبت پہونچنے پر اگر بندہ صبر کرے گا تو ثواب ملے گا، لیکن دیگر علما نے اس قول کی تردید کی ہے، اور کہا ہے کہ بندۂ مومن پر پہونچنے والی مصیبتوں پر مطلقاً ثواب ہے، اور حدیث شریف کے کلمات سے بھی یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے۔

بیماری سے گناہوں کی معافی

﴿۱۴۵۲﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یُوْعَكُ فَمَسَسْتُہٗ بِیَدِیْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّكَ لَتُوْعَكُ وَعْکاً شَدِیْداً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَجَلْ اِنِّیْ اُوْعَكُ کَمَا یُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْکُمْ قَالَ فَقُلْتُ ذٰلِكَ لِاَنَّ لَكَ اَجْرَیْنِ فَقَالَ اَجَلْ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیْبُہٗ اَذًی مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاہُ اِلَّا حَطَّ اللّٰہُ بِہٖ سَیِّئَاتِہٖ کَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَۃُ وَرَقَھَا۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۸۴۳، باب اشد الناس بلاء الانبیاء، کتاب المرضی، حدیث نمبر: ۵۶۴۸۔ مسلم شریف: ۲/۳۱۸، باب ثواب المؤمن بما یصیبہ من مرضٍ، کتاب البر والصلۃ والادب، حدیث نمبر: ۲۵۷۱۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت بخار تھا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تو بہت سخت بخار آرہا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ اکیلے کو تم میں سے دو شخصوں کے برابر بخار آیا کرتا ہے، میں نے کہا کہ یہ اس لئے ہے تا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوگنا ثواب ملے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس مسلمان کو بھی بیماری یا اس کے علاوہ کسی بھی وجہ سے کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے درخت اپنے پتے جھاڑ دیتا ہے۔

تشریح: جو بھی تکلیف بندۂ مومن کو پہونچتی ہے، وہ اس کے لئے خیر ہی کا سبب بنتی ہے، اس کے ذریعہ نہ صرف بندہ کو اجر وثواب ملتا ہے، بلکہ اس کی خطاؤں کو بھی ختم کردیا جاتا ہے۔ **"فالحمد للہ علی ذلک"**

لان لک اجرین: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تیز بخار کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دہرا اجر ملے گا؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! لیکن آخری کلمات جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجر نہیں ملے گا، بلکہ گناہ معاف ہوں گے، بظاہر دونوں باتوں میں تطبیق نہیں ہے، اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "اجل" فرما کر اولاً عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی تصدیق فرمائی کہ ہاں بخار کی شدت کی وجہ سے دوہرا اجر ملے گا، اس کے بعد ایک نئی بات مزید فرمائی کہ تکلیف ورنج کے ذریعہ سے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اجر بھی ملتا ہے، اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض کی شدت

﴿۱۴۵۳﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ اَحَداً الْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (متفق عليه)

حوالہ: بخاری شریف: ۸۴۳/ ۲، باب شدة المرض، حدیث نمبر: ۵۶۴۶۔ مسلم شریف: ۳۱۸/ ۲، باب ثواب المؤمن فيما يصب، كتاب البر والصلة والادب، حدیث نمبر: ۲۵۷۰۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے بیماری کی سختی اتنی کسی پر نہیں دیکھی جتنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی تھی۔

تشریح: سب سے زیادہ مشکلات کا شکار حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ہوتے ہیں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اشد الناس بلاءً الانبياء" (ترمذی شریف: ۶۵/ ۲) [لوگوں میں سب سے زیادہ تکلیف انبیاء علیہم السلام کو پہنچتی ہے۔] اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیوں کے امام اور سردار ہیں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام نبیوں سے زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، چونکہ بیماری اور تکالیف بھی تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں، حدیث الباب میں اسی کو بیان کیا گیا ہے۔

الوجع: عرب میں ہر درد، اور مرض کو وجع کہتے ہیں، الوجع مبتدا ہے، اور اشد اس کی خبر ہے، اور پورا جملہ مارایت کے لئے مفعول ہے۔ (مرقاۃ: ۳۰۱/ ۲)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

فائدہ: (۱)...... پس مرض کی شدت سے کسی مومن کو گھبرانا نہیں چاہئے۔

(۲)...... کسی مومن کے مرض کی شدت دیکھ کر یہ بھی خیال نہیں کرنا چاہئے کہ یہ زیادہ گنہگار ہوگا، اس لئے اس کو زیادہ تکلیف ہو رہی ہے۔

موت کی سختی

﴿۱۴۵۴﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ حَاقِنَتِیْ وَذَاقِنَتِیْ فَلَا اَکْرَہُ شِدَّۃَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَداً بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۶۳۹، باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ووفاتہ، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۴۲۶۵۔

حل لغات: حاقنتی، حاقن کی تانیث ہے، دونوں ہنسلیوں کا درمیانی گڑھا۔ ذاقنتی، ذاقن کی تانیث ہے، تھوڑی کے نیچے کا حصہ، ٹھوڑا۔ ج: ذواقن آتی ہے۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حلق اور میرے سینے کے درمیان وفات پائی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد میں کسی کی موت کی سختی کو برا نہیں سمجھتی۔

تشریح: حاقنۃ: سینہ کا بالائی حصہ۔

ذاقنۃ: ٹھوڑی۔

اس حدیث شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدت موت کا ذکر فرمایا ہے، موت کی شدت نہ تو علی الاطلاق مذموم

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہے، اور نہ علی الاطلاق محمود، شدت کی نوعیت مختلف ہوتی ہے، کفار کو شدت سے مقصود ہی ان کو سزا دینا ہوتا ہے، یہ ان کے لئے مفید نہیں ہے، عام مومنین کے لئے موت کی شدت اس کے گناہوں کی معافی کے لئے ہوتی ہے جو ان کے لئے خیر ہی خیر ہے، اور مقربین کی شدت رفع درجات کے لئے ہوتی ہے، اس شدت کا ان کے لئے خیر اور مفید ہونا بھی ظاہر ہے، محض کسی کی شدت دیکھ کر کسی کے مقرب یا مبغوض ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ہے، اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرما رہی ہیں: "فلا اکرہ شدة الموت لاحد الخ" [کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موت کی شدت کو دیکھ کر میں کسی مومن کے لئے موت کی شدت کو ناپسند نہیں کرتی۔] (مرقاة: ۲/۳۰۱)

موت کی شدت کا سبب

موت کی شدت اور تکلیف کا ایک سبب اس عالم دنیا سے تعلق بھی ہوتا ہے، جتنا کسی کو دنیا سے تعلق شدید ہوگا اس سے جدا ہوتے وقت تکلیف بھی اتنی زیادہ ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس عالم سے تعلق بہت زیادہ تھا، مگر تعلق کی انواع مختلف ہوتی ہیں، ایک حرص اور مال کی محبت کی وجہ سے دنیا کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، اہل دنیا کا تعلق اسی نوعیت کا ہوتا ہے، اور ایک تعلق شفقت والا ہوتا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلق اسی نوعیت کا ہے، کائنات میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو امت کے ساتھ شفقت کا تعلق نہیں ہو سکتا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو موجودہ امت اور آنے والی امت کی فکر بھی بہت تھی، بالخصوص آپ کو امت کو پیش آنے والے فتنوں سے مطلع کر دیا گیا تھا، اس کی بھی فکر تھی کہ ایسے فتنوں میں میری امت کا کیا حال ہوگا، غرضیکہ اس نوعیت کا تعلق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امت کے ساتھ بہت زیادہ تھا، اسی وجہ سے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

شدت بھی زیادہ محسوس فرمائی۔ (اشرف التوضیح)

مومن اور منافق کی مثال

﴿١٤٥٥﴾ وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تَفَيِّئُهَا الرِّيْحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا اُخْرٰى حَتّٰى يَأْتِيَهُ اَجَلُهُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْاَرْزَةِ الْمُجْذِيَةِ الَّتِيْ لَايُصِيْبُهَا شَيْءٌ حَتّٰى يَكُوْنَ اِنْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً۔ (متفق عليه)

حواله: بخاری شریف: ٢/٨٤٣، باب ماجاء فی كفارة المرض، كتاب المرضٰ، حدیث نمبر:٥٦٤٤۔ مسلم شریف: ٢/٣٧٥، باب مثل المؤمن كالزرع، كتاب صفات المنافقين واحكامهم، حدیث نمبر:٢٨٠٩۔

حل لغات: تفيئها تفيأ الشجرة، درخت کا سایہ دار ہونا، الرياح ہواؤں کا ہلانا، حرکت میں لانا، تصرعها صرع (ف) صرعا زمین پر گرانا، الارزة صنوبر کا درخت، المجذية ثابت، قائم، الجذی اصل، جڑ، يصيبها اصاب، اصابة افعال سے پالینا، انجعافها انجعف باب انفعال سے، اکھڑ جانا، جعف (ف) جعفا پٹ دینا، اکھاڑ دینا۔

ترجمه: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ مومن کی مثال تر و تازہ کھیتی کی ملائم ٹہنی کی سی ہے، ہوائیں اس کو ہلاتی رہتی ہیں، کبھی اس کو جھکا دیتی ہیں، اور کبھی اس کو سیدھا کر دیتی ہیں،

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

یہاں تک کہ اس کا وقت پورا ہو جاتا ہے، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی سی ہے، جو کہ اپنی مضبوط جڑوں کے ساتھ کھڑا رہتا ہے، اور کوئی چیز اس پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے، پس یک بارگی جڑ سے اکھڑ کر گر پڑتا ہے۔"

تشریح: اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ بندۂ مومن کی اللہ تبارک وتعالیٰ وقتاً فوقتاً آزمائش کرتے رہتے ہیں، اور وہ عام طور پر کسی نہ کسی پریشانی کا شکار رہتا ہے، اور مومن کے صبر ورضا پر اللہ تعالیٰ اس کو اجر عظیم عطا فرماتے ہیں، اور چونکہ منافقوں اور کافروں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو عام طور پر دنیا میں اتنا زیادہ آزمائش میں مبتلا نہیں فرماتے بلکہ دنیا ان کے لئے جنت ہے، اور یہی چیز ان کے فخر وغرور میں اضافہ کرتی ہے، اور اس کا انجام جہنم ہے، ارشاد خداوندی ہے:

"والذین کذبوا بآیٰتنا سنستدرجھم من حیث لایعلمون" (سورۃ اعراف: ۱۸۲) [اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے انہیں ہم اس طرح دھیرے دھیرے پکڑ لیں گے کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔] (آسان ترجمہ) وہ اپنی آیات کے جھٹلانے والوں کو اپنی حکمت کی بنا پر دفعۃً نہیں پکڑتے ہیں، بلکہ آہستہ آہستہ تدریجاً پکڑتے ہیں، جس کی ان کو خبر بھی نہیں ہوتی، لہٰذا دنیا میں کفار و فجار کی مالداری یا عزت وجاہ سے دھوکہ نہ کھایا جائے، کیونکہ درحقیقت ان کے لئے بھلائی کا سامان نہیں ہے، بلکہ تباہی و بربادی کا سامان ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۰۱)

ایضاً

﴿۱۴۵۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الزَّرْعِ لَاتَزَالُ الرِّيْحُ تُمِيْلُهٗ وَلَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ يُصِيْبُهُ الْبَلَاءُ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْاَرُزَةِ لَاتَهْتَزُّ حَتّٰى تُسْتَحْصَدَ۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۸۴۳/ ۲، باب ماجاء فی کفارة المرض، کتاب المرض، حدیث نمبر:۵۶۴۴۔مسلم شریف: ۳۷۵/ ۲، باب مثل المؤمن کالزرع، کتاب صفات المنافقین و احکامهم. حدیث نمبر:۲۸۰۹۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ مومن کی مثال کھیتی کی سی ہے، ہوا اس کو ادھر ادھر جھکا دیتی ہے، اور مومن پر برابر مصیبتیں آتی رہتی ہیں، اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت جیسی ہے، یہ جھکتا نہیں، پس جڑ سے اکھاڑ دیا جاتا ہے۔''

تشریح: اس سے قبل حدیث کے تحت تفصیل گذر چکی۔

بخار سے گناہ دور ہوتے ہیں

﴿۱۴۵۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ السَّائِبِ فَقَالَ مَالَكِ تُزَفْزِفِيْنَ قَالَتِ الْحُمّٰى لَا بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهَا قَالَ لَاتَسُبِّيْ الْحُمّٰى فَاِنَّهَا تُذْهِبُ خَطَايَا بَنِيْ آدَمَ كَمَا يُذْهِبُ الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔ (رواه مسلم)

حواله: مسلم شریف: ۳۱۹/ ۲، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه، کتاب البر و الصلة و الآداب، حدیث نمبر:۲۵۷۵۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام سائب کے پاس تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تمہیں کیا ہوا کہ کانپ رہی ہو، وہ بولیں کہ بخار ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بے برکت کرے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بخار کو گالی مت دو، بخار تو بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے، جیسے کہ بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کرتی ہے۔

تشریح: مؤمن کو جو بھی تکلیف پہونچتی ہے اس سے اس کے درجات بلند ہوتے ہیں، اور گناہ معاف ہوتے ہیں، اس حدیث شریف کا بھی یہی مقصد ہے کہ بخار سے انسان ٹوٹ کر رہ جاتا ہے، لیکن بخار کے ذریعہ اس کے گناہ مٹادئے جاتے ہیں، اور اس کو اس پر اجر دیا جاتا ہے اور اس کے درجات بلند کردئے جاتے ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ایک سال کے گناہ ایک رات کے بخار سے دور ہو جاتے ہیں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۰۳)

مریض پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت

﴿۱۴۵۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ اَوْ سَافَرَ کُتِبَ لَہٗ بِمِثْلِ مَا کَانَ یَعْمَلُ مُقِیْماً صَحِیْحاً۔ (رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۴۲۰، باب یکتب للمسافر مثل ما کان یعمل فی الاقامۃ، کتاب الجھاد، حدیث نمبر: ۲۹۹۶۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو اس کے لئے اتنا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

عمل لکھا جاتا ہے جتنا عمل وہ مقیم اور تندرست ہونے کی حالت میں کرتا تھا۔“

تشــریح: اگر کوئی شخص کسی نفل کام کو مواظبت سے انجام دیتا ہے پھر بیماری یا سفر درپیش ہونے کی بناپر وہ نیک کام اس سے فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس عمل کے نہ کر پانے کے باوجود اس کے ثواب کے سلسلہ کو برقرار رکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص اس نیک کام کو انجام دینے والا ہی شمار ہوتا ہے۔

اذا مرض العبد او سافر: بیماری یا سفر کی وجہ سے نفل کام فوت ہو گیا، اسی حکم میں بوڑھاپا بھی ہے تو بندہ اپنی جوانی میں کوئی نیک عمل انجام دیتا رہتا ہے، اور بوڑھاپے کی وجہ سے اس عمل کے انجام دہی سے قاصر ہے تو اس کو بھی ثواب ملتا رہے گا، ایک حدیث میں اس کی صراحت بھی ہے۔ (مرقاۃ:۲/۳۰۳)

طاعون میں مرنے والوں کی فضیلت

﴿۱۴۵۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ كُلِّ مُسْلِمٍ۔ (متفق عليه)

حواله: بخاری شریف: ۲/۸۵۳، باب مایذکر فی الطاعون، کتاب الطب، حدیث نمبر: ۵۷۳۲۔ مسلم شریف: ۲/۱۴۳، باب بیان الشهادة، کتاب الامارة، حدیث نمبر: ۱۹۱۶۔

تـرجـمـه: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ طاعون کے سبب مرنا ہر مسلمان کیلئے شہادت ہے۔“

تشریح: جو شخص طاعون سے متاثر بستی میں سکونت پذیر رہتا ہے پھر مرض میں مبتلا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہو جاتا ہے تقدیر پر رضامندی کے ساتھ صبر کرتا ہے، راہ فرار اختیار نہیں کرتا ہے تو یہ شخص شہید کا ثواب پاتا ہے۔

الطاعون شهادة لكل مسلم: طاعونی موت مسلمان کے حق میں شہادت ہے۔

طاعون کیا ہے؟

سوال: طاعون کس بیماری یا وبا کو کہتے ہیں؟

جواب: طاعون ایک خاص بیماری کا نام ہے جو کہ وبا کی شکل میں آتی ہے، اس بیماری میں بسا اوقات جسم کے مختلف حصوں میں خاص طور پر بغل میں گلٹی نکل آتی ہے، جسم سرخ یا سیاہ ہو کر جلنے لگتا ہے، دل پر گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے، قے وغیرہ آنے لگتی ہے، اور آدمی بہت جلد موت کے منہ میں پہونچ جاتا ہے۔

طاعون کا سبب

سوال: طاعون پھیلنے کا سبب کیا ہے، اور بیماری کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: اس سوال کے جواب میں مسند احمد بن حنبل کی روایت نقل کرنا مناسب ہوگا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میری امت طعن اور طاعون کی وجہ سے فنا ہوگی، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! طعن تو ہم جانتے ہیں لیکن طاعون کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ طاعون جنات کے اندرونی جسم کے ڈسنے کی وجہ سے ہوتا ہے کہ طاعون کا اصل سبب جنوں کا اندرونی جسم کو کچو کے لگانا ہے، لیکن جسم کے ظاہری حصہ پر اس کا اثر گلٹی اور

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

پھوڑے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری: ۲۱/۲۵۶)

طاعون میں مرنے والے کی شہادت کی وجہ

سوال: حدیث شریف میں طاعون کی وبا کی وجہ سے مرنے والے مسلمان کو شہید قرار دیا گیا ہے جب کہ شہید تو اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں جو کسی معرکہ میں مارا جائے اور اس پر نشانات بھی ہوں، طاعون کی وبا میں مرنے والے پر تعریف صادق نہیں آتی ہے، پھر اس کو شہید کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے والے کے علاوہ جن لوگوں کو بھی شہید کہا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو شہید کے برابر اجر سے نوازا جائیگا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۰۳)

شہید حکمی پانچ ہیں

﴿۱۴۶۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الشُّهَدَاءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَالْمَبْطُوْنُ وَالْغَرِیْقُ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔

(متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۳۹۷، باب الشهادة سوی القتل، کتاب الجهاد والسیر، حدیث نمبر: ۲۸۲۹۔ مسلم شریف: ۲/۱۴۲، باب بیان الشهداء، کتاب الامارة، حدیث نمبر: ۱۹۱۴۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ شہید پانچ شخص ہیں: (۱) طاعون سے مرنے والا۔ (۲) پیٹ کی بیماری میں مرنے والا۔ (۳) ڈوب کر مرنے والا۔ (۴) مکان گر کر مرنے والا۔ (۵) اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والا۔''

تشریح: شہید حقیقی تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جائے، لیکن شہادت کا ثواب قتل ہی میں منحصر نہیں ہے، بلکہ بعض دیگر اسباب سے بھی شہادت کی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

الشهداء خمسة: شہید پانچ ہیں۔

اشکال: اس حدیث شریف میں پانچ کا عدد ذکر کیا گیا ہے، جب کہ موطا میں روایت ہے کہ ''الشهداء سبعة'' (مؤطا امام مالک: ۸۱) شہداء سات قسم کے لوگ ہیں، اس کے علاوہ ترمذی میں ''الشهداء اربعة'' کے الفاظ آئے ہیں، عدد کا یہ اختلاف کیوں ہے؟

جواب: اعداد کا ذکر کہیں بھی حصر کی وجہ سے نہیں ہے، عدد کا اختلاف مختلف احوال کی وجہ سے ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سائلین کے مختلف احوال کی بنا پر مختلف جوابات عنایت کیے ہیں، یا پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اولاً تین کا علم عطا ہوا ہو، پھر علم کی زیادتی کے ساتھ شہداء کی تعداد بھی بڑھتی رہی، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو بیان کرتے رہے۔ (فتح الباری)

شہید کی قسمیں

شہید کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ شہید ہے جس پر دنیا کے احکام بھی دوسرے مسلمانوں سے مختلف ہوتے ہیں، ان کو دوسرے مسلمانوں کی طرح غسل نہیں دیا جاتا اور نہ ہی کفن دیا جاتا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہے، بلکہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں انہی کپڑوں میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

دوسری قسم کا شہید وہ ہے جس پر دنیا میں شہید والے احکام جاری نہیں ہوتے، بلکہ عام مسلمانوں والا معاملہ کیا جاتا ہے، لیکن ان کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ آخرت میں ان کو حق تعالیٰ شانہ شہادت کا ثواب عطا فرمائیں گے، اور ان کے ساتھ انعام و اکرام کا وہی معاملہ فرمائیں گے جو شہداء کے ساتھ فرماتے ہیں، اس حدیث میں دوسری قسم کا شہید مراد ہے، اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں دوسری قسم کے لوگوں کے شہید ہونے کی بشارت بھی وارد ہوئی ہے۔ (اشرف التوضیح)

بعض حضرات نے اس کی تفصیل بھی بیان فرمائی ہے، اوجز المسالک میں کافی تفصیل ہے، وہیں سے نقل کیا جاتا ہے:

شہداء کے اقسام

(۱)...... طاعون میں مرنے والا شہید ہے۔

(۲)...... ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔

(۳)...... ذات الجنب (نمونیہ) کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔

(۴)...... پیٹ کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے۔

(۵)...... جل کر مرنے والا شہید ہے۔

(۶)...... کسی چیز سے دب کر مرنے والا شہید ہے۔

(۷)...... بچہ کے ماں کے پیٹ میں مرنے کی وجہ سے مر جانے والی عورت شہید ہے۔

(۸)...... اللہ تعالیٰ کے راستہ میں بستر پر مرنے والا شہید ہے۔

(۹)...... جو عورت کنواری ہی وفات پا جائے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۱۰)......جس عورت کی موت حالت حمل میں ہو جائے۔

(۱۱)......سل کی بیماری میں مبتلا ہو کر مرنے والا۔

(۱۲)......مرگی کا مریض شہید ہے۔

(۱۳)......جو اپنے مال کی حفاظت کی وجہ سے قتل کیا گیا ہو۔

(۱۴)......جو شخص اپنے دین کی وجہ سے قتل کیا گیا ہو۔

(۱۵)......جو شخص جان کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا ہو۔

(۱۶)......جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا ہو۔

(۱۷)......جو ظلماً قتل کیا گیا ہو۔

(۱۸)......وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اسکے گھوڑے یا اونٹ نے روند کر مار دیا ہو۔

(۱۹)......جو کسی زہریلے جانور کے ڈسنے کی وجہ سے مر گیا ہو۔

(۲۰)......جو اپنے بستر مرگ پر مرے وہ شہید ہے۔

(۲۱)......جو شخص لو لگنے کی وجہ سے مرے وہ بھی شہید ہے۔

(۲۲)......جو شخص اچھو لگنے کی وجہ سے مر جائے وہ بھی شہید ہے۔

(۲۳)......جو شخص کسی درندہ کے حملہ سے مر جائے۔

(۲۴)......جو شخص اپنی سواری سے گر کر مر جائے۔

(۲۵)......سمندری سفر میں چکراہٹ متلی اور قی کی وجہ سے مرنے والا۔

(۲۶)......سچی نیت کے ساتھ شہادت کا طالب شہید لکھا جاتا ہے۔

(۲۷)......پہاڑ کے اوپر سے گر کر مرنے والا شہید ہے۔

(۲۸)......طاعون زدہ بستی میں ثواب کی امید سے صبر کے ساتھ ٹھہرنے والا شہید ہے۔

(۲۹)......بخار میں مبتلا ہو کر مرنے والا شہید ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۳۰)...... جیل خانہ میں مرنے والا شہید ہے جب کہ وہ ظلماً محبوس ہوا ہو۔

(۳۱)...... علم کی طلب میں مرنے والا شہید ہے۔

(۳۲)...... جس کو بادشاہ نے ظلماً قید کیا اور وہ مر گیا تو وہ شہید ہے۔

(۳۳)...... بادشاہ نے ظلماً پٹائی کی اور وہ مر گیا تو وہ بھی شہید ہے۔

(۳۴)...... سرحد کی حفاظت کرنے والا اپنے بستر پر مرے تب بھی شہید ہے۔

(۳۵)...... جس شخص کو نظر لگی اور وہ مر گیا تو وہ بھی شہید ہے۔

(۳۶)...... مسافر کی موت بھی شہادت ہے۔

(۳۷)...... جو شخص کسی بیماری میں مبتلا ہو کر مرے وہ بھی شہید ہے۔

(۳۸)...... نفاس کی حالت میں مرنے والی عورت شہید ہے۔

(۳۹)...... جس شخص نے اپنے آپ کو کسی برائی سے روکا اور وہ مر گیا تو وہ بھی شہید ہے۔

(۴۰)...... جس شخص نے کسی سے عشق ومحبت کی اور پاک دامن رہا اور چھپائے رہا پھر مر گیا تو وہ بھی شہید ہے۔

(۴۱)...... جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ دعا پڑھے **"اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم"** اور سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے پھر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو وہ شہید ہوا۔

(۴۲)...... جو شخص رات میں سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے اور اسی رات میں مر جائے تو شہید ہوا۔

(۴۳)...... حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اے انس اگر تم سے ہو سکے کہ ہمیشہ باوضو رہو تو ایسا کرو، کیونکہ ملک الموت جب کسی بندے کی روح قبض کرتے ہیں اور وہ باوضو ہوتا ہے تو اس کے لئے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

شہادت لکھ دی جاتی ہے۔

(۴۴)......حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جو شخص چاشت کی نماز پڑھے اور ہر مہینہ تین دن روزہ رکھے اور وتر نہ چھوڑے تو اس کے لئے شہید کا اجر لکھ دیا جاتا ہے۔

(۴۵/۴۶)......حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص جمعہ کے دن یا رات میں مر جائے تو وہ عذاب قبر سے محفوظ ہو جاتا ہے، اور قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہادت کی مہر ہوگی۔

(۴۷)...... جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خراج دیتا ہے تو اس پر شہادت کی مہر لگا دی جاتی ہے۔

(۴۸)......دہشت کی وجہ سے اپنے بستر پر مرنے والا۔

(۴۹)......حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اللہ کے نزدیک سب سے مکرم شہید کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص ظالم حاکم کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا، پھر اس نے قتل کر دیا۔

(۵۰)......حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ پاک نے غیرت کو عورت کے لئے اور جہاد کو مردوں کے لئے لکھ دیا ہے، پس جو عورت غیرت پر صبر کرے اس کے لئے شہادت کا اجر ہے۔

(۵۱)......جو شخص ہر دن ۲۵ مرتبہ یہ دعا پڑھے "اللھم بارک لی فی الموت وفی مابعد الموت" پھر وہ بستر پر مر گیا، اللہ پاک اس کو شہید کا اجر عطا فرمائے گا۔

(۵۲)......فساد امت کے وقت سنت پر قائم رہنے والا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۵۳)......محض ثواب کی نیت سے اذان دینے والا۔

(۵۴)......جو شخص مدارات (اچھے سلوک) کے ساتھ زندگی بسر کرنے والا ہو۔

(۵۵) سچا دیانت دار تاجر۔

(۵۶)......مسلمانوں کے لئے غلہ جمع کرنے والا۔

(۵۷)......اپنے اہل وعیال وغیرہ کے لئے کمانے والا۔

(۵۸)......جو شخص اپنی بیماری میں ۴۰ مرتبہ یہ آیت کریمہ پڑھے "لا الــــہ الا انــت سبحانک انی کنت من الظالمین" پھر مر جائے۔

(۵۹)......ہر رات سورۂ یٰسین شریف پڑھنے والا۔

(۶۰)......باوضو رات گذارنے والا۔

(۶۱)......حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ۱۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھنے والا۔

(۶۲)......حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا ایک شخص کے بارے میں جس شخص نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا پھر ٹھنڈ لگنے کی وجہ سے مر گیا؟ تو آپ نے فرمایا کیا ہی اچھی شہادت ہے۔

(۶۳)......جو سرحد کی حفاظت کرنے والا ہو۔

(۶۴)......جو شخص حج وعمرہ کے دوران مرتا ہے وہ شہید ہے۔

(۶۵)......جو شخص بیت المقدس میں مرے۔

(۶۶)......جو شخص مکہ مکرمہ میں مرے۔

(۶۷)......جو شخص مدینہ منورہ میں مرے۔

(۶۸)......وہ شخص جو دبلاہٹ کی بیماری سے مرے وہ شہید ہے۔

(۶۹)......وہ شخص جو یہ دعا صبح وشام پڑھے: "سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا العلی العظیم.“

(۷۰)...... جو شخص نوے (۹۰) برس کا ہو کر مرے۔

(۷۱)...... جو شخص آسیب زدہ ہو کر مرے۔

(۷۲)...... جو شخص اس حال میں مرے کہ اس کے ماں باپ اس سے خوش ہوں۔

(۷۳)...... نیک بخت بیوی کہ جو مر جائے اور خاوند اس سے خوش ہو۔

(۷۴)...... امام عادل۔

(۷۵)...... حاکم شرعی یعنی قاضی جو منصفانہ اور برحق فیصلہ و حکم صادر کرتا ہو وہ بھی شہید ہے۔

(۷۶)...... جو شخص نا طاقت والا چار مسلمانوں کی حمایت میں کلمۂ خیر کہے یا اس کی مدد کو پہنچے تو وہ بھی شہید ہے۔

(۷۷)...... مرتث یعنی وہ شخص جو جہاد میں زخموں سے چور اور نا تواں ہو جانے کے بعد کچھ عرصہ زندہ رہے اور راحت و زندگی کی کسی چیز سے فائدہ اٹھائے تو وہ بھی شہید ہے۔

(۷۸)...... سامان جہاد مہیا کرانے والا بھی شہید ہے۔

(۷۹)...... جو شخص کلمۂ توحید پڑھتا ہوا مرے تو وہ بھی شہید ہے۔

(اوجز: ۲/۲۸۹ تا ۲/۲۹۰، باب النھی علی البکاء علی المیت، مرقلۃ: ۲/۳۰۳، مطبوعہ ممبئی، شامی زکریا: ۱۵۴، ۱۶۵، باب الشھید، احکام میت (مصنفہ ڈاکٹر عبدالحی) مظاہر حق جدید میں بھی کافی تفصیل موجود ہے۔)

طاعون مسلمانوں کے حق میں رحمت ہے

﴿۱۴۶۱﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ فَأَخْبَرَنِيْ أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِيْنَ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ۔ (رواه البخاری)

حواله: بخاری شریف: ٢/٨٥٣، باب اجر الصابر علی الطاعون، کتاب الطب، حدیث نمبر: ٥٧٣٤۔

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ درحقیقت یہ ایک عذاب ہے، اللہ تعالیٰ جن بندوں پر چاہتا ہے اس کو بھیجتا ہے، لیکن یہ ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ اپنے شہر میں طاعون کی وبائی حالت میں صبر کے ساتھ اور اس امید کے ساتھ مقیم رہے کہ جو کچھ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے وہی وقوع پذیر ہوگا تو اس کو شہادت کا اجر ملے گا۔

تشریح: جو شخص طاعون زدہ علاقہ میں تقدیر پر رضامندی کے ساتھ سکونت پذیر رہے اور اس بات پر کامل اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی جو ہوگی وہی ہو کر رہے گا، اگر موت لکھی ہے تو اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا ہے، اور اگر حیات مقدر ہے تو کوئی مار نہیں سکتا، تو ایسے شخص کو شہید کے برابر ثواب ملے گا، اگر چہ اس کی موت طاعون کی وجہ سے نہ بھی ہو۔

فاخبرنی عن الطاعون: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ طاعون میں کیا حکمت ہے،

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ طاعون بعض بندوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، اور بعض کے حق میں رحمت کی زیادتی کا سبب ہے۔

فیـمـکـث: جس علاقہ میں طاعون پھیل جائے اس علاقہ کے لوگوں کے لئے شریعت کا حکم یہ ہے کہ وہاں سے موت کے ڈر سے فرار اختیار نہ کریں، اس بات کی آگے وضاحت بھی آ رہی ہے کہ اگر کوئی شخص شریعت کے اس حکم کی تعمیل کر رہا ہے اور وہیں ٹھہرتا ہے مقصد صرف حصول ثواب ہے، مال و دولت کی حفاظت اصل مقصود نہیں ہے، اور نکلنے پر قدرت کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کر کے تقدیر کے لکھے پر راضی رہتے ہوئے ٹھہرتا ہے، تو طاعون ایسے شخص کے لئے باعث رحمت ہے، اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے لئے شہید کے برابر اجر لکھا جائے گا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۰۴)

طاعون زدہ بستی میں جانے اور فرار ہونے کی ممانعت

﴿۱۴۶۲﴾ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ رِجْزٌ أُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تُقْدِمُوْا عَلَيْهِ وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۱/۴۹۴، باب كتاب الانبياء، حديث نمبر: ۳۴۷۳۔ مسلم شریف: ۲/۲۲۸، باب الطاعون، والطيرة، كتاب السلام، حديث نمبر: ۲۲۱۸۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ طاعون عذاب الٰہی ہے، جو کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم سے پہلی قوموں پر نازل کیا گیا تھا، اگر تم کو یہ معلوم ہو کہ فلاں جگہ طاعون پھیلا ہے تو وہاں مت جاؤ۔ اور اگر ایسی جگہ میں طاعون پھیلے جہاں تم پہلے سے موجود ہو تو پھر وہاں سے راہ فرار اختیار مت کرو۔

تشریح: طاعون ایک عذاب ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت سی قوموں کو طاعون کی وبا کے ذریعہ سے ہلاک فرمایا ہے، بنی اسرائیل پر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی نافرمانی کی وجہ سے یہ عذاب بھیجا تھا، طاعون کے بارے میں ہماری شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس علاقہ میں پھیل جائے وہاں موجود شخص موت کے ڈر سے راہ فرار اختیار نہ کرے، اور جو شخص اس بستی میں موجود نہیں ہے وہ وہاں داخل بھی نہ ہو۔

الطاعون رجز ارسل علی طائفة من بنی اسرائیل: بنی اسرائیل سے کونسی طائفہ مراد ہے؟ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا: ''**ادخلوا الباب سجدا**'' سجدہ کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو، لیکن انہوں نے اپنی بدبختی کی بنا پر فرمان رب کی خلاف ورزی کی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب مسلط کیا تھا، ارشاد خداوندی ہے: ''**فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء**'' پھر ہم نے ان ظالموں پر آسمان سے عذاب اتارا، اور وہ عذاب طاعون ہی تھا، اور طاعون کی وبا کا شکار ہونے والی بنی اسرائیل کی وہ قوم جس کا حدیث باب میں ذکر ہے یہی تھی۔

فاذا سمعتم به بارض فلا تقدموا علیه: اسلام کا بنیادی عقیدہ تو یہی ہے کہ نہ تو کسی جگہ جانا موت کا سبب ہے، اور نہ کسی جگہ سے بھاگنے سے موت سے بچا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جا سکتا ہے، لیکن اس کے باوجود طاعون زدہ بستی میں داخل ہونے سے روکنا چند اہم حکمتوں کی بنا پر ہے۔

طاعون زدہ بستی میں دخول سے ممانعت کی حکمتیں

طاعون زدہ بستی میں داخل ہونے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو روکا ہے اس کی چند حکمتیں ہیں:

(۱)...... ممکن ہے کہ کسی شخص کی زندگی اس بستی میں داخل ہوتے ہی پوری ہوجائے، اور وہ مرجائے، پھر مرنے والے کے بارے میں لوگوں کا یہ گمان قائم ہو کہ اگر وہ اس بستی میں نہ آتا تو موت کا شکار نہ ہوتا، حالانکہ اس کی موت لکھی تھی، وہ آکر رہتی، مسلمانوں کے عقیدہ میں خرابی نہ آجائے اور وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی بستی میں جانے سے منع فرمایا ہے۔

(۲)...... آدمی کے ذمہ اپنی حفاظت کرنا لازم ہے، جہاں تکلیف یا اذیت پہونچنے کا خطرہ ہو وہاں جانے سے گریز کرنا چاہئے، اور طاعون زدہ بستی میں داخل ہونے سے روکنا بھی اسی احتیاط کا ایک حصہ ہے۔

دخول کا حکم

بعض حضرات حدیث شریف میں وارد نہی کو تحریمی کہتے ہیں، چنانچہ ان کے نزدیک ایسی بستی میں داخل ہونا مکروہ تحریمی ہے، جبکہ بعض دیگر لوگ نہی کو تنزیہی مانتے ہیں، لہٰذا جو شخص مضبوط عقیدہ والا ہو اس کے داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح تیمارداری کی غرض سے جانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

و اذا وقع بارض و انتم بھا فلا تخرجوا: جس طرح طاعون زدہ بستی میں داخل ہونا منع ہے، اسی طرح طاعون زدہ بستی میں موجود لوگوں کے لئے وہاں سے بھاگنا بھی منع ہے۔

طاعون زدہ بستی سے خروج کی ممانعت کی حکمتیں

(۱)......خروج سے ممانعت کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ جو طاقتور وتوانا لوگ ہوں گے وہ تو بھاگ جائیں گے، کمزور اور ضعفاء لوگ رہ جائیں گے، پھر وہ وحشت وتنہائی کے خوف سے ہی مرنے لگیں گے، طاعون کے شکار ہونے کی وجہ سے ان کی حالت مزید ابتر ہوگی، ایسے میں ان کی دیکھ ریکھ کرنے والا اور انتقال کی صورت میں کفن دفن کرنے والا میسر نہ ہوگا، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بستی سے خروج کی ممانعت فرمائی ہے۔

(۲)...... دوسری حکمت یہ ہے کہ جو لوگ بھاگیں گے ان میں سے کچھ ابتدائی طور پر ہی طاعون کا شکار ہو چکے ہوں گے، ممکن ہے جب بستی میں یہ جائیں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ان کے پہونچنے کے بعد وہاں طاعون پھیل جائے، تو لوگوں کا عقیدہ بنے گا کہ انہی لوگوں کی وجہ سے طاعون کی وبا پھیلی ہے۔ اس غلط فہمی کا لوگ شکار نہ ہوں اس بناء پر بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طاعون زدہ بستی سے نکلنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

اسلام میں طاعون کی ابتداء

اسلام میں طاعون کی سب سے پہلے وبا "رملہ" اور "بیت المقدس" کے درمیان ایک

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بستی ''عمواس'' میں پھیلی، اس میں تیس ہزار کے قریب مسلمان شہید ہوئے۔

تبدیلی ماحول کے لئے نکلنا

فلا تخرجوا فرارا منه: اگر کوئی شخص موت کے ڈر سے نہیں بھاگ رہا ہے بلکہ صرف ماحول کی تبدیلی کے لئے نکل رہا ہے، اور اس کا عقیدہ پختہ ہے کہ موت تو جب اور جہاں آنی ہے آ کر رہے گی تو اس خروج میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۰۴)

بینائی چلے جانے پر صبر کی فضیلت

﴿۱۴۶۳﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالىٰ اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ ثُمَّ صَبَرَ عَوَّضْتُهٗ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ۔

(رواه البخاری)

حواله: بخاری شریف: ۸۴۴/۲، باب فضل من ذهب بصره، کتاب المرض، حدیث نمبر: ۵۶۵۳۔

ترجمه: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب میں اپنے بندہ کو اس کی دو محبوب چیزوں میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض جنت عطا کروں گا، راوی کہتے ہیں کہ محبوب سے مراد دونوں آنکھیں ہیں۔''

تشریح: بینائی سے محروم ہو جانے پر صبر کرنا چاہئے، شکوہ شکایت سے گریز کرنا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

چاہئے، جو شخص تقدیر پر راضی رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے تسلیم ورضا کی بنا پر سیدھا جنت میں داخل کریں گے۔

عینیہ: یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تشریح ہے، مطلب یہ ہے کہ حدیث باب میں ”حبیبتیہ“ سے مراد آنکھیں ہیں، اور یہ بات ظاہر بھی ہے کہ انسان کے جسمانی اعضاء میں آنکھ انتہائی محبوب اور عزیز چیز ہے، اس کے چلے جانے پر صبر کا صلہ جنت ہے۔ (مرقاۃ:۲/۳۰۴)

﴿الفصل الثانی﴾

عیادت کی فضیلت

﴿۱۴۶۴﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُوْدُ مُسْلِماً غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيْفٌ فِي الْجَنَّةِ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۲، باب فی فضل العیادۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۰۹۸۔ ترمذی شریف: ۱/۱۹۱. باب ماجاء فی عیادۃ المریض، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۶۹۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جو مسلمان صبح کے وقت کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مصروف دعا رہتے ہیں، اگر شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں، اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ مقرر کیا جاتا ہے۔''

تشریح: دن کے وقت عیادت کرنے والے کے لئے اور رات کے وقت عیادت کرنے والے کے لئے ستر ہزار فرشتے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں، اور ظاہر بات ہے کہ فرشتوں کی دعا کو قبول ہونا ہی ہونا ہے، اس حدیث شریف کی روشنی میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں دن بڑا ہو اس زمانہ میں صبح کے وقت عیادت کرنی چاہئے، اور جب رات بڑی ہو تو شام کے وقت عیادت کرنی چاہئے۔ (الدر المنضود: ۵/۲۰۸)

غدوۃ: مراد زوال سے پہلے دن کا ابتدائی حصہ ہے۔

عشیۃ: زوال کے بعد یا رات کا ابتدائی حصہ۔

اس حدیث شریف میں ستر ہزار فرشتوں کی دعاءِ مغفرت کا ذکر ہے، جب کہ ابوداؤد شریف ہی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرنے کے بعد اپنے مسلمان بھائی کی عیادت محض ثواب کی نیت سے کرے تو وہ شخص جہنم سے ساٹھ سال کی مسافت کے بقدر دور کردیا جاتا ہے، ان احادیث میں عیادت کا ثواب کا اتنا تذکرہ ہے اسی بنا پر بعض لوگوں نے فرمایا ہے کہ ''العیادۃ افضل من العبادت'' [عیادت کرنا عبادت سے بھی افضل ہے۔]

''وکان لہ خریف فی الجنۃ'' خریف کے معنی ہیں بستان، یعنی باغ، ترمذی کی روایت میں ''لم یزل فی خرفۃ الجنۃ'' اور اس روایت کے ایک دوسری طریق میں اس کا اضافہ ہے کہ ''قیل ماخرفۃ الجنۃ قال جناھا'' یعنی جنت کے پھل وفواکہ۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

آشوب چشم کے مریض کی عیادت

﴿۱۴۶۵﴾ وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ عَادَنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَّجَعٍ كَانَ بِعَيْنَيَّ۔

(رواہ احمد وابوداؤد)

حوالہ: مسند احمد: ۴/۳۷۵، ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۲، باب فی العیادۃ من الرمد، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۰۲۔

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے اس وقت تشریف لائے جب کہ میری آنکھوں میں تکلیف تھی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ آشوب چشم کے مریض کی عیادت کرنا بھی سنت ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معمولی مرض میں مبتلا لوگوں کی عیادت کر کے اپنے عمل سے یہ درس دیا کہ معمولی مرض کے مریض کی عیادت بھی سنت ہے۔

باوضو عیادت کی فضیلت

﴿۱۴۶۶﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ وَعَادَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ مُحْتَسِباً بُوْعِدَ مِنْ جَهَنَّمَ مَسِيْرَةَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سِتِّیْنَ خَرِیْفاً۔ (رواہ ابو داؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۱، باب فی فضل العیادۃ علی وضوء، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۰۹۷۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا، پھر اپنے مسلمان بھائی کی اجر وثواب کی نیت سے عیادت کی تو وہ دوزخ سے ساٹھ سال کی مسافت کے بقدر دور کردیا گیا۔''

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض کی عیادت کے لئے وضو کرکے جانا افضل ہے، اس لئے کہ مریض کی عیادت کرنا عبادت ہے، اور عبادت اکمل درجہ کی کرنا افضل ہے، اور اکمل درجہ یہ ہے کہ باوضو کیا جائے، تبھی وہ بارگاہ رب العالمین میں قبولیت کے زیادہ لائق ہوگی، لیکن علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مریض کی عیادت کے لئے وضو کرنا مسنون نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۰۵)

عیادت کے وقت کی دعا

﴿۱۴۶۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَعُوْدُ مُسْلِماً فَیَقُوْلُ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَسْأَلُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اَنْ یَّشْفِیَکَ اِلَّا شُفِیَ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ قَدْ حَضَرَ اَجَلُہٗ۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۲، باب الدعاء للمریض عند

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

العیادة، حدیث نمبر:۳۱۰۶۔ ترمذی شریف: ۲/۲۸، باب ماجاء فی العسل، کتاب الطب، حدیث نمبر:۲۰۷۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کے وقت سات مرتبہ یہ دعا نیہ کلمات کہے،''اسأل اللہ العظیم الخ'' [میں اللہ رب العالمین سے جو عرش عظیم کا بھی رب ہے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو شفاء عطا کرے، اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا فرمائیں گے، الا یہ کہ اس کی موت ہی کا وقت آ گیا ہو۔]

تشریح: اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر مریض کی عیادت کرنے والا شخص اس دعاء کو سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے اس مریض کو بہت جلد شفا عطا فرمادیتے ہیں، جب کہ اس کا آخری وقت نہ آیا ہو، اگر اس کا آخری وقت آ چکا ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مریض پر موت کو آسان کردیتے ہیں، اور موت کی سختیوں سے بچا لیتے ہیں۔(مرقاۃ:۲/۳۰۶)

بخار کے دور کرنے کی دعا

﴿۱۴۶۸﴾ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یُعَلِّمُهُمْ مِنَ الْحُمّٰی وَمِنَ الْاَوْجَاعِ کُلِّهَا اَنْ یَّقُوْلُوْا "بِسْمِ اللّٰهِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ" (رواہ الترمذی) وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَایُعْرَفُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ اِسْمٰعِیْلَ وَهُوَ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۲۷، باب ماجاء فی تبرید الحمی بالماء، کتاب الرقی، حدیث نمبر: ۲۰۷۵۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بخار اور ہر طرح کے درد کے دور کرنے کے لئے یہ دعا سکھاتے تھے کہ وہ پڑھیں: "بسم اللہ الکبیر الخ" [اللہ بزرگ و برتر کے نام سے میں پناہ لیتا ہوں اللہ بزرگ و برتر کی ہر جوش مارنے والی رگ کے شر سے اور آگ کی حرارت کے شر سے۔] (ترمذی) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے، صرف ابراہیم بن اسماعیل کی روایت سے جانی جاتی ہے، اور وہ روایت حدیث میں ضعیف شمار ہوتے ہیں۔

تشریح: نعّار: جوش مارنے والی۔

من شر کل عرق نعار: جوش مارنے والی رگ سے پناہ مانگنے کی وجہ یہ ہے کہ جب خون جوش مارتا ہے یا خون کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آدمی کو تکلیف وہی کا سبب بنتا ہے، اور اس کے ذریعہ بخار اور دوسرے امراض ہو جانے کا باعث بنتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۰۶)

مریض کے لئے دعاء

﴿۱۴۶۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ اشْتَکٰی مِنْکُمْ شَیْئًا اَوِ اشْتَکَاہُ اَخٌ لَہٗ فَلْیَقُلْ رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اِسْمُکَ اَمْرُکَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ کَمَا رَحْمَتُکَ فِی السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ فِی الْاَرْضِ اِغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا اَنْتَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْعِ فَيَبْرَأَ۔ (رواه ابوداؤد)

حواله: ابوداؤد شریف: ۲/۵۴۳، باب کیف الرقی، کتاب الطب، حدیث نمبر: ۳۸۹۲۔

ترجمه: حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا کوئی دوسرا شخص اپنے بھائی سے اپنی بیماری کا ذکر کرے تو اس کو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے: "ربنا الله الذی الخ" [ہمارا رب وہ اللہ ہے جو آسمان میں ہے، یا اللہ! آپ کا نام پاک ہے، آپ ہی کا حکم آسمان وزمین میں ہے، جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے، اپنی رحمت زمین میں بھی عنایت فرمادیجئے، ہمارے گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرمادیجئے، آپ پاکیزوں کے پروردگار ہیں، اپنی رحمت میں سے کچھ رحمت اور اپنی شفا میں سے کچھ شفاء اس بیمار پر نازل کردیجئے۔] اس دعا کی برکت سے بیمار اچھا ہوجائے گا۔

تشریح: بیمار شخص مذکورہ دعا پڑھ کر اپنے لئے دعاءِ شفاء طلب کرے، تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے شفا پا جائے گا، حدیث شریف میں جو دعا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعتراف اور اپنے قصور پر ندامت کا اظہار اور عاجزی کے ساتھ اپنی بیماری سے شفایابی کی درخواست ہے۔

ربنا الله الذی فی السماء: تمام معبودانِ باطلہ سے بیزاری کے اظہار کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی کرنے کا اعتراف ہے، اور یہ بتانا مقصود ہے کہ نہ آسمان کی کوئی ایسی شی ہے جو عبادت کے لائق ہوسکتی ہے، اور نہ زمین میں کوئی عبادت کے قابل ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رحمتک فی السماء: آسمان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت خصوصی ہے جو کوئی بھی وہاں ہے اس کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہے، اور زمین میں بھی ایمان والوں پر خصوصی عنایت ہے، اور کافروں پر نہیں ہے، عمومی رحمت سب پر ہے، آسمان والوں پر ایک خصوصی عنایت اس لئے ہے کہ وہ صرف پاکیزہ معصوم حضرات ہی ہیں۔

رب الطیبین الخ: اللہ تعالیٰ تو سب ہی کا رب ہے، طیبین کی طرف اضافت تشریفیہ ہے، یعنی طیبین کی شرافت کے اظہار کے لئے ان کی طرف اضافت کردی گئی۔ طیبین سے مراد وہ حضرات ہیں جو شرک سے پاک ہیں، نیز برے اقوال اور برے اعمال سے پاک ہیں۔ (مرقاۃ:۲/۳۰۶)

دعا بوقت عیادت

﴿۱۴۷۰﴾ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ الرَّجُلُ يَعُوْدُ مَرِيْضاً فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ يَنْكَأُ لَكَ عَدُوًّا اَوْ يَمْشِيْ لَكَ إِلٰى جَنَازَةٍ۔ (رواه ابوداؤد)

حواله: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۳، باب الدعاء للمريض عند العيادة، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۰۷۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی آدمی بیمار کی عیادت کے لئے آئے تو یہ دعاء پڑھے: "اللهم اشف الخ" [اے اللہ! اپنے اس بندے کو شفاء عطا فرما دیجئے، تا کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

یہ تیرے دشمنوں کو سزا دے یا تیری رضا کے لئے کسی جنازہ کے ساتھ جائے۔]“

تشریح: ینکأ لک: تیرے دشمن کا سر توڑیگا۔ یعنی اپنے اس بندے کو اس لئے شفا عطا فرمادیجئے تا کہ یہ صحت مند ہو کر تیری رضا اور خوشنودی کے لئے تیرے راستہ میں قتال کرے، اور تیرے دین کو سر بلند کرے، یا دلیل اور حجت کے ذریعہ دشمنان اسلام کو شکست فاش دے۔(مرقاة:۲/۳۰۷)

یمشی لک الی جنازة: تیرے کسی بندہ کے جنازہ میں شریک ہوگا۔

مصائب پر اجر وثواب

﴿۱۴۷۱﴾ وَعَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أُمَيَّةَ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اِنْ تُبْدُوْا مَافِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ وَعَنْ قَوْلِهٖ مَنْ يَعْمَلْ سُوْءً يُجْزَبِهٖ فَقَالَتْ مَا سَأَلَنِيْ عَنْهَا اَحَدٌ مُنْذُ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ الْعَبْدَ بِمَا يُصِيْبُهٗ مِنَ الْحُمّٰى وَالنَّكْبَةِ حَتّٰى الْبِضَاعَةِ يَضَعُهَا فِيْ يَدِ قَمِيْصِهٖ فَيَفْقِدُهَا فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى اِنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ الْاَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ۔ (رواه الترمذی)

حواله: ترمذی شریف: ۲/۱۲۸، باب ومن سورة البقرة، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر: ۲۹۹۱۔

حل لغات: النكبة پھوڑا پھنسی۔ التبر سونا۔ الكير بھٹی۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت علی بن زید حضرت امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "ان تبدو الآیة" کے بارے میں معلوم کیا، یعنی اگر تم ظاہر کروگے جو کچھ دل میں ہے یا اس کو چھپاؤ گے اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد "من یعمل سوا یجز به" کے بارے میں معلوم کیا، یعنی جو شخص برا عمل کرے گا تو اس کا بدلہ دیا جائے گا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا جب سے اس بارے میں میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ہے کسی نے مجھ سے اس بارے میں سوال نہیں کیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے عتاب ہے، جس میں وہ بندہ کو بخار یا کسی اور پریشانی میں مبتلا کرتا ہے، یہاں تک کہ مال میں سے کچھ چیز جس کو وہ اپنی آستین میں رکھتا ہے اور وہ گم ہو جاتی ہے تو وہ اس پر اظہار افسوس کرتا ہے، یہاں تک کہ بندہ گناہوں سے اس طرح صاف ہو جاتا ہے، جس طرح سونا بھٹی سے کندن ہو کر نکلتا ہے۔

تشریح: فقال هذا معاتبة الله: ان دونوں آیتوں کے معنی پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بندوں کے خیالات پر محاسبہ ہوگا، اور دوسری آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر برے عمل کی سزا ملے گی، چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو، لہٰذا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشویش لاحق ہوئی، اور سخت حیران و پریشان ہوئے کہ کیا کریں، اس لئے کہ چھوٹے چھوٹے گناہ خاص طور سے جو برے خیال آتے ہیں ان سے بچنا ممکن نہیں، اسی وجہ سے حضرت امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان آیات کا مطلب پوچھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان آیتوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دل کی باتوں پر محاسبہ کرے گا، اور تمام گناہوں پر عذاب دیگا، بلکہ اس محاسبہ اور جزا سے مراد یہ ہے کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

گناہوں کے سبب بطور عتاب کے دنیا میں رنج وغم بھوک اور پیاس اور مرض وغیرہ میں مبتلا کردیتا ہے، تاکہ دنیا سے پاک اور صاف ہوکر جائیں تو یہ دنیوی عتاب ہے، بطور رحمت اور شفقت، جیسا کہ دو دوستوں میں کوئی ایک دوست اپنے دوسرے دوست پر اس کی بے ادبی کی بناء پر اس پر ناراض ہو، اور اس پر غصہ کرے، حالانکہ دل میں اس دوست کی محبت موجود ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ بندوں پر گناہوں کے سبب بطور عتاب کے دنیا میں آزمائشوں میں مبتلا کرتے ہیں تاکہ بندے دنیا سے گناہوں سے پاک وصاف ہوکر نکلیں۔

(مرقاۃ: ۲/۳۰۷، التعلیق الصبیح: ۲/۲۰۲، الطیبی: ۲/۳۱۹)

گناہ! مصیبت کا سبب ہے

﴿۱۴۷۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یُصِیْبُ عَبْداً نَکْبَۃٌ فَمَا فَوْقَھَا اَوْ دُوْنَھَا اِلَّا بِذَنْبٍ وَمَا یَعْفُو اللّٰہُ عَنْہُ اَکْثَرُ وَ قَرَأَ وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔ (رواہ الترمذی)

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۱۶۱، باب ومن سورۃ الشوریٰ، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر: ۳۲۵۲۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''کہ بندہ کو کم یا زیادہ جو بھی تکلیف پہونچتی ہے، وہ درحقیقت گناہ کے سبب سے ہوتی ہے، اور بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ یوں ہی معاف فرمادیتے ہیں، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''وما اصابکم

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الخ" تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اعمال کا ثمرہ ہے، اور اللہ تعالیٰ تو بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

تشریح: ہر مصیبت کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے انسان کو پہونچتی ہے، حدیث باب میں جو آیت مذکور ہے جب نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس شخص کو لکڑی سے کوئی خراش آجائے یا کوئی رگ دھڑکتی ہے یا قدم کو لغزش ہوتی ہے یہ سب اس کے گناہ کے سبب سے ہوتا ہے، اور ہر گناہ کی سزا اللہ تعالیٰ نہیں دیتے ہیں۔

حدیث باب یا قرآن مجید کی آیت میں جو بات ہے وہ ان لوگوں کیلئے مخصوص ہے جن سے گناہ سرزد ہوتے ہیں، اور جو لوگ گناہ سے پاک ہیں ان کو دیگر اسباب کی وجہ سے تکالیف پہنچتی ہیں، مثلاً رفع درجات اور اللہ تعالیٰ سے قرب میں اضافہ کی وجہ سے۔ (مرقاۃ:۲/۳۰۸)

بیماری میں زمانۂ تندرستی کے عبادتی معمول کا ثواب

﴿۱۴۷۳﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا كَانَ عَلٰی طَرِیْقَةٍ حَسَنَةٍ مِنَ الْعِبَادَةِ ثُمَّ مَرِضَ قِیْلَ لِلْمَلَكِ الْمُوَكَّلِ بِهٖ اُكْتُبْ لَهٗ مِثْلَ عَمَلِهٖ اِذَا كَانَ طَلِیْقًا حَتّٰی اُطْلِقَهٗ اَوْ اَكْفِتَهٗ اِلَیَّ۔

حواله: شرح السنة للبغوی: ۳/۴۲۷، باب المریض یکتب له مثل عمله، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۳۰۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ بندہ نیکی کے راہوں پر گامزن ہوتا ہے، اور اسی حال میں بیمار ہوتا ہے تو اس کے لئے اعمال لکھنے والے فرشتے سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے اعمال اس طرح لکھو جس طرح اس کی صحت کی حالت میں لکھتے تھے، یہاں تک کہ اس کو صحت عطا کردوں، یا اپنے پاس بلالوں۔

تشریح: جس طرح بندہ کو صحت کے زمانہ میں اس کی عبادت کرنے پر ثواب ملتا ہے، اسی طرح مرض میں مبتلا ہونے کی صورت میں عبادت پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے ترک عبادت پر بھی ثواب ملتا ہے، یعنی اس کے ثواب کا کھاتا چلا کرتا ہے۔

اذا كان على طريقة حسنة: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی کو اپنی صحت کی قدر کرنی چاہئے، اور دوران صحت کثرت سے عبادت کرنا چاہئے، کیونکہ دوران صحت وہ جس قدر کثرت سے عبادت کریگا اس کا ثواب ملے گا، اور حالت مرض میں بھی عبادت سے معذوری کے وقت اتنا ثواب ملتا رہے گا۔

ایضاً

﴿۱۴۷۴﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِيْ جَسَدِهٖ قِيْلَ لِلْمَلَكِ اكْتُبْ لَهٗ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ فَاِنْ شَفَاهُ غَسَّلَهٗ وَطَهَّرَهٗ وَاِنْ قَبَضَهٗ غَفَرَ لَهٗ وَرَحِمَهٗ۔ (رَوَاهُمَا فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حواله: شرح السنة للبغوى: ۳/۴۲۶، باب المريض يكتب له مثل

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

عمله، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:١٤٢٩۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ بندہ مسلم جب اپنی کسی جسمانی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو نیک اعمال لکھنے والے فرشتے کو حکم ہوتا ہے کہ اس کے اعمال نامہ میں اس کے عمل صالح لکھتے رہو، جو یہ بندہ کیا کرتا تھا، پھر اگر اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا کرتے ہیں تو اس کو دھو دیتے ہیں، اور اس کو پاک کر دیتے ہیں، اور اگر اس کی روح قبض کر لیتے ہیں تو اس کو معاف فرما دیتے ہیں، اور اس پر رحم فرماتے ہیں۔

تشریح: بندہ کو اپنی صحت کی قدر کرنی چاہئے، اور اس کو دورانِ صحت خوب عبادت کرنا چاہئے، کیونکہ زمانہ مرض میں جب کہ عبادت کرنے سے معذور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمانہ صحت کے بقدر عبادت بندہ کے اعمال نامہ میں لکھواتے ہیں۔

قیل للملک: انسان کے دائیں طرف جو فرشتہ مقرر ہے، وہی اعمال لکھتا ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ یہ حکم فرماتے ہیں جس کا حدیث باب میں ذکر ہے۔

عمله: نفس عمل لکھنے کی روایت بھی ممکن ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ عمل کا ثواب مراد ہے۔

و طهره: یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں سے پاک کرتے ہیں، کیونکہ مرض گناہوں کے لئے کفارہ ہے۔

ان قبضه: اگر اللہ تعالیٰ روح قبض کرنے اور موت دینے کا حکم کرتے ہیں تو بندہ کی خطائیں معاف کر دیتے ہیں۔

و رحمه: نیکیوں کو قبول کر کے رحم کرتے ہیں، یا زیادہ ثواب عطا کر کے فضل فرماتے ہیں۔(مرقاۃ:٢/٣٠٩)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

شہیدِ حکمی سات لوگ ہیں

﴿۱۴۷۵﴾ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيْكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهَادَةُ سَبْعٌ سِوَى الْقَتْلِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الْمَطْعُوْنُ شَهِيْدٌ وَالْغَرِيْقُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَهِيْدٌ وَالْمَبْطُوْنُ شَهِيْدٌ وَصَاحِبُ الْحَرِيْقِ شَهِيْدٌ وَالَّذِيْ يَمُوْتُ تَحْتَ الْهَدْمِ شَهِيْدٌ وَالْمَرْأَةُ تَمُوْتُ بِجُمْعٍ شَهِيْدٌ۔ (رواه مالك وابوداؤد والنسائي)

حواله: مؤطا امام مالک: ۸۱، باب النهي عن البكاء على الميت، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۶، ابوداؤد شريف: ۴۴۳، باب في فضل من مات في المطعون، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۱۱۱۔ نسائي شريف: ۲۰۴/۱، باب النهي عن البكاء على الميت، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۴۵۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ راہ حق میں قتل ہونے والے کے علاوہ سات طرح کے لوگ شہادت کا مقام پانے والے ہیں۔ (۱) جو طاعون میں مرے وہ شہید ہے۔ (۲) ڈوب کر مرنے والا شہید ہے۔ (۳) ذات جنب میں مرنے والا شہید ہے۔ (۴) پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو کر مرنے والا شہید ہے۔ (۵) جل کر مرنے والا شہید ہے۔ (۶) کسی چیز سے دب کر مرنے والا شہید ہے۔ (۷) اور وہ عورت جو بچے کی ولادت کے دنوں میں فوت ہو جائے شہید ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تشریح: الشهادة سبع سوی القتل الخ: یعنی حقیقی شہادت کے علاوہ شہادت حکمیہ سات ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں جیسا کہ دوسری احادیث میں منقول ہیں۔

ذات الجنب: نمونیہ کو کہتے ہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی پھنسیاں پہلو کے اندر دل اور سینہ کے نزدیک ہوتی ہیں اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ پسلی کے نیچے درد رہتا ہے، اور کھانسی اور بخار اور دم گھٹتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۰۹)

مصیبت پر صبر کی فضیلت

﴿۱۴۷۶﴾ وَعَنْ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسْبِ دِيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاءُهٗ وَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ رِقَّةٌ هُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَمْشِيَ عَلَى الْاَرْضِ مَالَهٗ ذَنْبٌ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة والدارمی) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔

حواله: ترمذی شریف: ۲/۶۵، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، کتاب الزهد، حدیث نمبر: ۲۳۹۸۔ ابن ماجه شریف: ۲۹۱، باب الصبر علی البلاء، کتاب الفتن، حدیث نمبر: ۴۰۲۳۔ دارمی: ۲/۴۱۲، باب فی اشد الناس بلاء، کتاب الرقاق، حدیث نمبر: ۲۸۸۳۔

ترجمه: حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا سب سے زیادہ سختی کن لوگوں پر کی گئی؟ آنحضرت صلی اللہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ انبیاء پر پھر ان پر جو پیغمبروں کے مشابہ ہوتے ہیں، پھر ان پر جو ان کے بعد ان کے مثل ہوں، دراصل بات یہ ہے کہ آدمی اپنے دین کے اعتبار سے ہی آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے، اگر وہ دین کے بارے میں سخت ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے، اور اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے تو اس کی آزمائش بھی ہلکی ہوتی ہے، ایسا ہی ہوتا رہتا ہے، یہاں تک وہ زمین پر اس حال میں چلتا پھرتا ہے، کہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

تشریح: جو اللہ تعالیٰ سے جتنا قرب رکھتا اور جتنا دین حق پر چلتا ہے اس کو دنیا میں اتنا ہی امتحان سے گذرنا پڑتا ہے، چونکہ انسان میں سب سے زیادہ خداترس طبقہ انبیاء علیہم السلام کا ہے، لہٰذا سب سے سخت آزمائش ان ہی کو ہوتی ہے، پھر انبیاء کرام سے تعلق رکھنے والے اولیاء صلحاء پھر ان کے متبعین، اسی طرح حسب مراتب آزمائش ہوتی رہتی ہے، اور جو جتنے مشکل امتحان میں کامیاب ہوتا ہے، اس کا آخرت میں اتنا ہی بلند مقام ومرتبہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا: کہ بسا اوقات انسان کسی بلند مقام پر اپنی عبادت کے ذریعہ نہیں پہونچ پاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو اس کو وہ بلندی عطا کرنا ہوتی ہے، چنانچہ بندہ کو کسی مصیبت میں مبتلا کردیتے ہیں، وہ صبر کرتا ہے جس کی وجہ سے اس مقام کو حاصل کرلیتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۰۹)

موت کی سختی نعمت ہے

﴿۱۴۷۷﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ مَا اَغْبِطُ اَحَداً بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِيْ رَأَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)

حوالہ: ترمذی شریف: ١/١٩٢، باب ماجاء فی التشدید عند الموت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ٩٧٩۔ نسائی شریف: ١/٢٠٢، باب شدۃ الموت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ١٨٢٩۔

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں کسی کے لئے آسان موت کی آرزو نہیں کرتی، جب سے میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موت کی سختی دیکھی۔

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موت کی سختی کو برا سمجھتی تھیں، اور اس سے پناہ طلب کرتی تھیں، اوراس بات کی تمنا کرتی تھیں کہ موت آسان ہو، لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ موت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی تکلیف پہونچی تو انہوں نے جان لیا کہ مومن کے حق میں یہ بھی ایک نعمت ہے، اگر نعمت نہ ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے دوچار نہ ہونا پڑتا، لہٰذا انہوں نے آسان موت کی آرزو کو چھوڑ دیا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ موت کی سختی مرنے والے کے سوء عاقبت کی دلیل نہیں، اور موت کی آسانی اور سہولت مرنے والے کی کرامات میں سے نہیں ہے، اگر موت کی آسانی یہ کرامات میں سے ہوتی تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ (طیبی زکریا دیوبند: ٣/٣١٠)

وفات کے وقت دعا

﴿١٤٧٨﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِيْ الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ اَوْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجه)

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۲/ ۱، باب ماجاء في التشديد عند الموت، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۷۸۔ ابن ماجہ شریف: ۱۱۷، باب ماجاء في ذكر مرض رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۶۲۳۔

حل لغات: منکرات. گھبرادینے والی۔ سکرات. مدہوشیاں۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہونے والے تھے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں اپنا ہاتھ ڈالتے پھر اپنے چہرے پر مل کر کہتے "اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ الخ" یا اللہ موت کی سختی یا موت کی شدت میں میری مدد فرمائیے۔

تشریح: ثم يمسح وجهه: جب موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو اس وقت موت کی گرمی کا احساس مرنے والے کو ہوتا ہے اسی حرارت کو دفع کرنے کے لئے یا غشی کو دور کرنے کے لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پانی میں ہاتھ تر کر کے اپنے چہرۂ انور پر پھیرتے تھے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو موت کی سختی ہوئی شارحین نے اس کی متعدد وجہیں لکھیں۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۱)...... کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مزاج شریف تمام مزاجوں سے زیادہ معتدل تھا، اس لئے احساس دردناک ہونے کی طاقت بھی زیادہ تھی، اس بناء پر سکرات موت بھی شدت کے ساتھ محسوس ہوئی۔

(۲)...... یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم لطیف سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح کا تعلق اور عشق بھی اکمل درجہ کا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم سے روح کے جدا ہونے سے تکلیف اور شدت زیادہ ہوئی۔

(۳)...... یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی شدت کی وجہ امت کو تسلی دینے کیلئے تھی کہ جب لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کی مفارقت کے وقت شدت موت کا حال معلوم ہوگا، تو ہر ایک بھی اپنی موت کے وقت صبر اور ہمت سے کام لے گا، اور اپنی روح اور نفس کی حالت آسان معلوم ہوگی۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۰، اشعۃ اللمعات: ۱/۶۸۷)

دنیوی تکالیف

﴿۱۴۷۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَیْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِی الدُّنْیَا وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰی یُوَافِیَهُ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ (رواه الترمذی)

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۶۵، باب فی الصبر علی البلاء، ابواب الزھد، حدیث نمبر: ۲۳۹۶۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزا جلد ہی دنیا میں دیتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کی برائی چاہتا ہے تو اس کو اس کے گناہوں کی سزا سے بچائے رکھتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کو پوری پوری سزا دے گا۔

تشریح: دنیا کی سزا آخرت کی سزا سے بہت بہتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بہتری کرنا چاہتے ہیں تو اس کو دنیا میں کسی بیماری میں مبتلا کر کے یا کسی حادثہ سے دوچار کر کے اس کے گناہوں کی سزا دیتے ہیں، اور جس کے لئے بہتری کا ارادہ نہیں ہوتا ہے، تو اس کو ڈھیل دیتے ہیں وہ گناہ کرتا رہتا ہے، اور دنیا میں اس کی پکڑ نہیں ہوتی ہے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو آخرت میں مکمل سزا دی جاتی ہے۔

عجل له العقوبة: دنیا کے اندر ناگوار و ناپسندیدہ چیزوں میں مبتلا کرنا مراد ہے، اس وجہ سے کہ آخرت کا عذاب زیادہ سخت اور باقی رہنے والا ہے، اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دنیا میں مسلمان بظاہر پریشانی اور کافر عیش و عشرت میں کیوں رہتے ہیں۔

مصائب پر صبر کی فضیلت

﴿۱۴۸۰﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عُظْمَ الْجَزَاءِ مَعَ عُظْمِ الْبَلَاءِ وَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا أَحَبَّ قَوْماً اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَاءُ وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخَطُ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

حواله: ترمذی شریف: ۶۵/۲، باب فی الصبر علی البلاء، ابواب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الزهد، حدیث نمبر:٢٣٩٤۔ابن ماجه شريف: ٢٩٢، باب الصبر على البلاء.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جتنی بڑی مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ ثواب ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتے ہیں تو ان کو آزمائش میں ڈالتے ہیں جو شخص اس پر صابر وشاکر رہتا ہے، تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی ہوتی ہے، اور جو ناشکری وغصہ کرتا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا غصہ ہوتا ہے۔

تشریح: جو دنیا میں پریشانیاں آتی ہیں وہ اس کے مقام ومرتبہ کو بڑھانے اور اس کے گناہوں کو معاف کرانے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں، جتنی بڑی مصیبت سے بندہ دوچار ہوگا، اتنا ہی زیادہ ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا مزید یہ کہ بندہ اگر صبر وشکر سے اس مصیبت کو برداشت کرے گا، تو اللہ تعالیٰ کی رضا اس کو حاصل ہوگی، اور اگر مصیبت پر زبان شکوہ دراز کر کے غم وغصہ کا اظہار کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوگا۔

رضاء خداوندی کی پہچان

بندہ اگر اس بات کو سمجھنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض؟ تو اس کو محاسبہ کرنا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ دنیوی مصیبت پہونچنے پر اس کا معاملہ کیا ہوتا ہے، اگر وہ صبر ورضا کا پیکر بنتا ہے خدا کا شکر ادا کرتا ہے، تو سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے، اور اگر وہ غصہ وگرمی کرتا ہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔

مصائب سے گناہوں کی معافی

﴿١۴٨١﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَزَالُ الْبَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ اَوِ الْمُؤْمِنَۃِ فِیْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ وَوَلَدِہٖ حَتّٰی یَلْقَی اللّٰہَ تَعَالٰی وَمَا عَلَیْہِ مِنْ خَطِیْئَتِہٖ۔ (رواہ الترمذی) وَرَوٰی مَالِکٌ نَحْوَہٗ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/ ۶۵، باب فی الصبر علی البلاء، ابواب الزھد، حدیث نمبر: ۲۳۹۹۔ مؤطا امام مالکؒ: ۸۲، باب الحسبۃ فی المصیبۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۵۵۹۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ مسلمان مرد وعورت اپنی جان و مال اور اپنی اولاد کے اندر برابر آزمائش میں مبتلا رہیں گے، یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرلیں گے اور ان کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔ (ترمذی) امام مالکؒ نے اسی طرح روایت نقل کی ہے، امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: بندہ کو جو بھی مصیبت پہونچتی ہے، اس سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور بسااوقات اللہ تعالیٰ کے یہاں اس طرح حاضری ہوتی ہے کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ ہوتا ہی نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مصائب پر صبر کے ذریعہ بندہ اس مقام کو حاصل کرلیتا ہے، جس کا حصول عبادت وریاضت کے ذریعہ نہیں ہو پاتا۔

مصائب! بلندئ درجات کا ذریعہ

﴿۱۴۸۲﴾ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدِنِ السُّلَمِیِّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا سَبَقَتْ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ مَنْزِلَۃٌ لَمْ یَبْلُغْھَا بِعَمَلِہٖ ابْتَلَاہُ اللّٰہُ فِیْ جَسَدِہٖ اَوْ فِیْ مَالِہٖ اَوْ فِیْ وَلَدِہٖ ثُمَّ صَبَّرَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ حَتّٰی یُبَلِّغَہُ الْمَنْزِلَۃَ الَّتِیْ سَبَقَتْ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

حوالہ: مسند احمد: ۵/۲۷۲، موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب الستۃ، ابوداؤد شریف: ۱۴۵۶، باب الامراض المکفرۃ للذنوب، کتاب الجنائز، مطبوعہ ریاض، حدیث نمبر: ۳۰۹۰۔

ترجمہ: حضرت محمد بن خالد السلمیؒ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا شرف عطا ہو جانا مقدر ہو جاتا ہے جس کو وہ اپنے اعمال کی بدولت حاصل نہیں کر سکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی جسمانی تکلیف یا مالی خسارہ یا اولاد کے تعلق سے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں، پھر اس مصیبت پر صبر کی توفیق عطا کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس شرف کو پالیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے مقدر ہوتا ہے۔

تشریح: مصیبت پر بندہ کو صبر کرنا چاہئے کیونکہ یہ بھی اس کے حق میں باعث خیر ہی ہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ وہ مرتبہ عطا کر دیتے ہیں جو عبادت کے ذریعہ ممکن نہیں ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ بندہ کو جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اللہ کے فضل سے ملتا ہے، لیکن دنیا دار العمل ہے، اللہ تعالیٰ نے صراحۃً ثواب وعقاب ہر ایک کو عمل کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ مصائب پر صبر کے ذریعہ سے بھی درجات بلند فرماتے ہیں۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مصائب اور بڑھاپہ

﴿۱۴۸۳﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ شِخِّیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُثِّلَ ابْنُ اٰدَمَ وَاِلٰی جَنْبِہٖ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ مَنِیَّۃً اِنْ اَخْطَأَتْہُ الْمَنَایَا وَقَعَ فِی الْھَرَمِ حَتّٰی یَمُوْتَ۔ (رواہ الترمذی) وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۳۷، باب کتاب القدر، حدیث نمبر: ۲۴۰۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’کہ ابن آدم کو اس طرح پیدا کیا گیا کہ اس کے بازو میں ننانوے بلائیں ہیں، (یعنی بہت سی بلا اور مصیبت اس کی طرف متوجہ ہیں) اگر وہ ان مصیبتوں سے بچ گیا تو بڑھاپے میں گرفتار ہو کر رہے گا، یہاں تک اس کو موت آ کر دبوچ لے گی۔ (ترمذی) امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: مصیبت اور انسان کا ساتھ دائمی ہے، اور اگر کوئی حسن اتفاق سے مصیبت کا شکار ہونے سے بچ گیا تو بالآخر لا علاج مرض بوڑھاپے کا شکار تو اس کو ہونا ہی ہے اور پھر موت کا اس کو لقمہ بننا ہے۔

مصائب پر اجر وثواب

﴿۱۴۸۴﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِيْنَ يُعْطٰى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِيْ الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ۔ (رواه الترمذی) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حواله: ترمذی شریف: ٢/٦٦، باب فی ذهاب البصر، ابواب الزهد، حدیث نمبر: ٢٤٠٢۔

حل لغات: قُرِضَتْ. (ن) کاٹی جائیں۔ بالمقاریض. قینچیوں سے۔ مقراض کی جمع ہے۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ قیامت کے دن آزمائش میں مبتلا لوگوں کو ثواب عطا کیا جائے گا تو عافیت سے رہنے والے تمنا کریں گے کہ کاش ان کی کھالوں کو بھی قینچیوں سے کاٹ دیا گیا ہوتا۔(ترمذی) امام ترمذیؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: لو ان جلودهم كانت قرضت: یعنی جو لوگ دنیا کے اندر وسائل اور ذرائع کا استعمال کر کے مصیبتوں اور پریشانیوں سے دور رہے، وہ قیامت کے دن ان لوگوں کو دیکھیں گے جو دنیا میں طرح طرح کی اذیتوں اور دشواریوں میں مبتلا رہے، اور ان دشواریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر اپنے انعامات کی بارش فرما رہا ہے، اور ان کو ان کی مصیبتوں پر اجر وثواب دیا جارہا ہے، تو وہ بھی تمنا اور آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کھالوں کو قینچیوں سے کاٹا جاتا تو آج ہم پر بھی اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرماتا اور انعامات بے کراں سے نوازتا۔ اور ہم کو بھی اسی طرح اجر وثواب ملتا، اور ہمارے بھی اسی طرح درجات بلند ہوتے جس طرح مصیبت زدہ لوگوں کے ہو رہے ہیں۔ (مرقاۃ: ٢/٣١٢)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بیماری ذریعہ وعظ ونصیحت

﴿۱۴۸۵﴾ وَعَنْ عَامِرِنِ الرَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاَسْقَامَ فَقَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا اَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِّمَا مَضٰى مِنْ ذُنُوْبِهٖ وَمَوْعِظَةً لَهٗ فِيْمَا يَسْتَقْبِلُ وَاِنَّ الْمُنَافِقَ اِذَا مَرِضَ ثُمَّ اُعْفِيَ كَانَ كَالْبَعِيْرِ عَقَلَهٗ اَهْلُهٗ ثُمَّ اَرْسَلُوْهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوْهُ وَلِمَ اَرْسَلُوْهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا الْاَسْقَامُ وَاللّٰهِ مَامَرِضْتُ قَطُّ فَقَالَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا۔ (رواہ ابوداؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۰، باب الامراض المکفرة للذنوب کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۰۸۹۔

حل لغات: الرام. اصل میں الرامی تھا، الف لام نہ ہونے کی صورت میں ی حذف ہوجاتی ہے، مگر کبھی کبھی ال ہونے کی صورت میں بھی حذف ہوجاتی ہے، یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ عقله. (ن،ض) رسّی سے باندھنا۔

ترجمہ: حضرت عامر رامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''کہ بلاشبہ بندہ مومن جب بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرماتے ہیں تو وہ بیماری اس کے سابقہ گناہوں کے لئے کفارہ ہوتی ہے، اور مستقبل کے لئے نصیحت کا سبب ہوتی ہے، اور بلاشبہ منافق وہ جب بیمار ہوکر صحت یاب ہوتا ہے، تو اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو اس کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مالک نے باندھا، پھر اس کو آزاد چھوڑ دیا اور اونٹ نے ذرا بھی نہ جانا کہ اس کو کیوں باندھا اور کھولا گیا، اس موقعہ پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ بیماری کیا ہوتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو آج تک بیمار نہیں ہوا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ یہاں سے اٹھو تم ہم میں سے نہیں ہو۔

تشریح: وموعظۃ لہ فیما یستقبل: یعنی جب مومن بندہ بیماری سے شفا پاتا ہے، تو وہ متنبہ ہو جاتا ہے، اور جانتا ہے کہ وہ جس بیماری میں مبتلا ہوا وہ محض اس کے گناہوں کی بدولت اس کے اوپر مسلط ہوئی، لہٰذا وہ اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے، اور توبہ کرتا ہے اور آئندہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اس لئے وہ بیماری اس کے لئے کفارہ اور نصیحت کا سبب بنتی ہے، جبکہ منافق جب کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے، تو وہ صحت یاب ہونے کے بعد ایسا ہوتا ہے، جیسے کہ اونٹ کو باندھا اور پھر چھوڑ دیا اس اونٹ کو یہ معلوم ہی نہیں کہ کیوں اس کو باندھا اور کیوں چھوڑ دیا؟ یعنی منافق کو بیماری سے کوئی تنبیہ نہیں ہوتا، اور نہ وہ نصیحت ہی حاصل کرتا ہے، اور نہ ہی توبہ کرتا ہے، غرض بیماری اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتی، نہ تو بیماری اس کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، اور نہ آئندہ کے لئے نصیحت ثابت ہوتی ہے، بلکہ "اولئک کالانعام بل ھم اضل" جیسی آیات ان کے بارے میں ہی وارد ہوئی ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہ۔ (التعلیق: ۲/۲۰۵، مرقاۃ: ۲/۳۱۲)

فقال قم عنا فلست منا: یعنی تم ہمارے اہل طریقہ میں سے نہیں، اس لئے کہ جس طرح ہم مصیبتوں اور دشواریوں کے ذریعہ آزمائے جاتے ہیں، تو اس طرح کی آزمائشوں میں کبھی مبتلا نہیں کیا گیا، اور بعض روایات میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص کسی اہل جہنم کو دیکھنا چاہتا ہے، وہ اس شخص کو دیکھ لے ظاہر یہی ہے کہ وہ منافق تھا۔ (التعلیق الصبیح: ۲/۲۰۵، مرقاۃ: ۲/۳۱۲)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بیمار کو تسلی دینے کی ہدایت

﴿۱۴۸۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلْتُمْ عَلَی الْمَرِیْضِ فَنَفِّسُوْا لَہٗ فِیْ اَجَلِہٖ فَاِنَّ ذٰلِكَ لَایَرُدُّ شَیْئًا وَیُطَیِّبُ بِنَفْسِہٖ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

حوالہ: ترمذی شریف: ۲/۲۹، کتاب الطب، حدیث نمبر: ۲۰۸۷۔ ابن ماجہ شریف: ۱۰۴، باب ماجاء فی عیادۃ المریض، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۳۸۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تم مریض کی عیادت کے لئے جاؤ تو اس کی زندگانی کی مدت کے بارے میں فکر وغم کو دور کرنے کی کوشش کرو، اس سے اگرچہ تقدیر کا لکھا ٹل نہیں سکتا ہے، لیکن مریض کا دل خوش ہو جاتا ہے۔

تشریح: فنفسوا لہ فی اجلہ: یعنی جب کسی مریض کی عیادت کی جائے تو مریض کو اس طرح دلاسہ دیا جائے کہ اس کا رنج وغم دور ہو جائے مثلاً یہ کہا جائے، آپ کی بیماری جلد دور ہو جائے گی، آپ جلد شفایاب ہو جائیں گے ان شاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر دراز فرمائے آپ کو شفا اور عافیت دے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ کی عمر لمبی ہوگی، اور اللہ تعالیٰ آپ سے دین کا کام لے گا تو اس طرح کی باتوں سے جو کچھ بھی اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے، اس میں ذرا بھی تبدیلی نہیں ہو سکتی، لیکن ان دعائیہ اور تسلی بخش کلمات

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سے مریض کا دل خوش ہو جائے گا اور اس کے رنج وتکالیف میں کمی ہوگی۔ (التعلیق: ۲/۲۰۵، مرقاۃ: ۲/۳۱۳)

پیٹ کی بیماری میں مرنے والے کا اجر

﴿۱۴۸۷﴾ وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَهٗ بَطْنُهٗ لَمْ يُعَذَّبْ فِيْ قَبْرِهٖ۔ (رواه الترمذي) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حل لغات: بَطَنَ: پیٹ کی بیماری، اور بَطْن معنی پیٹ۔

حوالہ: مسند احمد: ۴/۲۶۲، ترمذی شریف: ۱/۲۰۴، باب ماجاء فی الشهداء منهم، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۳۸۔

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس شخص کو اس کے پیٹ کی بیماری نے مارا، (یعنی پیٹ کی کسی بیماری میں مبتلا ہو کر مرا) تو اس کو قبر میں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

تشریح: من قتله بطنه: اسناد مجازی ہے، مطلب یہ ہے کہ جو شخص پیٹ کی کسی بیماری کی وجہ سے فوت ہوا، مثلاً اسہال کا مرض لاحق ہو گیا یا اس کے مانند پیٹ کے دیگر امراض کا شکار ہو گیا، بعض لوگوں نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے مال حرام اور مال مشتبہ سے اپنی حفاظت کی تو گویا اس کے پیٹ نے مار دیا، اس مطلب کو لینے کی صورت میں رزق حرام سے بچنے اور رزق حلال کا استعمال کرنے والے کی فضیلت مقصود ہوگی۔

لم یعذب فی قبره: پیٹ کے مرض کی شدت کی وجہ سے اسکے گناہ معاف

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہوجاتے ہیں، اور یہ حکمی شہید ہوجاتا ہے، اسلئے عذاب قبر نہیں ہوگا۔ (التعلیق:٢/٢٠٦، مرقاۃ:٢/٣١٣)

﴿الفصل الثالث﴾

غیر مسلم کی عیادت اور دعوت اسلام

﴿١٤٨٨﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ غُلَامٌ یَھُوْدِیٌّ یَخْدِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ فَقَعَدَ عِنْدَ رَأْسِہٖ فَقَالَ لَہٗ اَسْلِمْ فَنَظَرَ اِلٰی اَبِیْہِ وَھُوَ عِنْدَہٗ فَقَالَ اَطِعْ اَبَا الْقَاسِمِ فَاَسْلَمَ فَخَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ یَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْقَذَہٗ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ١/١٨١، باب اذا اسلم الصبی فمات ھل یصلی علیہ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:١٣٥٦۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی بچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا حال پوچھنے کے لئے اس کے پاس تشریف لائے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے سرہانے بیٹھ گئے، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ مسلمان ہوجاؤ، اس بچہ نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو کہ وہیں قریب میں موجود تھا،

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

باپ نے کہا کہ ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات مان لو چنانچہ وہ بچہ مسلمان ہوگیا، چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جس نے اس بچہ کو آگ سے بچالیا۔

تشریح: حدیث پاک سے چند فوائد معلوم ہوئے۔

فائدہ: (۱)...... غیر مسلم سے خدمت لینا جائز ہے۔

(۲)...... غیر مسلم کی عیادت بھی جائز ہے۔

(۳)...... مریض کے سرہانے کے قریب بیٹھ کر عیادت کرنا چاہئے، اس میں مریض کو راحت رہے گی۔

(۴)...... موت کے وقت بھی اسلام کی دعوت پیش کرنا درست ہے۔

(۵)...... موت کے وقت بھی اسلام قبول کرنا معتبر ہے۔

(۶)...... کسی کے اسلام قبول کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

(۷)...... غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت کی فکر اور اہتمام کرنا چاہئے۔

(۸)...... کسی غیر مسلم کے اسلام سے اس کی موت تک بھی ناامید نہیں ہونا چاہئے۔

(۹)...... غیر مسلم کو اس کی موت تک دعوت اسلام دیتے رہنا چاہئے۔

(۱۰)...... مگر افسوس ہے کہ آج ہم اس فریضہ اور ذمہ داری سے بالکل غافل ہوگئے۔

عیادت کی فضیلت

{۱۴۸۹} وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضاً نَادٰی مُنَادٍ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مِنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّءْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلاً۔

(رواه ابن ماجة)

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۱۰۴، باب ماجاء فی ثواب من عاد مریضا، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۴۳۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب کوئی شخص مریض کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ تو مبارک، تیرا چلنا مبارک، اور تو نے جنت میں ایک بڑا مقام حاصل کرلیا ہے۔''

تشریح: بیمار کی عیادت کے لئے پیدل جانا زیادہ بہتر ہے، عیادت کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں عمدہ ٹھکانا بنا دیتے ہیں، اور فرشتے عیادت کرنے والے کو اس کی خوشخبری سناتے ہیں۔

طبت: دعا کا تذکرہ خبر کی صورت میں اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اس کے حصول اور وقوع کا یقین حاصل ہو جائے کہ جنت کے مقام کا حاصل ہونا ایسا یقینی ہے گویا کہ حاصل ہو چکا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۴، التعلیق: ۲/۲۰۷)

مریض کی حالت سے باخبر کرنے کا طریقہ

﴿۱۴۹۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ عَلِیًّا خَرَجَ مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْعِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَقَالَ النَّاسُ يَا اَبَا الْحَسَنِ كَيْفَ اَصْبَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئاً۔ (رواه البخاری)

حواله: بخاری شریف: ۲/۹۲۷، باب المعانقة الخ، کتاب الاستئذان، حدیث نمبر: ۶۲۶۶۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے باہر تشریف لائے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے ابوالحسن! حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت کیسی ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہ الحمد للہ آج تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت بحال ہے۔

تشریح: جب کوئی شخص کسی عیادت کرنے والے سے بیمار کا حال دریافت کرے تو جواب میں امید افزا بات کہنا چاہئے مایوسی کی بات سے گریز کرنا چاہئے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خیالات کے اعتبار سے اور نیک فال کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حال بہتر بتادیا تھا۔

بارئا: اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مرض سے شفایاب نہ ہو پائے، لیکن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت عیادت کرنے گئے تھے، اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا لگا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مائل بصحت ہیں، اس وجہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھنے والوں کو یہی بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو الحمد للہ افاقہ ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۴)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بیماری پر صبر کی فضیلت

﴿۱۴۹۱﴾ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ قَالَ لِیْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَلَا اُرِیْكَ امْرَأَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ اُصْرَعُ وَاِنِّیْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِیْ فَقَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ یُعَافِیَكِ فَقَالَتْ اَصْبِرُ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَّا اَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۲/۸۴۴، باب فضل من یصرع الخ، کتاب المرضیٰ، حدیث نمبر:۵۲۵۲۔مسلم شریف: ۲/۳۱۹، باب ثواب المؤمن الخ، کتاب البر والصلة، حدیث نمبر:۲۵۷۶۔

ترجمه: حضرت عطا بن رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دریافت کیا کہ کیا میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور دکھایئے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ کالی عورت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے، اور پردہ باقی نہیں رہ پاتا ہے، پس آپ میرے لئے دعا فرمادیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ اگر تم چاہو تو اس پر صبر کر کے جنت لے لو، اور اگر چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کردوں اور تم کو شفا عطا کردے، تو اس عورت نے کہا میں صبر کو ترجیح دیتی ہوں، پھر وہ عورت بولی کہ دورہ کے درمیان ستر کھل جاتا ہے اس کے لئے آپ دعا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

فرمادیں کہ ستر نہ کھلے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمادی۔

تشریح: امرأة من اھل الجنة: حضرت عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس صابرہ جنتی عورت کا نام "شعیرہ" تھا، اور بعض روایات میں ہے، "شقیرہ" یا "شکیرہ" تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ یہ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حالت حیات میں کنگھی چوٹی کیا کرتی تھیں۔

علاج ومعالجہ کا حکم

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قضاءِ الٰہی پر راضی ہو کر اور مصیبت اور بلا پر صبر کر کے دوا کا ترک کرنا جائز ہے، بلکہ حدیث کا ظاہر تو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صبر ورضا کے ساتھ دائمی مرض میں مبتلا رہنا عافیت کی زندگی سے افضل ہے، لیکن ان لوگوں کے لئے ہے جن کا مرض مسلمانوں کی نفع رسانی سے نہ روکتا ہو، اور حدیث کا ظاہر اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ دوا کا ترک کرنا افضل ہے، اگر چہ دوا کرنا سنت ہے، ابوداؤد کی حدیث کی وجہ سے، جس میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ کیا ہم دوا کریں؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی، مگر اس کے لئے دوا بنائی ہے موت کے علاوہ۔

نیز علاج ومعالجہ کرنا توکل کے منافی بھی نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں محض اسباب ظاہری کو اختیار کرنا ہے، نیز دوا کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توکل اختیار کیا، باعث فضیلت ہے، واضح رہے کہ یہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرض مرگی میں مبتلا تھیں اور مرگی کے بارے میں علامہ ابہریؒ فرماتے ہیں کہ ایسا مرض ہے جو تمام اعضاءِ رئیسہ کو اچھی طرح کام کرنے سے روک دیتا ہے، جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ایک غلیظ ریح دماغ کے منفذ میں رک جاتی ہے، یا ردی بخار بعض اعضا کی طرف سے ہوکر دماغ کی طرف اٹھتا ہے، جس کی وجہ سے اعضا غیر ارادی طور پر اینٹھنے لگتے ہیں، اور آدمی زمین پر گر جاتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۴، فتح الباری: ۱۰/۱۴۳)

مرض میں مبتلا ہو کر مرنے والے کی فضیلت

﴿۱۴۹۲﴾ وَعَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ إِنَّ رَجُلًا جَاءَهُ الْمَوْتُ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ هَنِيْئًا لَهُ مَاتَ وَلَمْ يُبْتَلَ بِمَرَضٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْحَكَ مَا يُدْرِيْكَ لَوْ أَنَّ اللّٰهَ ابْتَلَاهُ بِمَرَضٍ يُكَفِّرُ بِهِ عَنْهُ مِنْ سَيِّئَاتِهِ۔ (رواه مالك مرسلا)

حوالہ: مؤطا امام مالک: ۳۷۵، باب ماجاء فی اجر المریض، کتاب الجامع، حدیث نمبر: ۱۸۱۷۔

ترجمہ: حضرت یحیٰی بن سعیدؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص کا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اچانک انتقال ہوگیا، تو ایک شخص نے عرض کیا اس کو موت مبارک ہو، کسی بیماری میں مبتلا ہوئے بغیر مر گیا، تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ تم پر افسوس ہے، تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ اگر اللہ تعالیٰ اس کو کسی بیماری میں مبتلا کرتے تو اس سے اس کے گناہ دور کر دیتے۔" اس روایت کو مالک نے بطور ارسال نقل کیا ہے۔

تشریح: جو شخص بیماری میں مبتلا ہو کر رخصت ہوتا ہے، وہ اچانک انتقال کرنے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

والے سے اس معنی کر بہتر ہے کہ ایام بیماری میں انابت الی اللہ کی توفیق ملتی ہے، گناہوں پر ندامت ہوتی ہے، اور توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی طور پر گناہوں کی معافی ہوتی ہے، جبکہ اچانک انتقال کرنے والا ان خصوصیات کو نہیں پاتا، لہٰذا اچانک انتقال کرنا قابل ستائش نہیں ہے۔

ویحک: کلمۂ ترحم ہے، جس شخص نے یہ سمجھا کہ مرض کا نہ ہونا باعث سعادت ہے، اس پر رحم کھاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ جملہ فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض میں مبتلا ہوئے بغیر انتقال کرنے کی وجہ سے کہ وہ بیمار نہیں ہوا مدح کرنے سے منع کیا۔

لو ان اللہ: مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کے مرنے سے پہلے اس کو مرض عطا کرتے تو اس کے لئے بہت بہتر ہوتا۔

رواہ مالک مرسلا: چونکہ امام مالکؒ نے یہ روایت یحییٰ بن سعیدؒ سے روایت کی ہے اور وہ تابعی ہیں، لہٰذا یہ روایت مرسل ہے، حضرت یحییٰ ابن سعیدؒ حدیث کے امام تھے، بہت بڑے فقیہ عالم، زاہد شخص تھے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۴)

بیماری پر حمد کی فضیلت

﴿۱۴۹۳﴾ وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَالصُّنَابِحِيِّ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى رَجُلٍ مَرِيْضٍ يَعُوْدَانِهٖ فَقَالَا لَهٗ كَيْفَ اَصْبَحْتَ قَالَ اَصْبَحْتُ بِنِعْمَةٍ قَالَ شَدَّادٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّئَاتِ وَحَطِّ الْخَطَايَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ اِذَا اَنَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِيْ مُؤْمِناً فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَاابْتَلَيْتُهٗ فَاِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجِعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا وَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا قَيَّدْتُّ عَبْدِيْ وَابْتَلَيْتُهٗ فَاَجْرُوْا لَهٗ مَاكُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ۔ (رواہ احمد)

حوالہ: مسند احمد: ۴/۱۲۳۔

ترجمہ: حضرت شداد بن اوس اور حضرت صنابحی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ دونوں ایک مریض شخص کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، انہوں نے مریض سے پوچھا کہ تمہاری صبح کیسے گذری، اس مریض نے جواب دیا اللہ کا کرم ہے، حضرت شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ گناہوں کی بخشش اور خطاؤں کی معافی کی خوشخبری تمہیں مبارک ہو، حقیقت یہ ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کہ جب میں اپنے کسی بندۂ مومن کو کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہوں اور میری طرف سے پہونچنے والی مصیبت پر میری تعریف کرتا ہے، تو وہ اپنی بیماری کے بستر سے ایسے ہی گناہوں سے پاک صاف ہوکر اٹھتا ہے، جیسا کہ اس دن گناہوں سے پاک صاف تھا جب کہ اس کی ماں نے اس کو جنا تھا، اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے کو مقید کیا ہے اور میں نے اس کو آزمائش میں ڈالا، لہٰذا تم لوگ اس کے نامۂ اعمال میں وہ اعمال اس کے لئے لکھتے رہو جو وہ اپنی صحت وعافیت کے زمانہ میں کیا کرتا تھا۔

تشریح: الصنابحی: صنابح کی طرف منسوب ہے، ان کا نام عبداللہ تھا، اور کہا گیا ہے کہ ابوعبداللہ تھا، ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ صنابحی سے مراد ابوعبداللہ تابعی ہیں، نہ کہ عبداللہ صحابی رسول۔ اور یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ الصنابحی صحابہ میں غیر معروف ہیں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۵)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کیف اصبحت: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کے اول حصہ میں عیادت کرنا افضل ہے۔(مرقاۃ:۲/۳۱۵)

کیوم ولدته امه من الخطایا: علامہ ابہریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ مریض کی بیماری اس کے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے، جب کہ مریض اس بیماری پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، لیکن جمہور نے اس حدیث کو گناہ صغیرہ کے ساتھ خاص کیا ہے کہ اس سے صرف گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ معاف نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ کبیرہ کی معافی کے لئے توبہ ضروری ہے، مگر بیماری میں بندۂ مومن توبہ کر ہی لیتا ہے، اس لئے کبائر معاف ہونے بھی کوئی استحالہ نہیں۔(مرقاۃ:۲/۳۱۵)

غم سے گناہوں کی معافی

﴿۱۴۹۴﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَثُرَتْ ذُنُوْبُ الْعَبْدِ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ مَا يُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِالْحُزْنِ لِيُكَفِّرَهَا عَنْهُ۔

(رواه احمد)

حواله: مسند احمد:۶/۱۵۷.

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ جب بندہ کے گناہ بہت زیادہ ہو جاتے ہیں اور نیک عمل میں اس کے گناہوں کے کفارہ کی کوئی صورت نہیں ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی غم میں مبتلا کر دیتے ہیں تا کہ غم کے ذریعہ گناہ دور ہو جائیں۔“

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تشـــریح: اللہ تعالیٰ بہت مہربان اور رحیم وکریم ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ بندہ مومن گناہ سے دور رہے تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے، لیکن بندہ نادان اپنے رب کی رضا کے خلاف گناہ کیا کرتا ہے، رب کریم چونکہ گناہ سے ناراض ہوتے ہیں، لہٰذا نافرمان بندہ کو کسی غم میں مبتلا کر کے اس کے گناہ معاف کردیتے ہیں۔

صاحب مرقاۃ نے بحوالہ حاکم وطبرانی روایت نقل کی ہے کہ "ان اللہ تعالیٰ یحب کل قلب حزین" اللہ تعالیٰ ہر غمزدہ دل سے محبت فرماتے ہیں، معلوم ہوا کہ غم دینا بھی محبت کی دلیل ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۵)

فائدہ: پس مومن بندہ کو چاہئے کہ رنج وغم سے زیادہ پریشان نہ ہو بلکہ غم کو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص عنایت سمجھ کر صبر وشکر سے کام لے۔

عیادت کی فضیلت

﴿١٤٩٥﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِيْضاً لَمْ يَزَلْ يَخُوْضُ الرَّحْمَةَ حَتّٰى يَجْلِسَ فَإِذَا جَلَسَ اغْتَمَسَ فِيْهَا۔ (رواه مالك واحمد)

حوالہ: مؤطا امام مالک: ۳۸۱، باب عيادة المريض والطيرة، كتاب الجامع، حدیث نمبر: ۱۸۲۶۔ مسند احمد: ۳/۳۰۴۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ جو شخص مریض کی عیادت کے لئے جاتا ہے، وہ دریائے رحمت میں غوطہ لگاتا ہے، یہاں تک کہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے، اور جب وہ مریض کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

پاس بیٹھ جاتا ہے تو دریائے رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔"

تشــریح: مریض کی عیادت کی نیت سے گھر سے نکلنا ہی باعث ثواب اور رحمت خداوندی کا ذریعہ ہے، اور جب انسان مریض کی عیادت میں مصروف ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت پورے طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

یعنی مریض کی عیادت میں مصروف شخص رحمت خداوندی میں ڈوب جاتا ہے، رحمت کو پانی سے تشبیہ دینے کی وجہ یا تو پانی کی طہارت ہے، یا اس کا عموم ہے، ایک موقعہ پر آپ نے یہی بات فرمائی کہ جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ڈوب جاتا ہے، تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ بشارت تو تندرست کے حق میں ہے، جو عیادت کے لئے گیا ہو۔ مریض کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ مریض کے مرض کے سبب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۵)

بخار کا علاج

﴿۱۴۹۶﴾ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَصَابَ اَحَدَكُمُ الْحُمّٰى فَاِنَّ الْحُمّٰى قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيُطْفِئْهَا عَنْهُ بِالْمَاءِ فَلْيَسْتَنْقِعْ فِىْ نَهْرٍ جَارٍ وَلْيَسْتَقْبِلْ جِرْيَتَهٗ فَيَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلْيَنْغَمِسْ فِيْهِ ثَلٰثَ غَمَسَاتٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَءْ فِىْ ثَلٰثٍ فَخَمْسٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَءْ فِىْ خَمْسٍ فَسَبْعٌ فَاِنْ لَّمْ يَبْرَأْ فِىْ سَبْعٍ فَتِسْعٌ فَاِنَّهَا لَا تَكَادُ تُجَاوِزُ تِسْعاً

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بِإِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ (رواه الترمذی) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حواله: ترمذی شریف: ۲/ ۲۸، باب الحمی فی آخر الطب، کتاب الطب، حدیث نمبر: ۳۴۶۹۔

ترجمه: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تم میں سے کسی کو بخار آتا ہے تو جان لو کہ بخار آگ کا ٹکڑا ہے، تو اس کو پانی سے بجھاؤ، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بہتے پانی کی نہر میں اترنا چاہئے، اور جس طرف پانی کا بہاؤ ہو اس طرف رخ کر کے یہ دعا پڑھنی چاہئے: ''بسم اللہ اللھم اشف الخ'' [اللہ کے نام سے اپنے بندہ کو شفا عطا کر دیجئے، اور اپنے رسول کی تصدیق فرما دیجئے] یہ عمل فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے کرے، اور اس نہر میں تین ڈبکیاں لگائے، یہ عمل تین دن تک کرے، اگر فائدہ نہ ہو تو پانچ دن ایسا کرے، اگر پانچ دن میں بھی شفا نہ ملے تو سات دن کرے، اور اگر سات دن میں بھی فائدہ نہ ہو تو نو دن کرے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے بخار نو دنوں سے آگے نہیں جائے گا۔''

تشریح: فلیستنقع فی نهر جار ولیستقبل جریته: بخار کے علاج کا یہ مخصوص عمل جو حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے ہر بخار کے لئے نہیں ہے، بلکہ بعض مخصوص بخار صفراوی جو اہل حجاز کو ہوتا ہے، ان کے ساتھ خاص ہے، اس لئے کہ بخار کی بعض نوعیت ایسی ہیں کہ پانی ان کے لئے سم قاتل ہے، لہٰذا بخار کا مریض مذکورہ عمل کو اس وقت تک نہ اپنائے جب تک کہ کسی ثقہ اور معتبر حاذق حکیم سے مشورہ نہ کر لے، اور اس حدیث شریف میں ولینغمس بیان ہے، فلیستنقع کا اور اس عبارت میں یہ بھی احتمال ہے کہ تین غوطہ لگانے کا عمل تین روز میں ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ہر روز تین غوطہ لگائے جائیں۔ (التعلیق: ۲/۲۰۸، مرقاۃ ۲/۳۱۵، طیبی: ۲/۲۰۸) اشرف التوضیح۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بخار سے گناہوں کی معافی

﴿١٤٩٧﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ ذُکِرَتِ الْحُمّٰی عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَبَّھَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبَّھَا فَاِنَّھَا تَنْفِی الذُّنُوْبَ کَمَا تَنْفِی النَّارُ خَبَثَ الْحَدِیْدَ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۲۴۸، باب الحمی، کتاب الطب، حدیث نمبر: ۳۴۶۹۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بخار کا تذکرہ ہوا تو ایک آدمی نے بخار کو برا کہا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ بخار کو برا مت کہو، کیونکہ بخار گناہوں کو اس طرح دور کرتا ہے، جس طرح آگ لوہے کے میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔

تشریح: بخار بظاہر ایک مرض ہے، اور اس سے انسان کو بڑی سخت قسم کی مشقت ہوتی ہے، لیکن اس کے سبب گناہ زائل ہو جاتے ہیں، لہٰذا بندہ کو جس طرح نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر گذار رہونا چاہئے اسی طرح مصائب پر بھی صابر وشاکر رہنا چاہئے کیونکہ اس میں بندہ کا بہت بڑا فائدہ مضمر ہے۔

خبث الحدید: جس طرح آگ سے لوہے کا میل کچیل دور ہوتا ہے، اسی طرح بخار سے گناہ دور ہو جاتے ہیں، یہ جز اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بخار سے بہت زیادہ گناہ زائل ہوتے ہیں۔ بلکہ تمام ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جس طرح آگ کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ذریعہ لوہے کا میل کچیل تمام کا تمام دور ہو جاتا ہے۔(مرقاۃ:۲/۳۱۶)

بخار کے ذریعہ نار جہنم سے حفاظت

﴿۱۴۹۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ مَرِيْضاً فَقَالَ اَبْشِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ هِيَ نَارِيْ اُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِيْ الْمُؤْمِنِ فِي الدُّنْيَا لِتَكُوْنَ حَظَّهُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(رواه احمد، وابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان)

حواله: مسند احمد: ۲/۴۴۰، ابن ماجه شريف: ۲۴۸، باب الحمى، كتاب الطب، حدیث نمبر: ۳۴۷۰۔ بيهقي في شعب الايمان: ۷/۱۶۱، باب في الصبر على المصائب، حدیث نمبر: ۹۸۴۴۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کی غرض سے تشریف لے گئے، تو آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ تمہارے لئے خوش خبری ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بخار میری آگ ہے جس کو میں دنیا کے اندر اپنے مومن بندہ پر اس لئے مسلط کرتا ہوں تا کہ قیامت کے دن اس کے لئے یہ جہنم کی آگ سے کفایت کر لے۔

تشریح: مومن کامل کو دنیا کے اندر بخار میں مبتلا کر کے جہنم کی آگ سے محفوظ کر دیا جاتا ہے، جو تکلیف پل بھر کے لئے سہی دوزخ میں دخول کی وجہ سے قیامت کے دن ہوتی وہ بخار کی شکل میں دنیا کے اندر ہی دے دی جاتی ہے، تا کہ آخرت میں مکمل طور پر مشقت سے محفوظ رہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ناری: اللہ تعالیٰ نے نار کی اضافت اپنی طرف کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ یہ ایک طرح سے رحم وکرم ہے، اور پھر اسی کی صراحت اپنے فرمان ''عبدی'' کے ذریعہ سے اور پھر عبد کو مؤمن کے ساتھ متصف کر کے کر دی۔

اسطھا: اصل بات یہ ہے کہ جہنم سے ہر شخص کو گذرنا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ ''وان منکم الا واردھا'' دنیا کے اندر مومن پر بخار مسلط کر کے آخرت کے جہنم پر ورود کا حصہ دے دیا جاتا ہے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوع روایت ہے ہر ایک شخص کے لئے جہنم میں سے حصہ ہے، مومن کا حصہ جہنم سے اس کو بخار میں مبتلا کرنا ہے، یہاں مومن سے کامل مومن مراد ہے، اس وجہ سے کہ بعض نافرمان مومنوں کو جہنم کا عذاب ہوگا۔ (مرقاۃ:۲/۳۱۷)

بیماری اور رزق کی تنگی کے ذریعہ مغفرت

﴿۱۴۹۹﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّبَّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی یَقُوْلُ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اُخْرِجُ اَحَداً مِنَ الدُّنْیَا اُرِیْدُ اَغْفِرُ حَتّٰی اَسْتَوْفِیَ کُلَّ خَطِیْئَۃٍ فِیْ عُنُقِہٖ بِسَقَمٍ فِیْ بَدَنِہٖ وَاِقْتَارٍ فِیْ رِزْقِہٖ۔ (رواہ رزین)

حوالہ: رزین.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری عزت وجلال کی قسم میں دنیا سے کسی ایسے شخص کو جس کی بخشش کا ارادہ ہوتا ہے اس وقت تک نہیں اٹھاتا ہوں جب تک کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اس کو کسی بدنی بیماری میں مبتلا کر کے یا اس کے رزق میں تنگی کر کے اس کے ہر اس گناہ کو معاف نہیں کر دیتا ہوں جو اس کی گردن پر ہے۔ (رزین)

تشریح: حتی استوفی کل خطیئۃ فی عنقہ: یعنی پروردگار عالم جس شخص کو اپنی رحمت کاملہ کے ذریعہ بخشنا چاہتے ہیں تو اس کو دنیا میں بیماریوں اور فقر و فاقہ کے اندر مبتلا کر کے اس کے گناہوں کے بوجھ کو ختم کر دیتے ہیں تا کہ آخرت میں عذاب جہنم سے خلاصی پا جائے، اور جنت کا مستحق ہو جائے، حاصل یہ ہے کہ فقر و فاقہ اور بیماری کا سامنا اگر صبر و شکر کے ساتھ کیا جائے تو گناہوں سے معافی اور نجات اور بخشش کا ذریعہ اور وسیلہ بنتی ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۷)

بیمار کے لئے بیماری سے قبل اعمال کا اجر

﴿۱۵۰۰﴾ وَعَنْ شَقِيْقٍ قَالَ مَرِضَ عَبْدُاللّٰهِ فَعُدْنَاهُ فَجَعَلَ يَبْكِيْ فَعُوْتِبَ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اَبْكِيْ لِاَجْلِ الْمَرَضِ لِاَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَرَضُ كَفَّارَةٌ وَاِنَّمَا اَبْكِيْ اَنَّهٗ اَصَابَنِيْ عَلٰى حَالِ فَتْرَةٍ وَلَمْ يُصِبْنِيْ فِيْ حَالِ اِجْتِهَادٍ لِاَنَّهٗ يُكْتَبُ لِلْعَبْدِ مِنَ الْاَجْرِ اِذَا مَرِضَ مَا كَانَ يُكْتَبُ لَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّمْرَضَ فَمَنَعَهٗ مِنْهُ الْمَرَضُ۔ (رواہ رزین)

حوالہ: رزین:

ترجمہ: حضرت شقیقؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیمار ہوئے تو ہم لوگ ان کی عیادت کے لئے گئے تو وہ رونے لگے، لوگوں کو ان کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رونے پر ناگواری ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں مرض کی وجہ سے نہیں رو رہا ہوں اس وجہ سے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیماری گناہوں کے جھڑنے کا ذریعہ ہے، میں تو صرف اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ یہ بیماری مجھ پر کمزور حالت میں طاری ہوئی ہے، اور طاقت وقوت کی حالت میں مسلط نہیں ہوئی، اصل بات یہ ہے کہ دوران علالت بندے کے نامۂ اعمال لکھے جاتے ہیں جو کہ بیمار ہونے سے پہلے لکھے جاتے تھے، اور بیماری کی وجہ سے بندہ عمل کرنے سے رک جاتا ہے۔

تشریح: وانما ابکی انه اصابنی علی حال فترة:
یعنی رونے کی وجہ یہ نہیں جو تم لوگوں نے سمجھی ہے کہ میں بیماری کی وجہ سے رو رہا ہوں بلکہ رونے کی وجہ یہ ہے کہ کاش یہ بیماری مجھے جوانی کے زمانہ میں آتی، اس لئے کہ جوانی میں آدمی بہت ساری عبادتوں کا اہتمام کرتا ہے، اور کثرت سے عمل صالح کی کوشش کرتا ہے، تو اس زمانۂ تندرستی اور جوانی میں بیمار ہونے سے میرے نامۂ اعمال میں کثرت عمل کا ثواب لکھا جاتا، اب بڑھاپے میں کثرت عمل کا جوش اور جذبہ نہیں رہا اور ضعف جسم کی وجہ سے معمولات میں کمی آگئی اس لئے روتا ہوں کہ میرے اعمال نامہ میں ثواب کی مقدار کم لکھی جائے گی۔ (التعلیق: ۲/۲۰۸، مرقاۃ: ۲/۳۱۷)

عیادت تین دن بعد

﴿۱۵۰۱﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَعُوْدُ مَرِیْضاً اِلَّا بَعْدَ ثَلٰثٍ۔ (رواہ ابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الایمان)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حواله: ابن ماجه شريف: ۱۰۴، باب ماجاء في عيادة المريض، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۳۷، بيهقي في شعب الايمان: ۶/۵۴۲.

ترجمه: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مریض کی عیادت کو تب ہی جاتے تھے جب تین دن گذر جاتے تھے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مریض کی عیادت کو جانے میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہئے۔ بلکہ مریض پر تین دن گذر جائیں تب عیادت کے لئے جایا جائے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا، لیکن جمہور کہتے ہیں کہ عیادت کسی زمانے کے ساتھ مقید نہیں ہے، اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "عودوا المریض" یہ مطلق ہے، کسی زمانہ کی اس میں کوئی قید نہیں ہے، حدیث باب بہت ضعیف ہے، ابو حاتم سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس کو باطل قرار دیا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۷، التعلیق: ۲/۲۰۹)

مریض کی دعا

﴿۱۵۰۲﴾ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتَ عَلٰى مَرِيْضٍ فَمُرْهُ يَدْعُوْ لَكَ فَإِنَّ دُعَاءَهٗ كَدُعَاءِ الْمَلٰئِكَةِ۔ (رواه ابن ماجة)

حواله: ابن ماجه شريف: ۱۰۴، باب عيادة المريض، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۴۱۔

ترجمه: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ جب تم کسی بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے، کیونکہ بیمار کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے۔

تشــریح: بیماری کے ایام میں بندۂ مومن عموماً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے، اس کی زبان ذکرواذکار اور تسبیح ومناجات سے تر رہتی ہے، تو اس کا قلب خشیت الٰہی سے منور رہتا ہے، بسا اوقات تو کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں رہتا ہے، گناہوں سے بالکلیہ اجتناب کرتا ہے، یہ اوصاف بندہ کو فرشتوں کے مشابہ کردیتے ہیں، لہٰذا اس کی دعا اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت جلد شرف قبولیت پاتی ہے، عیادت کے لئے جانے والے کو دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔

مـره یدعو لک: عیادت کرنے والا مریض سے دعا کے لئے کہے کیونکہ مرض کی بنا پر اس کے گناہ زائل ہو چکے ہیں۔

کـدعـاء الـملائکۃ: مریض گناہوں سے پاک ہونے ذکرو دعا پر مداومت کرنے اور تضرع وانابت میں فرشتوں کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ (مرقاۃ:۲/۳۱۸) اس لئے کہ مریض کی دعا بھی فرشتوں کی دعا کی طرح قبول ہوتی ہے، اس لئے مریض سے دعا کی درخواست کرنی چاہئے۔

بیمار کے پاس شور کرنے کی ممانعت

﴿۱۵۰۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا قَالَ مِنَ السُّنَّةِ تَخْفِیْفُ الْجُلُوْسِ وَقِلَّةُ الصَّخَبِ فِی الْعِیَادَةِ عِنْدَ الْمَرِیْضِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَثُرَ لَغَطُهُمْ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَاخْتِلَافُهُمْ قُوْمُوْا عَنِّيْ۔ (رواه رزين)

حواله: رزین:

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بوقت عیادت مریض کے پاس کم بیٹھنا اور شور نہ کرنا سنت ہے، کیونکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے دوران جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف کی وجہ سے شور بڑھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔''

تشریح: تخفیف الجلوس: آداب عیادت میں سے ہے کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھا جائے، کسی کے سلسلہ میں خود مریض کی خواہش ہے کہ وہ دیر تک بیٹھے تو اس کے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ مریض کی دلداری کی خاطر اس کے لئے زیادہ دیر تک بیٹھنا ہی بہتر ہے، حضرت حسن بصریؒ کی عیادت کے لئے ایک صاحب تشریف لائے، کافی دیر گذرنے کے بعد بھی جب وہ اٹھے نہیں تو حضرت نے اشارہ میں بتایا کہ آپ تشریف لے جائیں، مجھے گھر والوں کی ضرورت ہے، لیکن وہ صاحب سمجھ نہیں سکے، تو حضرت نے صراحتاً کہا کہ بعض لوگ عیادت کے لئے آتے ہیں تو جانے کا نام نہیں لیتے ہیں وہ صاحب اب بھی نہیں سمجھے کہ ان ہی سے اٹھنے کے لئے کہا جا رہا ہے، چنانچہ کہتے ہیں کہ حضرت اندر سے کنڈی لگا دوں؟ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اندر سے نہیں باہر سے کنڈی لگا دو، مطلب یہ ہے کہ دیر تک مریض کے پاس بیٹھ کر اس کو اکتاہٹ میں مبتلا نہ کرنا چاہئے۔

واقعۂ قرطاس

لما كثر لغطهم و اختلافهم: یہ واقعہ قرطاس کی طرف اشارہ ہے، اس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چار دن قبل

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حاضرین سے ارشاد فرمایا: کہ سامان کتابت لے آؤ، تمہیں ایک نوشتہ لکھا دوں تا کہ تم لوگ میرے بعد گمراہی سے بچ جاؤ، اس موقعہ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرض کی شدت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس مشقت میں پڑنے سے بچانے کے لئے کہا کہ اس وقت حضور اقدس پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیماری کا غلبہ ہے، لہٰذا مزید تکلیف دینا مناسب نہیں ہے، اگر بالفرض دوسرے وقت میں تحریر نہیں لکھی جاسکتی تو ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے، وہ ہمارے لئے کافی ہے، اس میں دین کی تمام بنیادی باتیں موجود ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کوئی نیا حکم نہیں لکھوانا چاہتے ہیں، بلکہ سابقہ کسی حکم کی تائید وتاکید مقصود ہے، کیونکہ دین تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے مکمل ہو چکا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا، اور بعض نے اختلاف کیا، بعض نے کتابت پر زور دیا، اور بعض نے مرض میں کسی مشقت کے اندر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ڈالنے سے گریز کی رائے دی، اس مسئلہ کو لے کر آوازیں بلند ہونے لگیں، اور اختلاف بڑھنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے پاس سے کھڑے ہو جاؤ، میرے پاس باہمی اختلاف مناسب نہیں ہے، معلوم ہوا کہ مریض کے پاس آواز بلند کرنا اور شور وہنگامہ کرنا درست نہیں ہے، اس حدیث شریف کی بنا پر رافضیوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہت الزام تراشی کی ہے، کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خلافت کی وصیت لکھوانا چاہتے تھے، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہیں لکھنے دی، بخاری شریف میں کتاب العلم میں یہ حدیث موجود ہے۔ تفصیلات کے لئے شروحات بخاری دیکھی جائیں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۸، التعلیق: ۲/۲۰۹)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مریض کے پاس مختصر قیام کی تاکید

﴿۱۵۰۴﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْعِیَادَۃُ فُوَاقُ نَاقَۃٍ وَفِیْ رِوَایَۃِ سَعِیْدِ ابْنِ الْمُسَیِّبِ مُرْسَلاً اَفْضَلُ الْعِیَادَۃِ سُرْعَۃُ الْقِیَامِ۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حوالہ: بیھقی فی شعب الایمان: ۶/۵۴۳، باب فی عیادۃ المریض، حدیث نمبر: ۹۲۲۱۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ عیادت کا بہترین وقفہ اتنا ہے کہ جتنا کہ دومرتبہ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیان کا وقفہ۔'' حضرت سعید بن المسیب بطریق ارسال نقل کرتے کہ سب سے بہتر عیادت وہ ہے جس میں جلدی واپس ہوجائے۔

تشریح: العیادۃ فواق ناقۃ: یعنی عیادت کا بہترین زمانہ اتنی دیر ہے جتنی دیر میں کہ اونٹنی کا دودھ دوبار دوہا جائے، اس لئے کہ اونٹنی کا سارا دودھ یکبارگی نہیں دوہتے، بلکہ ایک بار دوہنے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں، تاکہ دودھ تھنوں میں اتر آئے، پھر دوبارہ دوہتے ہیں، لہٰذا اتنی ہی مقدار مریض کے پاس عیادت کے لئے ٹھہرنا افضل ہے، اس سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہئے، تاکہ اسکو کوئی تکلیف نہ ہو، ہاں اگر مریض کی خدمت کے واسطے بیٹھا جائے اور مریض کو اس کا بیٹھنا پسند بھی ہو تو پھر زیادہ دیر بیٹھنے اور ٹھہرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۸، التعلیق: ۲/۲۱۰)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مریض کی خواہش پوری کرنا

﴿۱۵۰۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَهٗ مَا تَشْتَهِيْ قَالَ اَشْتَهِيْ خُبْزَ بُرٍّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ خُبْزُ بُرٍّ فَلْيَبْعَثْ اِلٰى اَخِيْهِ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَهٰى مَرِيْضُ اَحَدِكُمْ شَيْئًا فَلْيُطْعِمْهُ۔ (رواه ابن ماجة)

حواله: ابن ماجه شریف: ۱۰۴، باب عیادة المریض، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۳۹۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاحب کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا کس چیز کا دل چاہتا ہے؟ اس نے کہا گیہوں کی روٹی کھانے کا دل چاہتا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس آدمی کے پاس گیہوں کی روٹی ہو وہ اپنے بھائی کے پاس بھیج دے۔'' پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ''تمہارا مریض جب کسی چیز کی خواہش ظاہر کرے تو اس کو کھلا دینا چاہئے۔''

تشریح: کھانے پینے سے متعلق مریض کی خواہش پوری کر دینی چاہئے، اس سے مریض کی صحت میں بہتری آتی ہے، البتہ اگر کوئی ایسی چیز ہے جس کے بارے میں مضر ہونے کا یقین ہو تو اس سے پرہیز بہتر ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان مخصوص نوعیت کے مریضوں سے متعلق ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

من کان عندہ خبز بر فلیبعث الی اخیہ: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیشت بڑی تنگ تھی، اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی فقر وفاقہ کا شکار رہتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ "قالت ما شبع آل محمد من خبز الشعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" (شمائل: ۹) [دو دن تک لگاتار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر والوں کو جو کی روٹی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کبھی بھی میسر نہیں ہوئی۔]

فلیطعمہ: مریض کو اس کی مرغوب غذا حالت مرض میں کھلا دینا چاہئے، علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان یا تو توکل پر مبنی ہے، اس لئے کہ شفا دینے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے، یا پھر اس مریض کے حق میں ہے جو قریب المرگ ہو۔ (مرقاۃ: ۲/۳۱۹، التعلیق: ۲/۲۱۰)

پردیس میں وفات کی فضیلت

﴿۱۵۰۶﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَاتَ رَجُلٌ بِالْمَدِيْنَةِ مِمَّنْ وُلِدَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَالَيْتَهُ مَاتَ بِغَيْرِ مَوْلِدِهٖ قَالُوْا وَلِمَ ذَاكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا مَاتَ بِغَيْرِ مَوْلِدِهٖ قِيْسَ لَهٗ مِنْ مَوْلِدِهٖ اِلٰى مُنْقَطَعِ اَثَرِهٖ فِي الْجَنَّةِ۔ (رواہ النسائی وابن ماجۃ)

حوالہ: نسائی شریف: ۱/۲۰۲، باب الموت بغیر مولدہ، کتاب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الجنائز، حدیث نمبر:۱۸۳۱، ابن ماجہ شریف :۱۱٦، باب ماجاء فیمن مات غریبا، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱٦۲۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کی والادت بھی مدینہ میں ہی ہوئی تھی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جنازہ کی نماز پڑھائی، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کاش اس کی موت اپنی جائے والادت کے علاوہ کہیں ہوئی ہوتی۔'' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا، ایسا کیوں اے اللہ کے رسول!؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ''جب آدمی اپنی جائے پیدائش کے علاوہ کسی اور جگہ انتقال کرتا ہے تو اس کی جائے پیدائش سے اس کی جائے موت تک جتنا فاصلہ ہوتا ہے اتنی جگہ اس کو جنت میں مزید عطا کی جاتی ہے۔''

تشریح: قیس لہ من مولدہ الی منقطع اثرہ: یعنی جو شخص اپنی جائے پیدائش سے دور حالت سفر میں رحلت کرتا ہے تو اس کے مقام پیدائش سے لیکر قبر تک کے درمیان کی جگہ اس کے لئے کشادہ کردی جاتی ہے، اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، علامہ طیبیؒ نے نقل کیا ہے کہ علامہ میرکؒ فرماتے ہیں کہ شاید کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں وفات ہوئی ہے، وہاں سے لے کر مقام پیدائش تک کی جگہ اس کے لئے ناپی جاتی ہے، اور اتنی ہی جگہ جنت میں اس کے لئے مزید دیدی جاتی ہے۔
(مرقاۃ:۲/۳۱۹، التعلیق:۲/۲۱۰، طیبی:۳/۳۳۵)

پردیس کی موت

﴿۱۵۰۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَوْتُ غُرْبَۃٍ شَہَادَۃٌ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۱۱٦، باب ماجاء فیمن مات غریبا، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱٦۱۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ گھر سے دور پردیس میں مرنا شہادت ہے۔''

تشریح: سفر میں وفات کا ثواب شہادت کے ثواب کے مانند ہے، اس حدیث شریف سے دوران سفر فوت ہونے والے کی فضیلت معلوم ہورہی ہے، لیکن سفر سے مراد سفر جہاد ہے، یا پھر کوئی ایسا سفر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کیا گیا ہو۔

موت غربۃ شہادۃ: پردیس میں مرنے والے کو شہادت کا اجر ملتا ہے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ ''من مات غریبا مات شہیدا'' پردیس میں مرنے والا شہید حکمی ہے، شہید اصلی تو وہ ہے جو کفار کے مقابلہ میں قتل کیا گیا ہے، لیکن شہید حکمی کی تعداد زیادہ ہے، ان پر دنیا میں شہیدوں والے احکام جاری نہیں ہوتے ہیں، لیکن آخرت میں شہادت کا ثواب ملتا ہے۔

بیمار ہوکر مرنے والے کی فضیلت

﴿۱۵۰۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ مَرِیْضاً مَاتَ شَہِیْداً وَوُقِیَ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ وَغُدِیَ وَرِیْحَ عَلَیْہِ بِرِزْقِہٖ مِنَ الْجَنَّۃِ۔ (رواہ ابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الایمان)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حواله: ابن ماجه شريف: ١١٦، باب ماجاء فيمن مات مريضا، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:١٦١٥۔ بیهقي في شعب الايمان: ١٧٤/٧، باب في الصبر على المصائب، حدیث نمبر:٩٨٩٧۔

حل لغات: غدی، (ن) صبح کورزق دیا جاتا ہے۔ ریح، (ن) شام کورزق دیا جاتا ہے۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جو شخص بیمار ہو کر مرتا ہے وہ شہید کی موت مرتا ہے، اس کو فتنۂ قبر سے بچایا جاتا ہے، اور اس کو صبح و شام جنت سے اس کی روزی دی جاتی ہے۔''

تشریح: من مات مريضا: اس حدیث شریف میں لفظ مریضاً جو آیا ہے اکثر نسخوں میں ایسا ہی منقول ہے، مگر بعض نسخوں میں مریضاً کی جگہ غریباً کا لفظ آیا ہے، لیکن صحیح ابن ماجہ میں مرابطاً کا لفظ آیا ہے، پھر شراح حدیث کے درمیان لفظ مریضاً کو عام معنی اور خاص معنی مراد لینے میں اختلاف ہے، بعض شراح لفظ مریضاً کو عام معنی میں مراد لیتے ہیں، اور ہر طرح کی بیماری اور مرض کو اس میں شامل کرتے ہیں، جب کہ بعض شراح اس کو خاص معنی میں لیتے ہیں، اور اس خاص سے بعض تو استسقا مراد لیتے ہیں، اور بعض اسہال مراد لیتے ہیں، ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ مریضاً میں تقیید اور تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ اس حدیث شریف میں کسی راوی سے سہواً مریضاً کا لفظ نقل ہو گیا ہے، حفاظ حدیث کا اسی پر اتفاق ہے کہ لفظ مریضاً صحیح نہیں ہے، بلکہ لفظ مرابطاً ہی صحیح ہے۔ (مرقاۃ:٢/٣١٩)

طاعون کی موت کی فضیلت

﴿١٥٠٩﴾ وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْتَصِمُ الشُّهَدَاءُ وَالْمُتَوَفَّوْنَ عَلٰی فُرُشِهِمْ اِلٰی رَبِّنَا عَزَّ وَجَلَّ فِی الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنَ الطَّاعُوْنِ فَيَقُوْلُ الشُّهَدَاءُ اِخْوَانُنَا قُتِلُوْا كَمَا قُتِلْنَا وَيَقُوْلُ الْمُتَوَفَّوْنَ اِخْوَانُنَا مَاتُوْا عَلٰی فُرُشِهِمْ كَمَا مُتْنَا فَيَقُوْلُ رَبُّنَا اُنْظُرُوْا اِلٰی جِرَاحَتِهِمْ فَاِنْ أَشْبَهَتْ جِرَاحُهُمْ جِرَاحَ الْمَقْتُوْلِيْنَ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ وَمَعَهُمْ فَاِذَا جِرَاحُهُمْ قَدْ اَشْبَهَتْ جِرَاحَهُمْ۔ (رواه احمد والنسائی)

حوالہ: مسند احمد: ۴/۱۲۸، نسائی شریف: ۲/۵۱، باب مسألة الشهادة، کتاب الجهاد، حدیث نمبر: ۳۱۶۲۔

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شہید اور وہ لوگ جن کا انتقال اپنے بستروں پر ہوا ہوگا، اپنے پروردگار کی بارگاہ میں ان لوگوں کے سلسلہ میں جھگڑیں گے جو طاعون میں مبتلا ہو کر مرے ہوں گے، شہداء کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں، جس طرح ہم قتل ہوئے، اسی طرح یہ بھی قتل کئے گئے، اور بستر پر فوت ہونے والے کہیں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں، ان کی بھی اپنے بستر پر وفات ہوئی ہے، جیسے کہ ہماری وفات ہوئی، اس پر ہمارا رب فرمائے گا کہ ان کے زخموں کو دیکھو، اگر ان کے زخم شہداء کے زخم کے مانند ہیں، تو شہیدوں میں سے ہیں، اور شہیدوں کے ساتھ ہیں، چنانچہ جب دیکھا جائیگا تو ان کے زخم شہداء کے زخم کے مانند ہی ہوں گے۔

تشریح: طاعون کا مریض بظاہر تو لگتا ہے کہ بستر پر مرا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ شہید ہوتا ہے، اسی وجہ سے شہداء اور بستر پر مرنے والے ہر ایک طاعون کے مریض کے بارے میں میدان محشر میں یہ خیال کریں گے کہ اس کا ان کے طبقہ سے تعلق ہے، اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے کہ اس کا تعلق شہداء کے طبقہ سے ہے، لہٰذا اس کو شہیدوں کے جیسا اجر

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وثواب ملے گا۔

مرض طاعون میں مرنے والے کے بارے میں تفصیل ماقبل میں گذرچکی ہے۔

طاعون سے فرار ہونے کی مذمت

﴿١٥١٠﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفَارُّ مِنَ الطَّاعُوْنِ کَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ، وَالصَّابِرُ عَلَیْهِ لَهٗ اَجْرُ شَهِیْدٍ۔ (رواہ احمد)

حوالہ: مسند احمد: ٣/٣٥٢.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ طاعون سے بھاگنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ میدان جنگ سے بھاگنے والا، اور طاعون پر صبر کرنے والے کے لئے شہید کا اجر ہے۔“

تشریح: جس بستی میں طاعون پھیلا ہو، اس بستی میں موجود شخص کو وہاں سے ہرگز ہرگز فرار اختیار نہ کرنا چاہئے، یہ اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا ذریعہ ہے، جب کہ طاعون زدہ بستی میں موجود شخص کا وہیں جمے رہنا اس کو شہیدوں کی صف میں کھڑا کرنے والا عمل ہے، خواہ وہ طاعون کا شکار ہوکر فوت ہو یا نہ ہو۔ (مرقاۃ: ٢/٣٢٠)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

باب تمنی الموت وذکرہ

(تمنائے موت اور موت کو یاد رکھنے کا بیان)

رقم الحدیث: ۱۵۱۱/تا ۱۵۲۷۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب تمنی الموت وذکرہ

(تمنائے موت اور موت کو یاد رکھنے کا بیان)

موت کی تمنا کا حکم

بعض احادیث سے تمنائے موت کی ممانعت معلوم ہوتی ہے، اور بعض سے اس کا محمود ہونا معلوم ہوتا ہے، موت کی تمنا کے مناشی مختلف ہیں، اس لئے ان کے احکام بھی مختلف ہیں۔

(۱)...... حق تعالیٰ شانہ کی لقاء کے شوق سے موت کی تمنا کرنا، یہ جائز اور محمود ہے۔

(۲)...... دنیاوی تکالیف اور پریشانیوں سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

(۳)...... کوئی شخص کسی دینی فتنے میں مبتلا ہو جائے، اس فتنہ میں اس کو اپنے دین کا تحفظ مشکل نظر آتا ہو تو اب دین کے تحفظ کے لئے موت کی تمنا کی اجازت ہے۔

موت کی تمنا اور دعا کرنا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی، دلیری، اور بے باکی ہے، کیونکہ موت کی دعا اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کرنا ہے کہ وہ اپنی بخشی ہوئی عظیم نعمت حیات چھین

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

لیں، اس گستاخ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن عجلت پسند انسان کی نادانی ہے، کیونکہ زندگی اس کے لئے نعمت ہے، جب تک زندگی ہے، نیکی کا موقعہ ہے، اور دینی ترقی کا موقعہ ہے، مرتے ہی نیکوکاری کی بیشتر راہیں بند ہو جائیں گی، اور طبعی ترقی کے علاوہ ہر ترقی رک جائے گی، اور طبعی ترقی سے مراد مادی ترقی ہے، جیسے بچہ بڑھتا رہتا ہے، اور جوان ہو جاتا ہے، یہ طبعی ترقی ہے، یہ ترقی موت کے بعد بھی جاری رہتی ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن آدمی کا قد ساٹھ ہاتھ کا ہو جائے گا، اس کے علاوہ موت کی تمنا بے دانشی اور لاپروائی سے کسی کام میں گھس پڑنا ہے، اور بے قراری بے صبری اور حالات سے گھبرا جانا ہے، اور یہ دونوں باتیں بدترین اخلاق میں شمار ہوتی ہیں، آدمی کو دانش مند ہونا چاہئے، اور عواقب پر نظر رکھنی چاہئے، نیز ہمت وحوصلہ سے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہئے، کیا موت کی تمنا اور دعا کرنے والا جانتا ہے کہ آگے اس کی زندگی خوشگوار ہوگی؟ ممکن ہے آگے اس سے بھی زیادہ پریشانی پیش آئے، تو اس پر بارش سے بھاگ کر پرنالے کے نیچے پناہ لینے کا مقولہ صادق آئے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے، (کیونکہ) اگر وہ (یعنی موت کی آرزو کرنے والا) نیکوکار ہے تو ہوسکتا ہے کہ (اسکی عمر دراز ہونیکی وجہ سے) اسکے نیک اعمال زیادہ ہو جائیں، اور اگر بدکار ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ (توبہ کر کے اور لوگوں کے حقوق ادا کرے) اللہ رب العزت کی رضاء وخوشنودی حاصل کر لے۔ (بخاری شریف: ۲/۱۰۷۴، باب مایکرہ من التمنی)

موت کی آرزو وتمنا کی ممانعت کی وجہ ایک اور بھی ہے کہ وہ خودکشی کا سبب بنتی ہے، پس یہ ممانعت "سداً للذرائع" ہے، البتہ دل کی بھڑاس نکالنے کی اجازت ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ دعا کرے: "اللهم احيني ما كانت الحيوة خيرا لي وتوفني اذا كانت الوفات خيراً لي" (بخاری شریف: ۲/۸۴۷، باب نهي تمني المريض

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الـمـوت)[اے اللہ جب تک میرے لئے خیر مقدر ہے، مجھے زندہ رکھ، اور جب دنیا میں میرے لئے خیر نہ رہے، تو مجھے موت دیدے، اس سے دل کی بھڑاس نکل جائے گی۔]

﴿الفصل الاول﴾

موت کی آرزو کی مذمت

﴿۱۵۱۱﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَتَمَنّٰی اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِناً فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّزْدَادَ خَیْراً وَاِمَّا مُسِیْئاً فَلَعَلَّهٗ اَنْ یَّسْتَعْتِبَ۔ (رواه البخاری)

حواله: بخاری شریف: ۸۴۷/۲، باب نهی تمنی المریض الموت، کتاب المرضی، حدیث نمبر: ۵۶۷۳۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے، اس وجہ سے کہ اگر وہ نیک ہے تو ممکن ہے کہ وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کرلے، اور اگر وہ بدکار ہے تو ممکن ہے کہ رضاء الٰہی کی خاطر توبہ کرلے۔“

تشریح: اس حدیث شریف میں موت کی تمنا کرنے پر نہی فرمائی گئی ہے، جب کہ آیت مبارکہ میں ہے: ”وتوفنی مسلما والحقنی بالصالحین“ [مجھے اس حالت میں دنیا سے اٹھانا کہ میں تیرا فرماں بردار ہوں، اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کرنا۔] (آسان

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ) اور حدیث شریف میں بھی ہے: "وتوفنی اذا کانت الوفاة خیرا لی" [اور مجھ کو وفات دے جب میرے لئے وفات بہتر ہو۔] اس آیت اور حدیث شریف سے موت کی تمنا وآرزو کرنے کا حکم معلوم ہورہا ہے۔ تو ان دونوں میں تطبیق کی شکل یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں جو نہی وارد ہے اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں مالی اور جانی نقصان کی بناء پر موت کی تمنا کرنے کو منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ یہ قضاء الٰہی پر ناراضگی ہے، البتہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق اور اس حقیر ترین دنیا کے مصائب اور تکالیف سے نجات کی بناء پر موت کی تمنا کرنا ممنوع نہیں ہے، لہٰذا دونوں قسم کے نص اور احادیث شریفہ دو حکم سے متعلق ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ اس نے جو حیات عطا کی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، اور درجۂ احسان تک رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ ہے، اس لئے اس عظیم نعمت کے سلب کرنے کی تمنا اور آرزو کرنا اللہ تعالیٰ سے بے نیازی اور بے باکی ہے۔ اس لئے اس سے اجتناب لازم ہے۔ (التعلیق: ٢/٢١١، مرقاة: ٢/٣٢١)

ایضاً

﴿١٥١٢﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَمَنّٰى اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ وَلَايَدْعُ بِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهٗ اِنَّهٗ اِذَا مَاتَ اِنْقَطَعَ اَمَلُهٗ وَاِنَّهٗ لَايَزِيْدُ الْمُؤْمِنَ عُمْرُهٗ اِلَّا خَيْرًا۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ٢/٣٤٢، باب کراهة تمنی الموت لضر نزل به، کتاب الذکر والدعاء والتوبة والاستغفار، حدیث نمبر: ٢٦٨٢۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، اور نہ موت آئے اس سے پہلے اس کے لئے دعاء کرے، کیونکہ آدمی جب مر جاتا ہے تو اس کی امید ختم ہو جاتی ہے اور بلاشبہ مومن کی عمر زیادہ ہونا اس کی نیکیوں میں اضافہ کا سبب ہے۔''

تشریح: اس حدیث شریف میں بھی تمنائے موت کی ممانعت ہے، اور اس بات کی صراحت ہے کہ مومن کی عمر جتنی زیادہ ہوگی، اس کے نامۂ اعمال میں اتنی ہی زیادہ نیکیاں جمع ہو جائیں گی، کیونکہ تقدیر پر راضی رہنے، مصائب پر صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کے ساتھ وہ جئے گا، اور یہ چیزیں باعث ثواب ہیں۔

انقطع امله: یعنی آدمی جب مر جاتا ہے، تو اس سے نیک کام کے صدور کی توقع ختم ہو جاتی ہے، اور جب تک زندہ رہتا ہے، امید برقرار رہتی ہے، لہٰذا تمنائے موت کا مطلب نیک کام کی امید کو ختم کرنے کی تمنا کرنا ہے۔

لا یزید المومن عمره الا خیرا: مومن کے عمر کے اضافہ کے سبب اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **"طوبیٰ لمن طال عمره وحسن عمله"** [اس شخص کے لئے مبارکباد ہے جس کی عمر طویل ہو اور اس کا عمل نیک ہو۔] (مرقاۃ: ۲/۳۲۱)

موت کی تمنا اور دعا کس طرح درست ہے؟

﴿۱۵۱۳﴾ وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهٗ فَاِنْ كَانَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِيْ إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۲/۸۴۷، باب نهی تمنی المریض الموت، کتاب المرضی، حدیث نمبر: ۵۶۷۱، مسلم شریف: ۲/۳۴۲، باب کراهة تمنی الموت لضر نزل به، کتاب الذکر والدعاء، والتوبة والاستغفار. حدیث نمبر: ۲۶۸۰۔

ترجمه: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے خواہ اس کو کیسی ہی تکلیف پہونچ گئی ہو، اور اگر موت کی تمنا کرنا ضروری ہو تو یوں دعاء کرنا چاہئے: ''اللهم احيني الخ'' اے اللہ! جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے زندہ رکھئے، اور جب مرنا میرے لئے بہتر ہو تو مجھے موت عطا کر دیجئے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں بھی موت کی تمنا کی ممانعت ہے، لیکن اگر فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو اشارۃً موت کی آرزو کرنا درست ہے، اسی طرح شہادت کی تمنا کرنا بھی درست ہے، اس لئے کہ جو شخص صدق دل سے شہادت طلب کرتا ہے، اس کو شہادت کا ثواب عنایت کیا جاتا ہے، اگر چہ وہ شہید نہ ہو۔

من ضر اصابه: دنیوی ضرر مراد ہے، یعنی دنیوی مصیبت سے خواہ وہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو، گھبرا کر موت کی تمنا کرنا درست نہیں ہے۔

فان کان لابد فاعلا: اگر کوئی ایسی صورت ہے جس میں موت کی تمنا کئے بغیر چارہ نہیں ہے، تو پھر اس طرح دعا کی جائے۔

اللهم احيني: چونکہ مطلقاً موت کی تمنا کرنا اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت زندگی کو ٹھکرانا ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کی تلقین کی کہ یوں دعا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کرو، اس کا حاصل یہ ہے کہ جب میرے حق میں دنیا میں رہنا اخروی اعتبار سے نقصاندہ ہوتو مجھے موت عطا کردیجئے۔(مرقاۃ:۲/۳۲۱)

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق

﴿۱۵۱۴﴾ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَوْ بَعْضُ اَزْوَاجِهٖ اِنَّا لَنَكْرَهُ الْمَوْتَ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا حَضَرَهُ الْمَوْتُ بُشِّرَ بِرِضْوَانِ اللّٰهِ وَكَرَامَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا حَضَرَ بُشِّرَ بِعَذَابِ اللّٰهِ وَعُقُوْبَتِهٖ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَكْرَهَ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَكَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ وَكَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ۔ (متفق علیه) وَفِيْ رِوَايَةِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللّٰهِ۔

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۹۶۳، باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ، کتاب الرقاق، حدیث نمبر: ۶۵۰۷۔ مسلم شریف: ۲/۳۴۳، باب من احب لقاء اللہ، کتاب الذکر والدعاء الخ، حدیث نمبر: ۲۶۸۴۔

ترجمه: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو پسند کرتے ہیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اللہ تعالیٰ اس سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا کسی دوسری بیوی نے عرض کیا کہ ہم سب ہی موت کو ناپسند کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے، تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور عزت افزائی کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس وقت اس مومن کے نزدیک کوئی چیز اس چیز سے زیادہ محبوب نہیں ہوتی جو اس کے آگے ہے، چنانچہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندہ کی ملاقات کو پسند کرتے ہیں، اور جب کافر کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو اس کو عذاب الٰہی اور دوزخ کے عذاب کی وعید سنائی جاتی ہے، تو اس کو اس چیز سے زیادہ بدترین کوئی چیز نہیں لگتی ہے، جو اس کے آگے ہوتی ہے، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ (بخاری مسلم) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت ہے کہ موت لقاء الٰہی سے پہلے ہے۔

تشریح: بندۂ مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق ہوتا ہے، چنانچہ وہ دنیا پر آخرت کو اس غرض سے ترجیح بھی دیتا ہے، موت کے وقت فرشتے اس کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کی نوید سناتے ہیں، تو اس شوق میں جلا پیدا ہو جاتا ہے، جبکہ کافر دنیوی عیش وعشرت ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا اس کے دل میں اشتیاق نہیں ہوتا ہے، اور مرنے کے وقت فرشتے اس کو عذاب سے مطلع کرتے ہیں تو اس کو لقاء الٰہی سے اور زیادہ ناگواری ہوتی ہے، ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ بھی ملاقات کرنا پسند نہیں کرتے ہیں۔

انا لنكره الموت: چونکہ موت میں سخت تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے، لہٰذا فطری طور پر انسان کو اس سے ناگواری ہوتی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی بات کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اظہار کیا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

لیس ذلک: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصد تھا کہ موت کی کراہت جس اعتبار سے تم نے سمجھی ہے وہ میری مراد نہیں ہے، بلکہ موت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا واسطہ اور ذریعہ ہے، اس معنی کر بندہ مومن موت سے نفرت نہیں کرتا ہے، کیونکہ "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" موت ایک پل ہے، جس کے ذریعہ سے حبیب محبوب تک پہونچتا ہے، اور جہاں تک نفس کا مشقت میں پڑنا ہے اور اس حساب سے اس سے ناگواری ہے وہ تو امر طبعی ہے، جبکہ کافر موت سے اس لئے بھی نفرت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا خواہش مند نہیں ہوتا ہے۔ (مرقاۃ:۲/۳۲۲، التعلیق:۲/۲۱۲)

مومن اور کافر کی موت میں فرق

﴿۱۵۱۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرَّ عَلَیْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَالَ مُسْتَرِیْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا الْمُسْتَرِیْحُ وَالْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ فَقَالَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْیَا وَاَذَاهَا اِلٰی رَحْمَةِ اللّٰهِ وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ یَسْتَرِیْحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۲/۹۶۴، باب سکرات الموت، کتاب الرقاق، حدیث نمبر:۶۵۱۲، مسلم شریف: ۱/۳۰۸، باب ماجاء فی مستریح ومستراح منه، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۲۲۰۲۔

ترجمه: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گذرا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ یہ راحت پانے والا ہے یا اس سے دوسروں کو راحت مل گئی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کون ہے راحت پانے والا؟ اور کون ہے جس سے دوسروں کو راحت ملتی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ "بندہ مومن دنیا کی مشقتوں اور ایذاؤں سے راحت پالیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حقدار ہو جاتا ہے، اور کافر کی موت سے بندے، شہر، درخت اور چوپائے راحت پالیتے ہیں۔"

تشریح: بندۂ مومن سراپا خیر دوسروں کے لئے ذریعہ راحت ہوتے ہیں، لیکن خود عام طور پر مصائب وآلام کا شکار رہتا ہے، جب اس کی موت ہوتی ہے تو اس کو ہر طرح کی دنیوی مشقتوں سے نجات مل جاتی ہے، اور راحت وآرام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جب کہ کافر وفاجر عام طور پر اپنے ظلم وستم کے ذریعہ سے مخلوق خدا کے لئے مصیبت بنے رہتے ہیں، لہٰذا ان کی موت سے مخلوق خدا کو راحت نصیب ہوتی ہے۔

العبد المؤمن: مومن میں اسکا احتمال ہے کہ اس سے مراد خاص متقی مومن ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ عام مومن مراد ہو، اسی طرح فاجر میں اس کا بھی احتمال ہے کہ صرف کافر مراد ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ گناہ گار مومن بھی اس میں شامل ہو۔ (فتح الملہم: ۲/۴۹۳)

انا ھا الی رحمۃ اللہ: مومن اس دنیا سے رخصت ہو کر اللہ تعالیٰ کی جوار رحمت میں پہونچ جاتا ہے، صاحب مرقاۃ نے نقل کیا ہے کہ حضرت مسروقؒ کہتے تھے کہ کسی چیز پر کسی چیز کی بنا پر اتنا رشک نہیں آتا، جتنا کہ اس مومن پر آتا ہے جس کو قبر میں رکھدیا جاتا ہے، وہ دنیا کی مصیبت سے راحت پالیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے، اسی طرح ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "احب الموت اشتیاقا الی ربی واحب المرض تکفیرا لخطیئتی واحب الفقر تواضعا لربی" [اپنے رب کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

پاس حاضری کے شوق کی بنا پر مجھے موت محبوب ہے، اور اپنی غلطیوں کے معاف ہو جانے کی وجہ سے مجھے مرض پسند ہے، اور اپنے رب کے آگے عاجزی کی وجہ سے مجھے فقر و فاقہ پسند ہے۔] (مرقاۃ: ۲/۳۲۳)

یستریح منه العباد و البلاد و الشجر و الدواب: کافر کی وجہ سے مخلوق خدا پریشان ہوتی ہے، لہٰذا اس کی موت سب کے لئے راحت کا سبب بنتی ہے، بندوں کو تو پوری راحت ملی کہ اس کے کفر و عناد پر ٹوکتے تھے، تو اس کے ظلم کا شکار ہوتے تھے، ٹوکنے کی وجہ سے اخروی نقصان اٹھاتے تھے، مر گیا تو کم از کم اس کی ذات کی طرف سے اس نقصان سے محفوظ ہو گئے، بقیہ مخلوق کو تو یوں راحت ملتی ہے کہ کافر کی نحوست سے بارش تک رک جاتی ہے، کبھی قحط سالی ہو جاتی ہے، مر جاتا ہے تو یہ پریشانی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۱۳)

دنیا میں زندگی گذارنے کا طریقہ

﴿۱۵۱۶﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِيْ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ اِذَا اَمْسَيْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَمِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ۔ (رواه البخاري)

حوالہ: بخاری شریف: ۹۴۹/۲، باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کن فی الدنیا کانک غریب، کتاب الرقاق، حدیث نمبر: ۶۴۱۶۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مونڈھا پکڑ کر ارشاد فرمایا: ''کہ دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر ہو یا راہ گیر ہو، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ جب تم شام کرو، تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح کرو تو شام کا انتظار نہ کرو، اپنی تندرستی کے زمانے میں اپنی بیماری کے لئے سامان کرلو، اور اپنی زندگی میں موت کا سامان تیار کرلو۔

تشـــریح: دنیا اور اس کی لذتوں میں بہت زیادہ مت پڑو، ایمان والوں کو تو ہمہ وقت آخرت کو مدنظر رکھنا چاہئے، وہیں کا آرام اصل آرام ہے، دنیا کو تو بہت مختصر انداز میں برتنا چاہئے، جس طرح راہ گیر مسافر جیسے تیسے سفر کر کے گھر پہونچنے کی فکر کرتا ہے، اسی طرح ایمان والے کو دنیا بقدر ضرورت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور صحت کو غنیمت جان کر خوب عبادت کرنا چاہئے، زندگی کو غنیمت جاننا چاہئے کہ مرنے کے بعد کسی عمل کا موقعہ نہیں ملے گا، اور ہر وقت موت کی یاد دل میں بسانا چاہئے، کسی بھی وقت موت آسکتی ہے، اس لئے زندگی پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا چاہئے۔

جیسا کہ کوئی پردیسی ہوتا ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتا ہے، کسی سے الجھتا نہیں، کوئی کچھ کہہ دیتا ہے اسے برداشت کرتا ہے، اور اپنے کام میں لگ جاتا ہے، پس اسی طرح زندگی گذارنا چاہئے۔ یا اس طرح جیسا کہ راستہ چلتا مسافر ہوتا ہے اسے ہر وقت اپنی منزل پر پہنچنے کی فکر رہتی ہے، راستہ میں کیسا ہی بازار ہو حسین مناظر ہوں، وہ ان میں مشغول نہیں ہوتا، کسی درخت کے نیچے تھوڑی دیر آرام کر لیتا ہے، پھر چلنا شروع کر دیتا ہے۔ پس دنیا میں اسی طرح زندگی گذارنا چاہئے۔

"اذا اصبحت الخ: جب صبح کرو تو شام کا انتظار مت کرو کہ یہ کام شام کو کریں گے، یا تو یہ شام کو کر لیں گے، کیا معلوم شام ہوگی یا نہیں، اور جب شام کرو تو صبح کا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

انتظار مت کرو کہ یہ کام صبح کو کرلیں گے، یا تو یہ صبح کو کرلیں گے، کیا معلوم صبح ہوگی یا نہیں، کتنی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی صبح کو ہوتا ہے اور شام سے پہلے چل بستا ہے، ایسے ہی کتنی مرتبہ آدمی شام کو ہوتا ہے، اور صبح سے پہلے روانہ ہوجاتا ہے، اسی کو کسی نے کہا ہے: ؎

سونے والے رب کو سجدہ کر کے سو

کیا خبر اٹھے یا نہ اٹھے صبح کو

پس جو کام کرنا ہے اس کو کر گذرو، صبح شام پر مت ٹالو۔

خذ من صحتک: اسی کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا ہے کہ اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے اور اپنی زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جان لو۔ (مرقاۃ: ۲/۳۲۳، التعلیق: ۲/۲۱۳)

موت کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن

﴿۱۵۱۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ مَوْتِهٖ بِثَلٰثَةِ اَيَّامٍ يَقُوْلُ لَايَمُوْتَنَّ اَحَدُكُمْ اِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ۔ (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۸۷، باب الامر بحسن الظن باللہ تعالیٰ عند الموت، کتاب الجنة وصفة الخ، حدیث نمبر: ۲۸۷۷۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات سے تین دن پہلے ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ''تم میں سے کسی شخص کو موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھنے والا ہو۔''

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تشریح: بندہ کو اپنے رب سے اچھی امید رکھنا چاہئے، اور خاص طور پر موت کے وقت اس بات کی قوی امید ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بخشش کا معاملہ فرمائیں گے، بندہ سے خوف وامید دونوں چیزوں کا مطالبہ ہے، جوانی میں خوف کا پہلو غالب رہنا چاہئے، اور بوڑھاپے میں امید کا پہلو غالب رہنا چاہئے، تاکہ جوانی میں اعمال کی طرف خوب رغبت ہو، اور بوڑھاپے میں خدانخواستہ مایوسی کا شکار نہ ہو۔

وھو یحسن الظن: بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہاں ''حسن ظن'' سے مراد اچھے اعمال ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ زندگی میں خوب نیک اعمال کرو، تاکہ اس کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام واکرام کا گمان قائم ہو، جو شخص زندگی میں برے اعمال کرے گا موت کے وقت اس کو اللہ تعالیٰ سے حسن ظن قائم نہ ہو پائے گا۔ بہرحال موت کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہئے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۲۳، التعلیق: ۲/۲۱۳)

﴿الفصل الثانی﴾

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق

﴿۱۵۱۸﴾ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ شِئْتُمْ اَنْبَأْتُكُمْ مَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُ اللّٰهُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَا اَوَّلُ مَا يَقُوْلُوْنَ لَهٗ قُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ هَلْ اَحْبَبْتُمْ لِقَائِيْ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ يَا رَبَّنَا فَيَقُوْلُ لِمَ فَيَقُوْلُوْنَ رَجَوْنَا عَفْوَكَ وَمَغْفِرَتَكَ فَيَقُوْلُ قَدْ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَجَبَتْ لَكُمْ مَغْفِرَتِيْ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَاَبُوْنُعَيْمٍ فِيْ الْحِلْيَةِ)

حوالہ: شرح السنۃ للبغوی: ۵/۲۶۸، باب من احب لقاء الله، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۴۵۲۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا: ’’کہ اگر تم لوگ چاہو تو میں تمہیں بتاؤں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو سب سے پہلے کس طرح مخاطب فرمائیں گے، اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے سب سے پہلے کیا عرض کریں گے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہاں اللہ کے رسول! آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے دریافت کریں گے کیا تم میری ملاقات کا شوق رکھتے تھے، تو ایمان والے جواب دیں گے ہاں ہمارے رب! تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کس لئے؟ ایمان والے کہیں گے اس لئے کہ ہم آپ کے عفو وکرم اور بخشش کی امید رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم لوگوں کے لئے میری مغفرت ثابت ہوگئی۔ (بغوی نے شرح السنہ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں نقل کیا ہے۔)

تشریح: جو مومن بندے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق وآرزو دل میں رکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت اور اس کی مغفرت کی امید رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی محبت اور اپنی ملاقات کے اشتیاق کی قدر کرتے ہیں، ان کی امید پوری کردیں گے، اور انہیں بخشش کی نوید وخوشخبری سنائیں گے۔

ان شئتم: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام کی مشیت پر اس لئے موقوف کیا کہ اس بات کی تعلیم دینا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لازم نہیں تھا، اور یہ مقصد بھی تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پورے طور پر متوجہ ہو جائیں، اور بات کو بہت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

غور سے سنیں۔

هل احببتم لقائی: آخرت کی طرف رجوع بھی مراد ہو سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی مراد ہو سکتا ہے، اور دونوں صحیح ہیں۔

فقد وجبت لکم: بندے نے اللہ تعالیٰ سے اچھی امید قائم کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کی لاج رکھی، اور امید کے مطابق معاملہ فرمایا، اور حدیث قدسی بھی ہے کہ "انا عند ظن عبدی بی فلیظن بی ماشاء" [میرا معاملہ اپنے بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق ہوتا ہے، اب وہ جو چاہے مرے بارے میں گمان کرلے۔]

موت کی یاد

﴿١٥١٩﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ۔ (رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة)

حواله: ترمذی شریف: ۲/۵۷، باب ماجاء فی ذکر الموت، کتاب الزهد، حدیث نمبر: ۲۳۰۷۔ نسائی شریف: ۲۰۲، باب کثرة ذکر الموت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۸۲۳۔ ابن ماجه شریف: ۳۱۴، باب ذکر الموت والاستعداد له، کتاب الزهد، حدیث نمبر: ۴۲۵۸۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ لذتوں کو ختم کردینے والی چیز یعنی موت کو خوب یاد کرو۔''

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تشریح: موت سے غفلت ہی انسان کو بداعمالی پر آمادہ کرتی ہے، اور موت کی یاد وہ عظیم نعمت ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے، فکر آخرت اور اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کا احساس شدید ہوتا ہے، جس کی وجہ سے آدمی گناہوں سے بچتا ہے، اور اچھے اعمال کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اسی سبب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے موت کو کثرت سے یاد کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اکثروا ذکر ھاذم اللذات: ھاذم کے معنی ہیں کاٹنے اور قطع کردینے والا، موت وہ ہے جو تمام لذتوں سے انسان کا رشتہ کاٹ دیتی ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ موت کو یاد رکھو، یعنی اس کو فراموش مت کرو، اور آخرت سے غافل مت ہو، اور آخرت کی تیاری کو ترک مت کرو، موت کو یاد رکھنے کا آسان ذریعہ قبرستان جاتے رہنا ہے، اسلئے کہ جب آدمی قبرستان جائے گا تو اس کو اپنی موت بھی یاد آئے گی، اور وہ مقصد حاصل ہوگا، جس کے حصول کا حکم اس حدیث شریف میں دیا گیا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۲۴)

اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے کی تاکید

﴿۱۵۲۰﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ لِاَصْحَابِهٖ اسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالُوْا اِنَّا نَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّأْسَ وَمَا وَعٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا حَوٰى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيٰى مِنَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ۔ (رواہ احمد والترمذی) وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: مسند احمد: ۳۸۷/ ۱، ترمذی شریف: ۷۲/ ۲، باب فی بیان ما یقتضیہ الاستحیاء من اللہ الخ، کتاب صفۃ القیامۃ، حدیث نمبر: ۲۴۵۸۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ سے اتنی شرم کرو جتنی کہ اس سے شرم کرنے کا حق ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، ہم اللہ سے شرم کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ مراد نہیں ہے، بلکہ جو شخص پورے طور پر اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کا حق ادا کرتا ہے، تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے سر کی حفاظت کرے، اور اپنے پیٹ کی حفاظت کرے، موت کو یاد کرے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھے، جو شخص آخرت کا ارادہ کرے وہ دنیا کی زیب وزینت کو چھوڑ دے گا، جو شخص ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ سے حیا کا حق ادا کرے گا۔

تشریح: وما وعی: اور ان چیزوں کو جنہیں سر جمع کرتا ہے۔

وما حوی: اور ان چیزوں کو جنہیں پیٹ جمع کرتا ہے۔

فلیحفظ الراس: یعنی اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا کا حق ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے تمام اعضاء وجوارح سمیت اللہ تعالیٰ کے نامرضیات سے بچائے لہٰذا سر کو اور سر کے اندر جو حواس ظاہرہ اور باطنہ ہیں جیسے کان، ناک، زبان، ان کی حفاظت کرے، اور ان کا استعمال وہیں کرے جہاں اس کا استعمال کرنا حلال ہے، اور جہاں اس کا استعمال کرنا حرام ہے، وہاں سے رک جائے، جیسے سر کو غیر اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے جھکانا۔ بت، سورج، پیڑ پودوں کے آگے جھکانا، ان سب سے بچانا لازم ہے، آنکھ کو غیر محرم کی طرف

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

دیکھنے سے بچانا، کان کو بری باتوں جھوٹ، غیبت سننے سے بچانا، زبان سے بری باتیں کرنا، جھوٹ اور غیبت نہ کرنا، ان تمام چیزوں سے اپنے کو بچانا یہ شرم وحیا کے ادا کرنے کا حق ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۱۴)

ولیحفظ البطن وما حوی: اور پیٹ اور جو کچھ پیٹ نے جمع کیا ہے اس کی حفاظت کرنے سے مراد یہ ہے کہ پیٹ کے اندر حلال غذا ہی جائے، حرام اور مشتبہ چیزوں سے بالکلیہ اجتناب کرے، اور پیٹ کے جو متصل اعضاء ہیں جیسے شرم گاہ دل ہاتھ اور پیر تو ان کو گناہوں سے بالکلیہ بچائے، شرمگاہ کو حرام کاری میں ملوث نہ کرے، دل میں برے خیالات اور غلط عقیدہ کو جگہ نہ دے، ہاتھ غلط چیزوں کے لئے استعمال نہ کرے، چوری نہ کرے، غیر محرم کو نہ چھوئے، اور پیر کے ذریعہ گناہ کے مقامات پر نہ جائے، جیسے فلم، ناچ گانا دیکھنے کے لئے جانا۔ (التعلیق: ۲/۲۱۵)

ولیذکر الموت والبلی: کا مطلب یہ ہے کہ دل میں یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ ایک دن چلتے پھرتے بدن سے روح نکال لی جائے گی، اور موت کے آغوش میں جسم کو پہونچا دیا جائے گا۔ جسم کی ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی، اور اعضاء مٹی میں مل کر خاک بن جائیں گے، جو شخص دنیا کی اس حقیقت کو جانتا ہے اس کے لئے لذات اور شہوات کو چھوڑنا آسان ہوتا ہے، اور دنیا کے بجائے طالب آخرت کی فکر میں کوشاں ہوتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آگے فرمایا ہے کہ جو شخص آخرت کے ثواب اور اس کی نعمتوں کا طلبگار ہوتا ہے وہ اس فانی دنیا کی زیب وزینت کو ترک کر دیتا ہے، اس لئے کہ دنیا کی لذات اور آخرت کی نعمتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتی ہیں، اور حق جل مجدہ کے ساتھ ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے قرب محبوب ہو، اور اس سے دوری ناپسند ہو، اور جو شخص قرب کو ناپسند اور دوری کو پسند کرتا ہو تو ایسا شخص دنیا اور اس کے جھمیلوں میں پڑنے کو ترجیح دیتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے قرب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کا خواہاں ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے آخرت کی طلب میں لگا رہتا ہے، لہٰذا مومن کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے قرب کی کوشش کرنی چاہئے، اور آخرت کی فکر کرنی چاہئے، اور فانی دنیا کی حقیقت اور موت کو یاد کرتے رہنا چاہئے۔ (التعلیق: ۲/۲۱۵)

موت مومن کے لئے تحفہ ہے

﴿۱۵۲۱﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ۔

(رواه البيهقي في شعب الايمان)

حواله: بيهقي في شعب الايمان: ۷/۱۷۱، باب في الصبر على المصائب، حدیث نمبر: ۹۸۸۴۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ مومن کے لئے موت تحفہ ہے۔''

تشریح: موت وہ عظیم نعمت ہے مومن کے حق میں جس کے ذریعہ سے وہ دنیا کے مصائب وآلام سے نجات بھی پا جاتا ہے، او اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں اور اخروی ثواب کا مستحق بھی ہو جاتا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ زندگی مصیبت ہے، بلکہ زندگی اس اعتبار سے نعمت ہے کہ موت کے بعد جو آرام وراحت نصیب ہوتی ہے اس کے حصول کی کوشش تو زندگی ہی میں ہوتی ہے، اور زندگی میں کی جانے والی محنت کا ثمرہ ہی تو آخرت میں ملتا ہے۔

تحفة المومن الموت: کافر وفاجر موت سے گھبراتا ہے، جب کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بندۂ مومن بخشش کو قبول کرتا ہے، اس لئے کہ موت ابدی سعادتوں کا ذریعہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا وسیلہ ہے، موت وہ پل ہے جس کو عبور کر کے ہی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوتی ہے، لہٰذا موت تو مومن کے لئے ہدیہ اور تحفہ ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۱۶)

موت کے وقت پسینہ آنا

﴿۱۵۲۲﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ يَمُوْتُ بِعَرَقِ الْجَبِيْنِ۔ (رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة)

حواله: ترمذی شریف: ۱۹۲/۱، باب ماجاء ان المومن يموت بعرق الجبين، كتاب الجنائز، حديث نمبر: ۹۸۲. نسائی شریف: ۲۰۲/۱. باب علامة موت المومن، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۸۲۹۔ ابن ماجه شریف: ۱۰۴، باب ماجاء فی المؤمن يوجر فی النزع، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۵۲۔

ترجمه: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ مومن پیشانی کے پسینے کے ساتھ مرتا ہے۔''

تشریح: اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ مومن کی موت آسانی سے آتی ہے، روح نکلتے وقت اس کو ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی ہے، جیسے پسینہ نکلنے میں انسان کو کوئی بھی تکلیف نہیں ہوتی ہے، اسی طرح روح نکلنے میں بھی کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے۔

اس حدیث شریف کے کئی مطالب بیان کئے گئے ہیں۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۱)...... پیشانی پر پسینہ آنا کنایہ ہے محنت سے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مومن مرتے وقت بھی ماتھے پر پسینہ لے کر جاتا ہے، آخری دم تک نیکیوں اور طاعات میں محنت کرتا رہتا ہے، کبھی بھی طاعات میں ڈھیلا نہیں پڑتا، یہ مطلب سب سے اچھا معلوم ہوتا ہے۔

(۲)...... ماتھے کے پسینہ سے مرنا موت کی سہولت سے کنایہ ہے، مومن کو موت کے وقت زیادہ شدت نہیں ہوتی، زیادہ سے زیادہ ماتھے کو پسینہ ہی آتا ہے۔ یہ حدیث قضیہ مُہملہ ہے، اور مُہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے، مطلب یہ کہ بعض مومنوں کو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی، بعض کو ہونا اس کے منافی نہیں ہے، حق تعالیٰ کا معاملہ اپنے بندوں کے ساتھ مختلف ہوتا ہے۔

(۳)...... ماتھے کا پسینہ کنایہ ہے شدت موت سے، مومن کو موت کے وقت اتنی شدت پیش آتی ہے کہ ماتھا پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے، مومن کے لئے شدت بھی رحمت ہے۔

(۴)...... یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کو اپنے ظاہر پر ہی رکھا جائے، موت کے وقت ماتھے پر پسینہ آنا بھی ایمان پر خاتمہ کی علامات میں سے ایک علامت ہے، چنانچہ میں نے بعض اکابر کے ساتھ خود یہ معاملہ دیکھا ہے کہ انتقال کے بعد بھی ان کی پیشانی پر پسینہ نمایاں طور پر نظر آرہا تھا، لیکن بوقت موت ماتھے پر پسینہ نہ آنا ایمان نہ ہونے کی علامت یا دلیل نہیں۔ (اشرف التوضیح) مرقاۃ: ۲/۳۲۵، التعلیق: ۲/۲۱۶۔

ناگہانی موت

﴿۱۵۲۳﴾ وَعَنْ عُبَيْدِاللّٰهِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْفُجَاءَةِ اَخْذَةُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الْاَسَفِ۔ (رواہ ابوداؤد) وَزَادَ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَزِیْنٌ فِیْ کِتَابِهٖ اَخذَۃُ الْاَسَفِ لِلْکَافِرِ وَرَحْمَۃٌ لِلْمُؤْمِنِ۔

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۳، باب موت الفجاءۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۱۰۔

ترجمہ: حضرت عبید اللہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ ناگہانی موت غصہ کی پکڑ ہے۔'' (ابوداؤد) اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور رزین نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ کافر کے لئے غصہ کی پکڑ ہے، اور مؤمن کے لئے رحمت ہے۔

تشریح: بیماری کی موت بہتر ہوتی ہے، اس لئے کہ ایام بیماری میں بندہ کو رجوع الی اللہ کی توفیق ملتی ہے، اپنی بداعمالیوں پر ندامت ہوتی ہے، اور آئندہ گناہ نہ کرنے کی پختہ نیت کرنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے، جب کہ اچانک مرنے میں یہ بات نہیں ہوتی، لہٰذا اچانک کی موت ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کے غصہ کی علامت ہوتی ہے، اس حدیث شریف میں آگے جو وضاحت ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناگہانی موت کافروں کے حق میں بری ہے، لیکن ایمان والوں کے حق میں رحمت ہے، یعنی اچھی چیز ہے، کافروں کی طرف نسبت کرتے ہوئے تو یہ بات ٹھیک ہے، لیکن مجموعی اعتبار سے بیماری کی موت ناگہانی موت سے بہتر ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۲۶، التعلیق: ۲/۲۱۶، ۲/۲۱۷)

موت کے وقت رحمت کی امید

﴿۱۵۲۴﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِیُّ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى شَابٍّ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَقَالَ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَرْجُوْ اللّٰهَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاِنِّي اَخَافُ ذُنُوْبِي فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَجْتَمِعَانِ فِيْ قَلْبِ عَبْدٍ فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُوْا وَاٰمَنَهٗ مِمَّا يَخَافُ۔ (رواه الترمذي وابن ماجة) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حواله: ترمذی شریف: ۱/۱۹۲، باب الرجاء بالله الخ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۸۳۔ابن ماجہ شریف: ۳۱۴، باب ذکر الموت والاستعداد له، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۴۲۶۱۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، وہ قریب المرگ تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے دریافت کیا کہ تم اپنے کو کیسا پاتے ہو؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کی امید رکھتا ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈرتا بھی ہوں، یہ سن کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اس وقت میں جب بندہ کے دل میں یہ باتیں جمع ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کے مطابق عطا کرتے ہیں، اور جس بات سے ڈرتا ہے اس سے محفوظ رکھتا ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: خوف ورجاء، امید وبیم یہ عظیم نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ اس کے رحم وکرم کا امیدوار بھی رہے، اور اس کے عذاب وقہر سے ڈرتا بھی رہے، مرتے وقت اگر کسی کے اندر یہ اوصاف جمع ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مومن ہے، اللہ تعالیٰ اس بندہ کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرتا ہے، اور اپنے غضب وغصہ سے محفوظ رکھتا ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

هذا الموطن: اس وقت میں مراد سکرات الموت کا زمانہ ہے، یعنی مرتے وقت اس میں ہر وہ زمانہ داخل ہے جو موت کے قریب ہوتا ہے، مثلاً مبارزت کا وقت قصاص کا وقت یہ سب وقت وہ ہیں جو موت کے قریب کے اوقات شمار ہوتے ہیں۔

مایرجو: یعنی رحمت عطا کرتے ہیں۔

وامنه مما یخاف: یعنی معاف کرکے اور مغفرت فرما کر سزا سے محفوظ رکھتے ہیں۔

﴿الفصل الثالث﴾

موت کی آرزو کی ممانعت

﴿۱۵۲۵﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَاتَمَنَّوُا الْمَوْتَ فَاِنَّ هَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِیْدٌ وَاِنَّ مِنَ السَّعَادَةِ اَنْ یَّطُوْلَ عُمُرُ الْعَبْدِ وَیَرْزُقَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْاِنَابَةَ۔ (رواہ احمد)

حوالہ: مسند احمد: ۳/۳۳۲.

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ''موت کی آرزو مت کرو، اس وجہ سے کہ جاں کنی کا وقت بڑا سخت ہے، سعادت کی علامت یہ ہے کہ بندہ کی عمر طویل ہو، اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا کردے۔''

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تشریح: مطلع کہتے ہیں ٹیلہ اور پہاڑ کی بلندی کو جس پر چڑھ کر دور کی جگہ کو دیکھا جاتا ہے، اس حدیث شریف میں مطلع سے مراد سکرات موت اور اس کی سختی ہے کہ آدمی پہلے موت کی سختیوں سے گذر کر پھر موت کی آغوش میں جاتا ہے۔

لا تمنو الموت: کا حاصل یہ ہے کہ موت کا مرحلہ بہت سخت اور مشکل ہوتا ہے، لہٰذا جو کوئی شخص قلت صبر اور دنیاوی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا اور آرزو کرتا ہے تو اس پر بے شمار سختیاں اور شدائد ہونگی، اس لئے کہ ایک تو سکرات موت کی سختی، دوسرے قلت صبر کی وجہ سے موت کی تمنا جو مستوجب غضب الٰہی ہے، اس لئے قلت صبر اور دنیاوی مصائب کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا منع ہے، دوسرے یہ کہ موت تو برحق ہے، اس کو ایک نہ ایک دن ضرور آنا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اخروی سعادت کی کمائی کے لئے انسان کی تخلیق کی ہے، اور زندگی جیسی عظیم نعمت سے نوازا ہے، تو جب تک یہ نعمت باقی رہے اس کو حصول آخرت کے لئے غنیمت جاننا چاہئے۔ (التعلیق: ۲/۲۱۷)

طویل زندگی اچھے عمل کے ساتھ

﴿۱۵۲۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ جَلَسْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَّرَنَا وَرَقَّقَنَا فَبَكٰی سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَاَكْثَرَ الْبُكَاءَ فَقَالَ يٰلَيْتَنِیْ مِتُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَا سَعْدُ اَعِنْدِیْ تَتَمَنّٰی الْمَوْتَ فَرَدَّدَ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ يَا سَعْدُ اِنْ كُنْتَ خُلِقْتَ لِلْجَنَّةِ فَمَا طَالَ عُمْرُكَ وَحَسُنَ مِنْ عَمَلِكَ فَهُوَ خَيْرٌ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

لَكَ۔ (رواه احمد)

حواله: مسند احمد: ٥/٢٦٧ .

ترجمه: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نصیحت فرمائی تو ہم پر رقت طاری ہوگئی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے، اور خوب روئے، اور بولے کاش میں مر چکا ہوتا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اے سعد! کیا تم میرے پاس موت کی تمنا کر رہے ہو، آنحضرت اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے سعد! اگر تم جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہو تو تمہاری عمر جس قدر لمبی ہوگی اور تمہارا عمل اچھا ہوگا اسی قدر تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔''

تشریح: موت کی آرزو اچھی چیز نہیں ہے، بالخصوص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دیدار کی نعمت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت کی شکل میں میسر تھی، اس وقت کسی کا موت کی تمنا کرنا بہت تعجب کی بات تھی، اصل بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے لئے جنت مقرر کی ہے تو زندہ رہنا اور نیک کام کرنا جنت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے، اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کے لئے جہنم لکھ رکھی ہے تو اس کے لئے نہ تو مرنے میں کوئی بھلائی ہے، اور نہ موت جلد طلب کرنے میں کوئی فائدہ ہے۔

اعندی تتمنی الموت: کیا تم میرے سامنے موت طلب کر رہے ہو؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیرت سے یہ بات فرمائی، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار یہ بات دہرائی، حاصل یہ تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وسلم کی مجلس میں حاضری اوران سے براہ راست مستفید ہونا ایک بہت عظیم اعزاز ہے، مرنے کے بعد اخروی نعمتیں تو مل جائیں گی، لیکن سر دست اس عظیم نعمت سے محرومی تو ہو ہی جائے گی، اس بات کو تم جان کر بھی موت کی آرزو کر رہے ہو، بڑی حیرت کی بات ہے۔
(التعلیق:٢/٢١٨، مرقاۃ:٣٢٧/٢)

موت کی تمنا نہ کرنے کی وجہ

﴿١٥٢٧﴾ وَعَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى خَبَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَقَدِ اكْتَوٰى سَبْعاً فَقَالَ لَوْ لَا اَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَتَمَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لَتَمَنَّيْتُهُ وَلَقَدْ رَاَيْتُنِىْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَمْلِكُ دِرْهَماً وَاِنَّ فِىْ جَانِبِ بَيْتِىَ الْاٰنَ لَاَرْبَعِيْنَ اَلْفَ دِرْهَمٍ قَالَ ثُمَّ اُتِىَ بِكَفَنِهٖ فَلَمَّا رَاٰهُ بَكٰى وَقَالَ وَلٰكِنْ حَمْزَةُ لَمْ يُوْجَدْ لَهٗ كَفَنٌ اِلَّا بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ اِذَا جُعِلَتْ عَلٰى رَأْسِهٖ قَلَصَتْ عَنْ قَدَمَيْهِ وَاِذَا جُعِلَتْ عَلٰى قَدَمَيْهِ قَلَصَتْ عَنْ رَأْسِهٖ حَتّٰى مُدَّتْ عَلٰى رَأْسِهٖ وَجُعِلَ عَلٰى قَدَمَيْهِ الْاِذْخِرُ (رواه احمد والترمذى) اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ اُتِىَ بِكَفَنِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ۔

حوالہ: مسند احمد: ٥/١١١، ترمذی شریف: ١/١٩١، باب ماجاء فی النهی عن التمنی للموت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:٩٧٠۔

ترجمہ: حضرت حارثہ بن مضربؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت خباب رضی اللہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے گیا، انہوں نے سات جگہ جسم کو دغوا رکھا تھا، انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سن نہ رکھا ہوتا کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، تو میں موت کی تمنا کرتا، بلاشبہ میں نے اپنے آپ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس حال میں دیکھا کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں تھا، اب میرے گھر کے کونہ میں چالیس ہزار درہم پڑے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کفن لایا گیا تو آپؓ دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا کہ آہ حمزہؓ! ان کو پورا کفن بھی میسر نہیں ہوا، صرف ایک دھاری دار چادر تھی، جب پیر ڈھکے جاتے تو سر کھل جاتا اور جب سر کو ڈھکا جاتا تو پیر کھل جاتے، لہٰذا چادر سر پر اوڑھادی، اور پیروں پر اذخـــر [گھاس] ڈالدی گئی۔ (احمد، ترمذی) لیکن ترمذی نے کفن لایا گیا سے آخر تک نہیں نقل کیا ہے۔

تشریح: وقد اکتوی سبعا: یعنی حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیماری کی وجہ سے بطور علاج اپنے بدن میں سات جگہ دغوا رکھا تھا، زمانہ ماضی میں لوہے وغیرہ سے دغوانے کا عمل بہت سی بیماریوں کے لئے مشہور اور معروف تھا، اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوہے وغیرہ سے داغنے کے ذریعہ علاج جائز ہے، جب کہ بعض احادیث میں داغنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے، چنانچہ علماء حدیث نے اس کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ اس میں داغنے کی ممانعت اس وجہ سے تھی کہ لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ شفا اسی کے ذریعہ ہوتی ہے، اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ داغنے کا عمل محض سبب ہے، اور شفا دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، تو داغنے کے ذریعہ علاج میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لتمنیتہ: حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا موت کی آرزو اور تمنا کرنا یا تو اس بناء پر تھا کہ آپؓ جس بیماری میں مبتلا تھے، اس کی شدت اور تکلیف سے بے قرار تھے، اسی بناء پر آپؓ نے اپنے بدن پر داغ بھی لگوائے تھے، یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال و دولت کی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کثرت عطا کی تھی اس کی ریل پیل کہیں گناہ میں گرفتار نہ کرادے، اور یہی بات زیادہ ظاہر ہے، اور اس کی تائید ان کے آگے والے جملہ سے ہوتی ہے جس میں انہوں نے اس بیماری کے زمانہ کی حالت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کی اپنی حالت بیان کی ہے۔(التعلیق:۲/۲۱۹)

قلصت عن رأسه: یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سید الشہداء اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ہیں، ان کو جس چادر میں دفن کیا گیا وہ اتنی چھوٹی تھی کہ پیر پر ڈالی جاتی تو سر کھل جاتا تھا، اور سر پر ڈالی جاتی تھی تو پیر کھل جاتے تھے، آخر کار سر کو چادر سے ڈھانک کر اذخر جو ایک گھاس ہے پیر پر ڈالدی گئی، اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صابر فقیر شکر گذار مالدار سے افضل ہے، اس وجہ سے کہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مالدار اور شکر گذار صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے انہوں نے اپنی مالداری کی حالت پر افسوس کا اظہار کیا۔(التعلیق:۲/۲۱۹،۲/۳۲۸)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

باب مایقال عند من حضره الموت

(قریب المرگ کے سامنے جو چیز پڑھی جاتی ہے اس کا بیان)

رقم الحدیث: ١٥٢٨ تا ١٥٤٥۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب مایقال عند من حضره الموت

(قریب المرگ کے سامنے جو چیز پڑھی جاتی ہے اس کا بیان)

جس مسلمان پر موت کے آثار وعلامات ظاہر ہو جائیں، اور وہ چند منٹوں کا مہمان ہو تو اسکے پاس لا الٰہ الا اللہ پڑھنا سورۂ یٰسین کی تلاوت کرنا اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھنا چاہئے، جیسا کہ اس باب کی احادیث میں ان دعاؤں کا تذکرہ ہے، علماء نے موت کی علامات یہ لکھی ہیں: پیر سست ہو جاتے ہیں، اگر کھڑا کریں تو کھڑا نہ ہو سکے، کان اور ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے، کن پٹیاں بیٹھ جاتی ہیں، خصیتین کی کھال لٹک جاتی ہے۔

﴿الفصل الاول﴾

قریب المرگ کو کلمۂ توحید کی تلقین

﴿۱۵۲۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۰۰/ ۱، باب تلقین الموتی "لا الہ الا اللہ" کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۱۶۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اپنے مردوں کو کلمہ ''لا الہ الا اللہ" کی تلقین کرو۔"

تشریح: ''موتی" سے مراد: راجح یہی ہے کہ قریب الموت ہے، جب کسی کی موت کا وقت قریب ہو تو اس کے پاس بیٹھ کر کلمۂ طیبہ پڑھا جائے، تا کہ سن کر وہ بھی پڑھنے لگے، اس کو حکم نہ کیا جائے، ہوسکتا ہے غلبۂ تکلیف میں کیا کہہ بیٹھے۔

بعض حضرات نے "موتی" کو حقیقی معنی پر محمول کیا ہے، اس سے مراد قریب الموت نہیں، بلکہ میت مراد ہے، اور تلقین سے مراد تلقین القبور ہے، لیکن راجح اور حنفیہ کے ہاں ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ تلقین قبور نہ کی جائے۔ اور اس سے مراد قریب المرگ ہی ہے۔

ایسے ہی فصل ثانی میں حدیث معقل بن یسار: "اقرؤا سورۃ یٰس علی موتاکم" میں بھی راجح یہی ہے کہ موتی سے مراد قریب الموت ہے۔ (اشرف التوضیح)

خلاصہ یہ کہ جس پر آثار موت واسباب مرگ ظاہر ہوں اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنی چاہئے، یعنی اس کے پاس لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہئے تا کہ اس کو بھی یاد آ جائے، اور وہ بھی پڑھ لے، البتہ اس کو پڑھنے کے لئے نہ کہے، مبادہ انکار کر بیٹھے۔

اور تلقین سنت علی الکفایہ ہے، میت کے اہل خانہ کو سب سے پہلے تلقین کرنا چاہئے، اگر وہ نہ کریں تو پھر ان کے علاوہ جو قریبی رشتہ دار ہیں ان کے ذمہ ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قریب المرگ شخص جب ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو پھر دوبارہ تلقین نہ کی جائے، مبادا کہیں انکار نہ کر بیٹھے۔ (مرقاۃ: ۳۲۸/۲)

تلقین کی حکمت

چونکہ شیطان قریب المرگ شخص کے پاس اس کا عقیدہ خراب کرنے کے لئے حاضر رہتا ہے، لہٰذا اس وقت توحید کی جانب متوجہ کرنے کی ضرورت رہتی ہے، تاکہ شیطان اپنے منصوبہ میں کامیاب نہ ہو پائے۔

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "من کان آخر کلامہ لا الٰہ الا اللہ دخل الجنة" (ابو داؤد شریف: ۴۴۴/۲) [جس شخص کا آخری کلام "لا الٰہ الا اللہ" ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔] انسان اس بشارت کا مصداق بن جائے، اس مقصد سے بھی تلقین کی جاتی ہے۔

قریب المرگ سے اچھی بات کہنی چاہئے

﴿۱۵۲۹﴾ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِیْضَ اَوِ الْمَیِّتَ فَقُوْلُوْا خَیْراً فَاِنَّ الْمَلٰئِکَةَ یُؤَمِّنُوْنَ عَلٰی مَاتَقُوْلُوْنَ۔

(رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۰۰/۱، باب مایقول عند المریض والمیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۱۹۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تم کسی بیمار یا قریب المرگ شخص کے پاس جاؤ تو کلمات خیر کہو، کیوں کہ تم جو کلمات کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔''

تشریح: مریض کے پاس عیادت کیلئے جایا جائے تو اس کے حق میں شفاء کی دعا کی جائے، قریب المرگ شخص ہے تو اس کے لئے دعاء مغفرت کی جائے، کوئی ایسی بات نہ کی جائے جس سے مریض کو تکلیف پہونچے، جو بھی دعا کی جائے گی فرشتے اس پر آمین کہیں گے۔

فقولوا خیرا: علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس سے استغفار اور دعا خیر کا استحباب معلوم ہوتا ہے، میت سے مراد وہ شخص ہے جو قریب المرگ ہو، اس کے سامنے سب سے بہتر بات کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی تلقین ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۱۹، مرقاۃ: ۲/۳۲۹)

مصیبت کے وقت کی دعا

﴿۱۵۳۰﴾ وَعَنۡهَا قَالَتۡ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَا مِنۡ مُسۡلِمٍ تُصِيۡبُهٗ مُصِيۡبَةٌ فَيَقُوۡلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيۡهِ رَاجِعُوۡنَ اَللّٰهُمَّ اٰجُرۡنِىۡ فِىۡ مُصِيۡبَتِىۡ وَاَخۡلِفۡ لِىۡ خَيۡرًا مِنۡهَا اِلَّا اَخۡلَفَ اللّٰهُ لَهٗ خَيۡرًا مِنۡهَا فَلَمَّا مَاتَ اَبُوۡ سَلَمَةَ قُلۡتُ اَىُّ الۡمُسۡلِمِيۡنَ خَيۡرٌ مِنۡ اَبِىۡ سَلَمَةَ اَوَّلُ بَيۡتٍ هَاجَرَ اِلٰى رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اِنِّىۡ قُلۡتُهَا فَاَخۡلَفَ اللّٰهُ لِىۡ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ مسلم)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حوالہ: مسلم شریف: ۳۰۰/ ۱، باب مایقال عند المصیبۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۱۹۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہونچے تو اس وقت وہ کہے، جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، یعنی یہ کلمات کہے: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اُجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْراً مِنْھَا'' ہم اللہ ہی کے ہیں، اور ہم سب لوٹ کر اس کی طرف جانے والے ہیں، اے اللہ میری مصیبت پر مجھے اجر عطا فرما، اور مجھے بہتر بدلہ دے، تو اللہ تعالیٰ اس کو بہتر بدلہ عطا کرتا ہے، جب میرے شوہر ابو سلمہ کا انتقال ہوا، تو میں نے کہا کہ ابو سلمہ سے بہتر کون مسلمان ہوسکتا ہے، وہ اس گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سب سے پہلے ہجرت کر کے آیا، لیکن میں نے مذکورہ کلمات کہے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدلہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کا موقعہ عطا کردیا۔

تشریح: بندہ جب کسی مصیبت سے دوچار ہو تو اس کو صبر کرنا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ سے بہتر بدلہ کی دعا کرنا چاہئے، اور بوقت مصیبت اللہ تعالیٰ نے جو دعا تلقین کی ہے: ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھنا چاہئے، اس دعا کی برکت سے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنے کی بدولت اللہ تعالیٰ خوش ہوکر بہتر بدلہ عطا فرماتے ہیں، اس حدیث کی راویہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیث رسول نقل کرنے کے بعد خود اپنا تجربہ بتاتی ہیں کہ میرے شوہر ''ابو سلمہ'' تھے، وہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ممتاز مقام کے حامل تھے، ظاہر بات ہے کہ ان کی وفات کے بعد بیوہ عورت کو ان جیسا شخص شوہر کی شکل میں ملنا تقریباً ناممکن تھا، میں نے ان کی وفات پر صبر کیا، اور مذکورہ دعاء پڑھی، تو مجھ کو خلاف توقع محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سے کہیں بہتر بلکہ تمام انسانوں میں سب سے افضل شخصیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کا موقع مل گیا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی بیوی ہونے کا اعزاز عطا فرمایا۔

فلما مات ابو سلمۃ: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبداللہ بن عبدالاسد المخزومی تھا، ان کی وفات ۴ھ میں ہوئی، غزوۂ احد میں شدید زخم آیا تھا، یہی زخم وفات کا سبب بنا۔

ای المسلمین خیر: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں یہ بات اپنی طرف سے فرمائی ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل تھے۔

اول بیت ھاجر: جولوگ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے، ان میں سب سے پہلے مسلمان حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیال سمیت سب سے پہلے ہجرت کی۔(مرقاۃ:۲/۳۲۹)

میت کی آنکھیں بند کرنا

﴿۱۵۳۱﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَبِيْ سَلَمَةَ وَقَدْ شَقَّ بَصَرُهٗ فَاَغْمَضَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الرُّوْحَ اِذَا قُبِضَ تَبِعَهُ الْبَصَرُ فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ اَهْلِهٖ فَقَالَ لَاتَدْعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِلَّا بِخَيْرٍ فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ يُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى مَاتَقُوْلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ سَلَمَةَ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ فِي الْمَهْدِيِّيْنَ وَاخْلُفْهُ فِيْ عَقِبِهٖ فِي الْغَابِرِيْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهٗ يَارَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَافْسَحْ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَنَوِّرْ لَهٗ فِيْهِ۔ (رواه مسلم)

حواله: مسلم شريف: ٣٠٠/ ١، باب في اغماض الميت والدعاء له اذا حضر، كتاب الجنائز، حديث نمبر: ٩٢٠۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے جب کہ ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں کو بند کر کے ارشاد فرمایا: ''کہ بلاشبہ جب روح قبض ہو جاتی ہے تو نظر اس کے پیچھے جاتی ہے، یہ کلمات سن کر گھر والے دہاڑیں مار کر رونے لگے، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے حق میں صرف بھلائی کی دعا کرو، اس لئے کہ تم جو کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مغفرت فرما دیجئے۔ ہدایت یافتہ لوگوں میں ان کے درجات بلند کر دیجئے، اور پسماندگان میں ان کا جانشین بنائے، اے سارے جہانوں کے رب! ہماری اور ان کی مغفرت فرما دیجئے، ان کو قبر میں وسعت عطا کر دیجئے، اور ان کی قبر کو منور فرما دیجئے۔''

تشریح: جب کسی شخص کا انتقال ہو تو میت کے گھر والوں کو چاہئے کہ اگر میت کی آنکھیں کھلی ہیں تو ان کو بند کر دے، اور مرحوم کے حق میں دعاء مغفرت کی جائے۔

وقد شق بصره: قریب المرگ شخص کی کیفیت یہی ہوتی ہے کہ جس طرف دیکھتا ہے اس طرف دیکھتا رہ جاتا ہے، نظریں دوسری طرف پھر نہیں پاتی ہیں۔

فاغمضه: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بند فرما دیں، یہ دلیل ہے اس بات کی کہ میت کی آنکھیں بند کر دینا مستحب ہے، اگر آنکھیں بند نہ کی جائیں تو میت کی ہیئت دیکھنے میں بری لگے گی۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ان الروح اذا قبض: علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ میت کی آنکھیں بند کرنے کی علت یہ ہے کہ جب روح نکل جاتی ہے تو بینائی بھی چلی جاتی ہے۔لہٰذا آنکھیں کھلی رہنا بے فائدہ ہے،لہٰذا موت کے بعد آنکھوں کو بند کردینا ہی بہتر ہے۔

لاتدعوا علی انفسکم الا بخیر: اس جز کا مطلب یہ ہے کہ اپنے حق میں یا میت کے حق میں ایسی کوئی بات نہ کہنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے خلاف ہو، اس لئے کہ بندہ جو بھی کلمۂ خیر یا شر زبان سے نکالے گا فرشتے اس پر آمین کہیں گے، بسا اوقات انسان مصیبت کے وقت میں اپنی زبان سے ایسی بات نکالتا ہے جو اس کے حق میں بہتر نہیں ہوتی ہے، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کی تاکید فرمائی کہ مصیبت کی گھڑی میں بھی کلمۂ خیر ہی زبان سے نکالو۔

اللھم اغفر لابی سلمة: اس سے معلوم ہوا کہ میت کے لئے دعا مغفرت سنت ہے۔

وافسح له فی قبره: قبر جو کہ آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے، اس میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں، مثلاً قبر کا میت کو دبانا اور قبر کا میت کے لئے تنگ ہونا، ان سب امور سے حفاظت کی دعاء ہے۔

ونور له فیه: قبر کی تاریکی سے محفوظ رہنے کی دعاء فرمائی ہے۔
(فتح الملہم: ۲/۴۶۹)

میت کو چادر سے ڈھانپنا

﴿۱۵۳۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ سُجِّیَ بِبُرْدٍ حِبَرَۃٍ۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ١٦٦/ ١، باب الدخول علی المیت بعد الموت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:١٢١٣۔ مسلم شریف: ٣٠٦/ ١، باب تسجیة المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:٩٤٢۔

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو دھاری والی یمنی چادر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اوڑھادی گئی۔

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ میت کو چادر سے ڈھانک دینا چاہئے۔

سُجِّیَ بِبُرْدِ حِبَرَۃٍ: "حِبَرَۃ" حا کے کسرہ کے ساتھ ہے، اور با کا فتحہ ہے، یمن کی چادروں میں سے ایک قسم کی چادر مراد ہے۔

﴿الفصل الثانی﴾

کلمہ طیبہ پر خاتمہ کا ثواب

﴿١٥٣٣﴾ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (رواہ ابوداؤد)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۴، باب فی التلقین، کتاب الجنائز،
حدیث نمبر: ۳۱۱۶۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس کا آخری کلام ''لا الـــہ الا اللہ'' ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

تشریح: اس حدیث شریف سے کلمہ طیبہ کی فضیلت سمجھ میں آرہی ہے، اور نہایت ہی خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو بوقت موت یہ مبارک کلمہ پڑھنے کی توفیق مل جائے، اگر کسی نے اس کلمہ کو پڑھنے کے بعد مزید کوئی کلام کئے بغیر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی برکت اور اپنے فضل سے اس کو جنت عطا فرمادیں گے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ قریب المرگ شخص کو کلمۂ طیبہ کی تلقین کیا کرو۔

من كان آخر كلامه: علماء نے لکھا ہے کہ قریب المرگ شخص کو کلمہ کی تلقین تو کی جائے، لیکن اگر ایک مرتبہ وہ کلمہ پڑھ لے تو پھر دوبارہ تلقین نہ کی جائے، لیکن ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد اگر کوئی دنیوی کلام کرلیا ہے تو پھر تلقین کی جائے تا کہ آخری کلام کلمہ طیبہ کا اقرار ہی رہے اور حدیث کی بشارت کا مستحق ہو سکے۔

لا اله الا الله: پورا کلمہ مراد ہے، کیونکہ ''لا الہ الا اللہ'' شرعاً شہادتین کا لقب ہے۔

دخل الجنة: دخول اولین مراد ہے، یا گناہوں کے سزا بھگتنے کے بعد جنت میں جانا مراد ہے، لیکن پہلے معنی کا احتمال قوی ہے، کیونکہ جنت میں تو تمام مسلمان ہی جائیں گے، جن کا آخری کلام کلمہ طیبہ ہو، ان کی جنت میں داخلہ کی خصوصیت اسی وقت ہوگی جب گناہوں کی سزا کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں اولین داخلہ مل جائے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۳۱)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قریب المرگ کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنے کا حکم

﴿۱۵۳۴﴾ وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ يٰسٓ عَلٰی مَوْتَاكُمْ۔ (رواه احمد وابوداؤد وابن ماجة)

حواله: مسند احمد: ۵/۲۷، ابوداؤد شريف: ۲/۴۴۵، باب القرأة عند الميت، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۲۱۔ ابن ماجه شريف: ۱۰۴، باب ماجاء فيما يقال عند المريض، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۴۸۔

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم اپنے مرنے والوں پر سورۂ یٰسین پڑھو۔''

تشریح: اقرءوا سورة يٰس على موتاكم: ''موتی'' سے مراد اگر قریب المرگ ہے، تو اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین شریف پڑھنے کی تاکید ہے، سورۂ یٰسین قرآن کریم کا دل ہے۔ لہٰذا اس سورت کی تلاوت سے قریب المرگ شخص کو روحانی قوت اور تسلی حاصل ہوگی، اور چونکہ اس سورت میں توحید کا اثبات، شرک کی نفی، احوال قیامت کا تذکرہ، ثواب وعقاب کا بیان سب کچھ ہے، لہٰذا اس سورت کی تلاوت سن کر بندۂ مومن پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے گا، بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہاں ''موتاکم'' سے مراد حقیقی مردہ ہیں، یعنی جن کی موت ہوگئی ان پر سورۂ یٰسین پڑھنے کی تاکید ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں یہ حدیث بھی نقل کی جاتی ہے کہ ''من زار قبر والديه او احدهما في كل جمعة فقرأ عندهما يٰس غفر له بعدد كل حرف منها''

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(مرقاۃ: ۲/۳۳۱) [جس شخص نے جمعہ کے دن اپنے والدین یا دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کے پاس یٰسین شریف کو پڑھا تو اس کے ہر حرف کے بدلہ میں اس کی مغفرت کی جاتی ہے۔] حاصل یہ ہے کہ سورۂ یٰسین مردوں کے لئے پڑھی جائے تو ان کو راحت نصیب ہوتی ہے، اور قریب المرگ کے پاس پڑھی جائے تو اس کے لئے آسانی ہو جاتی ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۳۱، التعلیق: ۲/۲۲۱)

مسلمان میت کو بوسہ دینا

﴿۱۵۳۵﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِيْ حَتّٰى سَالَ دُمُوْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى وَجْهِ عُثْمَانَ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجۃ)

حوالہ: ترمذی شریف: ۱/۱۹۳، باب ماجاء فی تقبیل المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۸۹۔ ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۱، باب فی تقبیل المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۶۳۔ ابن ماجہ شریف: ۱۰۵، باب ماجاء فی تقبیل المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۵۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت کا بوسہ لیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رو رہے تھے، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آنسو مبارک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرے پر گرے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تشــــریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کا بوسہ لینا درست ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت محبت تھی، اس کا اظہار حدیث باب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے ہو رہا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد ان کے گھر تشریف لے گئے، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر ہٹا کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بوسہ لیا۔

قبل عثمان بن مظعونؓ: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ ہجرت کے تقریباً ڈھائی سال بعد آپ کی وفات ہوئی، سب سے پہلے آپ ہی کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی وفات کے بعد اظہار محبت کے لئے بوسہ لیا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۳۲)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بوسہ لینا

﴿۱۵۳۶﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ اِنَّ اَبَابَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة)

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۳/۱، باب ماجاء فی تقبیل المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۸۹۔ ابن ماجہ شریف: ۱۰۵، باب ماجاء فی تقبیل المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۵۶۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس وقت بوسہ لیا جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی۔

تشریح: اس حدیث شریف سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ میت کا بوسہ لینا درست ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ انور کھول کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا تھا۔

تدفین میں جلدی

﴿۱۵۳۷﴾ وَعَنْ حُصَيْنِ بْنِ وَحْوَحٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ طَلْحَةَ بْنَ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَرِضَ فَاَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ فَقَالَ اِنِّيْ لَا اُرٰى طَلْحَةَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ بِهِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِيْ بِهٖ وَعَجِّلُوْا فَاِنَّهٗ لَايَنْبَغِيْ لِجِيْفَةِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ اَهْلِهٖ۔ (رواہ ابو داؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۰، باب التعجيل بالجنازة و كراهية حبسها، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۵۹۔

ترجمہ: حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار تھے، چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

''کہ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا وقت قریب آ چکا ہے، تو مجھے ان کی وفات کی اطلاع کر دینا اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا، اس وجہ سے کہ مسلمان میت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اس کو اس کے گھر والوں کے درمیان زیادہ دیر تک روک کر رکھا جائے۔''

تشریح: وعجلوا فانه لا ينبغي لجيفة مسلم: یعنی جب کسی شخص کی موت واقع ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا چاہئے بغیر کسی شرعی عذر کے اس میں تاخیر کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے اگر میت کو دیر تک رکھا جائے اور اس کی تدفین تاخیر سے کی جائے تو میت کے جسم سے بدبو آنے لگتی ہے، اور میت پھولنے لگتی ہے، اور لوگ اس کی وجہ سے میت سے کراہت اور ناپسندیدگی کا رویہ اختیار کرنے لگتے ہیں، جو اس کی اہانت وحقارت ہے، حالانکہ ہر مومن کو اللہ تعالیٰ نے مکرم پیدا کیا ہے، لہٰذا مناسب یہ ہے کہ میت کی جلد از جلد تدفین کی جائے، نیز میت جب تک گھر میں موجود رہتی ہے اہل میت کھانے پینے کام کاج سے رکے رہتے ہیں، غم بھی تازہ رہتا ہے، اور جس طرح وہ باعزت مرنے سے پہلے تھا، مرنے کے بعد بھی باعزت رہے، اسی وجہ سے حدیث شریف میں جلد تدفین کرنے کا امر وارد ہوا ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۲۲، مرقاۃ: ۲/۳۳۲، طیبی: ۳/۳۵۶)

﴿الفصل الثالث﴾

قریب المرگ کو تلقین کرنے کی تاکید

﴿۱۵۳۸﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ لِلْاَحْيَاءِ قَالَ اَجْوَدُ وَاَجْوَدُ۔ (رواه ابن ماجة)

حواله: ابن ماجه شريف: ١٠٤، باب تلقين الميت "لا اله الا الله"، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:١٤٤٦۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''کہ تم لوگ اپنے قریب المرگ لوگوں کو یہ کلمہ تلقین کیا کرو!"لا الـه الا الله الحليم الخ" [اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ حلم والا ہے، کرم والا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، عرشِ عظیم کا پروردگار ہے، تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں، جو کہ سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔] صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کے رسول تندرست زندہ لوگوں کو یہ کلمہ سکھانا کیسا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اچھا اور بہت ہی بہتر ہے۔

تشریح: **عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب:** حبشہ میں پیدا ہوئے، اسلام میں جو سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا اس کا شرف آپ کو حاصل ہے، آپؓ بڑے ہی ظریف الطبع بردبار اور نیک تھے، سخاوت میں بے مثال تھے، آپ کو اسی وجہ سے ''بحر الجود'' [سخاوت کا سمندر] کہا جاتا تھا، بعض حضرات نے کہا ہے کہ اسلام میں ان سے زیادہ کوئی سخی نہیں تھا۔ (مرقاۃ:٢/٣٣٢)

حدیث باب میں جو کلمہ مذکور ہے یہ بڑا ہی عظیم اور بابرکت کلمہ ہے، اس کلمہ کے پڑھنے سے بڑے فوائد وابستہ ہیں، یہ کلمہ زندہ لوگوں کے لئے بھی باعث نفع ہے، اور قریب المرگ شخص پڑھے تو اس کے لئے بہت ہی فائدہ کا ذریعہ ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

لا الــٰه الا اللّٰه الحلیم الکریم: صاحب مرقاۃ نے ابن عساکر کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ چند کلمات ہیں جن کو پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا۔ جب کہ وہ اپنی وفات کے وقت ان کلمات کو پڑھے: "لا اله الا الله الحلیم الکریم" تین بار، "الحمد لله رب العالمین" تین بار، "تبارک الذی بیده الملک یحی ویمیت وهو علی کل شیء قدیر" آخیر میں پڑھے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۳۳)

مومن کی روح کا اعزاز

﴿۱۵۳۹﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَیِّتُ تَحْضُرُهُ الْمَلٰئِکَةُ فَاِذَا کَانَ الرَّجُلُ صَالِحاً قَالُوْا اُخْرُجِیْ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الطَّیِّبَةُ کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّیِّبِ اُخْرُجِیْ حَمِیْدَةً وَاَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ وَرَیْحَانٍ وَرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ یُقَالُ لَهَا ذٰلِکَ حَتّٰی تَخْرُجَ ثُمَّ یُعْرَجُ بِهَا اِلَی السَّمَاءِ فَیُفْتَحُ لَهَا فَیُقَالُ مَنْ هٰذَا فَیَقُوْلُوْنَ فُلَانٌ فَیُقَالُ مَرْحَباً بِالنَّفْسِ الطَّیِّبَةِ کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّیِّبِ اُدْخُلِیْ حَمِیْدَةً وَاَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ وَرَیْحَانٍ وَرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ یُقَالُ لَهَا ذٰلِکَ حَتّٰی تَنْتَهِیَ اِلَی السَّمَاءِ الَّتِیْ فِیْهَا اللّٰهُ فَاِذَا کَانَ الرَّجُلُ السُّوْءَ قَالَ اُخْرُجِیْ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِیْثَةُ کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الْخَبِیْثِ اُخْرُجِیْ ذَمِیْمَةً وَاَبْشِرِیْ بِحَمِیْمٍ وَغَسَّاقٍ وَاٰخَرَ مِنْ شَکْلِهٖ اَزْوَاجٌ فَمَا تَزَالُ یُقَالُ لَهَا ذٰلِکَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حَتّٰی تَخْرُجَ ثُمَّ یُعْرَجُ بِهَا اِلَی السَّمَاءِ فَیُفْتَحُ لَهَا فَیُقَالُ مَنْ هٰذَا فَیُقَالُ فُلَانٌ فَیُقَالُ لَامَرْحَباً بِالنَّفْسِ الْخَبِیْثَةِ کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الْخَبِیْثِ ارْجِعِیْ ذَمِیْمَةً فَاِنَّهَا لَاتُفْتَحُ لَكِ اَبْوَابُ السَّمَاءِ فَتُرْسَلُ مِنَ السَّمَاءِ ثُمَّ تَصِیْرُ اِلَی الْقَبْرِ۔ (رواه ابن ماجة)

حواله: ابن ماجه شريف: ٣١٤، باب ذكر الموت والاستعداد له، كتاب الزهد، حدیث نمبر: ۴۲۶۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ قریب المرگ شخص کے پاس فرشتے آتے ہیں، اگر وہ شخص نیک ہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اے پاک جان! جو کہ پاک بدن میں تھی باہر نکلو، اور اس طور پر نکلو کہ تیری تعریف کی گئی ہے، اور تیرے لئے راحت اور پاکیزہ روزی کی خوشخبری ہے، اور رب کریم کی ملاقات کی خوشخبری ہے، جو کہ ناراض نہیں ہے، یہ بات روح سے برابر کہی جاتی رہتی ہے، یہاں تک کہ باہر نکل آتی ہے، پھر فرشتے اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے، اور سوال کیا جاتا ہے کہ آنے والا کون ہے؟ فرشتے کہتے ہیں کہ فلاں شخص ہے، آسمان والے فرشتے کہتے ہیں کہ پاک جان کو خوش آمدید ہو جو کہ پاک جسم میں تھی، داخل ہو اس طور پر کہ تیری تعریف کی گئی ہے، اور خوش ہو جاؤ اس بات سے کہ تیرے لئے راحت اور پاکیزہ روزی ہے، اور رب کریم کی ملاقات کی خوشخبری ہے، جو کہ ناراض نہیں ہے، یہ بات اس پاکیزہ روح سے کہی جاتی رہتی ہے، یہاں تک کہ وہ اس آسمان تک پہونچ جاتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ ہے۔ (جہاں اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات اور عرش عظیم ہے) اور آدمی اگر برا ہوتا ہے تو موت کا فرشتہ کہتا ہے کہ نکل اے بری اور ناپاک روح! جو کہ برے اور ناپاک جسم میں تھی، اس حال میں نکل کہ تو مذمت کے قابل ہے، تیرے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

لئے گرم پانی، پیپ، اوراسی نوعیت کے دوسرے عذابوں کی اطلاع ہے، اور یہ بات برابر کہی جاتی رہتی ہے، یہاں تک کہ جان نکل جاتی ہے، پھر اس کو آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے، اس کے لئے آسمان کا دروازہ کھلوایا جاتا ہے، فرشتے پوچھتے ہیں کہ کون ہے؟ ان کو بتایا جاتا ہے کہ فلاں شخص ہے، آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ اس بد اور ناپاک روح پر پھٹکار ہے، جو کہ خبیث جسم میں تھی، واپس چلی جا تیری مذمت کی گئی ہے، تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، چنانچہ وہ آسمان سے قبر میں لوٹ آتی ہے۔''

تشریح: تحضره الملائكة: علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یا تو رحمت کے فرشتے آتے ہیں یا عذاب کے فرشتے آتے ہیں، لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ دونوں طرح کے فرشتے آتے ہیں، پھر میت کے صالح ہونے کا علم ہونے پر رحمت کے فرشتے اپنا کام کرتے ہیں، اور میت کے بدکار ہونے کا علم ہونے پر عذاب کے فرشتے اپنا کام کرتے ہیں، اور رجل صالح سے مراد مومن ہے، یا حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا کرنے والا ہے۔ لیکن فاسق کا تذکرہ نہیں، بلکہ اس کے بارے میں سکوت ہے، کتاب وسنت کا طریقہ یہی ہے تا کہ وہ خوف اور رجاء کے درمیان رہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۳۳)

اخرجي: اس حدیث شریف سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ روح ایک جسم لطیف ہے، جو داخل خارج اترنے اور چڑھنے کی صفت سے متصف ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۳۳)

غساق: کہتے ہیں اہل جہنم کی پیپ کو، اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اتنی بدبودار پیپ کہ اگر اس کا ایک قطرہ مشرق میں ٹپکا دیا جائے تو اس کی بدبو سے اہل مغرب بدبودار ہو جائیں، اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ غساق ایک عذاب ہے، جس کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہیں ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۲۲، مرقاۃ: ۲/۳۳۴)

فترسل من السماء ثم تصير الى القبر: یعنی بدکار شخص کی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

روح آسمان سے دھتکاردی جاتی ہے، اوراسکو ہمیشہ کے لئے اسفل السافلین میں بند کردیا جاتا ہے، برخلاف مومن کی روح کے کہ اس کو آزادی دیدی جاتی ہے، اور وہ آسمان وزمین کے عالم ملکوت میں سیر کرتی ہے، اور جنت میں جہاں چاہے سیر کرتی ہے، اور عرش کے نیچے قندیلوں میں اپنا ٹھکانہ بنالیتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ روح کا جسم سے بھی تعلق رہتا ہے، چنانچہ وہ اپنی قبر میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، دولہے کی طرح چین اور سکون سے سوتا ہے، اور قبر سے ان مناظر کا دیدار بھی کرتا ہے، جو اس کو اس کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے جنت میں ملنے والا ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۲۳، مرقاۃ: ۲/۳۳۵)

روح مومن اور روح کافر کا حال

﴿۱۵۴۰﴾ وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُ الْمُؤْمِنِ تَلَقَّاهَا مَلَكَانِ يُصْعِدَانِهَا قَالَ حَمَّادٌ فَذَكَرَ مِنْ طِيْبِ رِيْحِهَا وَذَكَرَ الْمِسْكَ قَالَ وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَاءِ رُوْحٌ طَيِّبَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى جَسَدٍ كُنْتِ تُعَمِّرِيْنَهٗ فَيُنْطَلَقُ بِهٖ اِلٰى رَبِّهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا خَرَجَتْ رُوْحُهٗ قَالَ حَمَّادٌ وَذَكَرَ مِنْ نَتْنِهَا وَذَكَرَ لَعْنًا وَيَقُوْلُ اَهْلُ السَّمَاءِ رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ الْاَرْضِ فَيُقَالُ انْطَلِقُوْا بِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاَجَلِ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ فَرَدَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَيْطَةً كَانَتْ عَلَيْهِ عَلٰى اَنْفِهٖ هٰكَذَا۔ (رواه مسلم)

حواله: مسلم شريف: ۳۸۶/ ۲، باب عرض مقعد الميت من الجنة

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

او من النار، کتاب الجنة، حدیث نمبر :۲۸۷۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب مومن کی روح باہر نکلتی ہے تو دو فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں، اور اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔'' حضرت حمادؒ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ذکر کیا اس روح کی خوشبو کا یا مشک کا۔ راوی کہتے ہیں: کہ اس وقت آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ پاک روح ہے جو کہ زمین سے آئی ہے، تجھ پر اور اس بدن پر اللہ کی رحمت ہو جو تیری وجہ سے آباد تھا، پھر فرشتے اس روح کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف لے جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کو قیامت تک کے لئے لے جاؤ، راوی کہتے ہیں کہ جب کافر کی روح نکلتی ہے، حمادؒ کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روح کی بدبو اور اس کے لعنتی ہونے کا ذکر کیا، اہل آسمان اس سے کہتے ہیں کہ یہ ایک ناپاک روح ہے جو کہ زمین کی طرف سے آئی ہے، پھر کہا جاتا ہے کہ اس کو قیامت تک کے لئے لے جاؤ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس موقعہ پر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک سے ناک بند کر کے اوڑھی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح چادر اوڑھ کر دکھائی۔

تشریح: اس حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ جب مومن کی روح نکلتی ہے تو فضا معطر ہو جاتی ہے، اور فرشتے مومن کی روح کا استقبال کرتے ہیں، اور قیامت تک کے لئے روح کو عالم برزخ میں اعزاز واکرام سے رکھتے ہیں، جبکہ کافر کی روح نکلتے ہی فضا میں بدبو پھیل جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی اس سے نفرت کرتے ہیں، اور قیامت تک کے لئے عالم برزخ میں اس کو ذلت وسزا کے ساتھ رکھتے ہیں۔

انطلقوا به الی آخر الاجل: یعنی اس وقت اس پاکیزہ روح کو یہاں

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سے لیجاؤ، اور جنت یا جنت کے پاس جہاں اس کا ٹھکانہ ہے وہاں پہونچادو، اس لئے کہ اس کو تمہارے پاس آنا ہی ہے، اور یہاں "آخــر الاجــل" سے مراد برزخ کی موت ہے، اور برزخ اس عالم کو کہتے ہیں جہاں مرنے کے بعد سے قیامت قائم ہونے تک رہے گا۔ (مرقاۃ:۲/۳۳۵)

فرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ریطۃ: یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر کا کونہ اپنی ناک پر رکھ لیا، اور ناک پر چادر رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کافر کی روح دکھائی دی، اور اس کی روح کی بدبو کا احساس ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چادر اپنی ناک پر رکھ لی، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی خاص کیفیت کے ساتھ اپنی چادر کا کونہ اپنی ناک پر رکھ کر بتایا جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر کا کونہ اپنی ناک پر رکھا تھا۔ (التعلیق:۲/۲۲۳، مرقاۃ:۲/۳۳۵)

ایضاً

﴿۱۵۴۱﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حُضِرَ الْمُؤْمِنُ اَتَتْ مَلٰئِكَةُ الرَّحْمَةِ بِحَرِيْرَةٍ بَيْضَاءَ فَيَقُوْلُوْنَ اخْرُجِيْ رَاضِيَةً مَرْضِيًّا عَنْكِ اِلٰى رَوْحِ اللّٰهِ وَرَيْحَانٍ وَرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ فَتَخْرُجُ كَاَطْيَبِ رِيْحِ الْمِسْكِ حَتّٰى اَنَّهٗ لَيُنَاوِلُهٗ بَعْضُهُمْ بَعْضاً حَتّٰى يَاْتُوْا بِهٖ اَبْوَابَ السَّمَاءِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَطْيَبَ هٰذِهِ الرِّيْحَ الَّتِيْ جَاءَتْكُمْ مِنَ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحاً بِهٖ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مِنْ اَحَدِكُمْ بِغَائِبِهٖ يَقْدَمُ عَلَيْهِ فَيَسْأَلُوْنَهٗ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ مَاذَا فَعَلَ فُلَانٌ فَيَقُوْلُوْنَ دَعُوْهُ فَاِنَّهٗ كَانَ فِيْ غَمِّ الدُّنْيَا فَيَقُوْلُ قَدْ مَاتَ اَمَا اَتَاكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ قَدْ ذُهِبَ بِهٖ اِلٰى اُمِّهِ الْهَاوِيَةِ وَاِنَّ الْكَافِرَ اِذَا احْتُضِرَ اَتَتْهُ مَلٰئِكَةُ الْعَذَابِ بِمِسْحٍ فَيَقُوْلُوْنَ اخْرُجِيْ سَاخِطَةً مَسْخُوْطاً عَلَيْكِ اِلٰى عَذَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَتَخْرُجُ كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ حَتّٰى يَاتُوْنَ بِهٖ اِلٰى بَابِ الْاَرْضِ فَيَقُوْلُوْنَ مَا اَنْتَنَ هٰذِهِ الرِّيْحَ حَتّٰى يَأْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْكُفَّارِ۔ (رواه احمد والنسائی)

حوالہ: مسند احمد: ۲/۳۶۴، نسائی شریف: ۱/۲۰۳، باب مایلقی به المؤمن من الکراهة عند خروج نفسه، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۸۳۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب مؤمن کی موت کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اے روح جسم سے نکل جاؤ، اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہے، اور تو اس سے راضی ہے، اور تو چل اللہ کی رحمت کی طرف اور رزق کریم کی طرف اور پروردار کی طرف جو غصہ نہیں ہے، چنانچہ روح مشک خوشبو کی طرح نکلتی ہے، اور فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کے دروازوں پر پہونچتے ہیں، تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کتنی پاکیزہ اور معطر روح ہے، جس کو لے کر تم زمین سے آئے ہو، پھر وہ فرشتے مؤمنوں کی روحوں کو آگے لے کر بڑھتے ہیں ان کو دیکھ کر دوسری مؤمن روحیں اس سے بھی زیادہ خوش ہوتی ہیں، جتنا کہ تم میں سے کوئی اپنے کسی غائب شخص کے آنے پر خوش ہوتا ہے، پھر وہ روحیں اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں نے کیا کیا، اور فلاں نے کیا کیا؟ پھر

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وہ روحیں از خود کہتی ہیں کہ اس کو ابھی چھوڑ دو، اس لئے کہ یہ دنیا کی مصیبتوں میں پھنسا ہوا تھا، پھر آنے والی روح کہتی ہے کہ فلاں شخص تو مر چکا ہے، کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ اس پر وہ روحیں جواب دیتی ہیں بلاشبہ اس کو اس کے ٹھکانے میں جو کہ جہنم ہے لے جایا گیا ہوگا، اور جب کافر کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو عذاب کے فرشتے اس کے پاس ایک ٹاٹ لے کر آتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اے نامراد روح نکل اللہ کے عذاب کی طرف اس حال میں کہ تجھ پر نامرادی مسلط کردی گئی ہے، چنانچہ وہ روح مردار کی بدبو کی طرح سخت بدبودار ہو کر نکلتی ہے، یہاں تک کہ فرشتے جب اس روح کو زمین کے دروازے پر لاتے ہیں تو فرشتے کہتے ہیں کہ کس قدر بری ہے یہ بدبو، یہاں تک کہ اس کو کافروں کی روح کے پاس لاتے ہیں۔''

تشریح: مومن کی روحوں کا فرشتے اعزاز کرتے ہیں، اور یہ روحیں معطر ہوتی ہیں، جب اپنے پیش رو، لوگوں کی روحوں سے ملاقات کرتی ہیں تو سب ایک دوسرے سے مل کر خوش ہوتی ہیں، جب کہ کافروں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، فرشتے ان سے سخت نفرت کرتے ہیں، ان روحوں سے بڑی غلیظ بدبو آتی ہے، اور جب ان کو ان سے پہلے فوت ہونے والے کافروں کی روحوں سے ملایا جاتا ہے تو ایک دوسرے پر لعن طعن کرتی ہیں، اور غصہ کا اظہار کرتی ہیں۔

ماذا فعل فلان: یعنی روحیں نئی آنے والی روح سے اپنے بعض دنیا کے اعزا و اقربا کے احوال دریافت کریں گی، مقصد یہ ہوگا کہ اگر وہ اطاعت پر ہیں تو ان کی ثابت قدمی اور استقامت کے لئے دعا کریں، اور اگر وہ معصیت کی زندگی گذار رہے ہیں تو ان کے لئے ہدایت و مغفرت کی دعاء کریں۔

یاتون به الی باب الارض: فرشتے پہلے کافر کی روح بھی آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، لیکن جب وہاں سے یہ روح دھتکار دی جاتی ہے، تو فرشتے اس کو

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اسفل السافلین میں ڈال دیتے ہیں۔

ارواح الکفار: کافروں کی روحیں "سجین" میں قید رہتی ہیں، جب کہ مومن کی روحیں "علیین" میں رہتی ہیں۔ (مرقاۃ:۲/۳۳۶)

مومن اور کافر کی موت کی تفصیل

﴿۱۵۴۲﴾ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَھَیْنَا اِلَی الْقَبْرِ وَلَمَّا یُلْحَدَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَلَسْنَا حَوْلَہٗ کَاَنَّ عَلٰی رُؤُسِنَا الطَّیْرَ وَفِیْ یَدِہٖ عُوْدٌ یَنْکُتُ بِہٖ فِی الْاَرْضِ فَرَفَعَ رَأْسَہٗ فَقَالَ: اسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلٰثاً ثُمَّ قَالَ: اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا کَانَ فِیْ انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْیَا وَاِقْبَالٍ مِنَ الْاٰخِرَۃِ نَزَلَ اِلَیْہِ مَلٰئِکَۃٌ مِّنَ السَّمَاءِ بِیْضُ الْوُجُوْہِ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الشَّمْسُ مَعَھُمْ کَفَنٌ مِنْ اَکْفَانِ الْجَنَّۃِ وَحَنُوْطٌ مِنْ حَنُوْطِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَجْلِسُوْا مِنْہُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَجِیْءُ مَلَکُ الْمَوْتِ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰی یَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِہٖ فَیَقُوْلُ: اَیَّتُھَا النَّفْسُ الطَّیِّبَۃُ اخْرُجِیْ اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٍ قَالَ: فَتَخْرُجُ تَسِیْلُ کَمَا تَسِیْلُ الْقَطْرَۃُ مِنَ السِّقَاءِ فَیَأْخُذُھَا فَاِذَا اَخَذَھَا لَمْ یَدَعُوْھَا فِیْ یَدِہٖ طَرْفَۃَ عَیْنٍ حَتّٰی یَأْخُذُوْھَا فَیَجْعَلُوْھَا فِیْ ذٰلِکَ الْکَفَنِ وَفِیْ ذٰلِکَ الْحَنُوْطِ وَیَخْرُجُ مِنْھَا کَاَطْیَبِ نَفْحَۃِ مِسْکٍ وُجِدَتْ عَلٰی

وَجْهِ الْاَرْضِ قَالَ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَا يَمُرُّوْنَ يَعْنِيْ بِهَا عَلٰى مَلَإٍ مِّنَ
الْمَلٰئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ الطَّيِّبُ؟ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ
بِاَحْسَنِ اَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَهٗ بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يَنْتَهُوْا بِهَا اِلَى
السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُوْنَ لَهٗ فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهٗ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ
مُقَرَّبُوْهَا اِلَى السَّمَاءِ الَّتِيْ تَلِيْهَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ
فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: اكْتُبُوْا كِتَابَ عَبْدِيْ فِيْ عِلِّيِّيْنَ وَاَعِيْدُوْهُ اِلَى
الْاَرْضِ فَاِنِّيْ مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيْهَا اُعِيْدُهُمْ وَمِنْهَا اُخْرِجُهُمْ تَارَةً
اُخْرٰى قَالَ: فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ
لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ رَبِّيَ اللّٰهُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا دِيْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ: دِيْنِيَ
الْاِسْلَامُ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: هُوَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ وَمَا عِلْمُكَ؟
فَيَقُوْلُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاٰمَنْتُ بِهٖ وَصَدَّقْتُ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ
اَنْ صَدَقَ عَبْدِيْ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَاَلْبِسُوْهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوْا لَهٗ
بَابًا اِلَى الْجَنَّةِ قَالَ فَيَأْتِيْهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيْبِهَا فَيُفْسَحُ لَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ مَدَّ
بَصَرِهٖ قَالَ: وَيَأْتِيْهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيْحِ
فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُرُّكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ فَيَقُوْلُ لَهٗ
مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْءُ بِالْخَيْرِ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ
فَيَقُوْلُ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ رَبِّ اَقِمِ السَّاعَةَ حَتّٰى اَرْجِعَ اِلٰى اَهْلِيْ وَمَالِيْ
قَالَ: وَاِنَّ الْعَبْدَ الْكَافِرَ اِذَا كَانَ فِيْ انْقِطَاعٍ مِنَ الدُّنْيَا وَاِقْبَالٍ مِنَ
الْاٰخِرَةِ نَزَلَ اِلَيْهِ مِنَ السَّمَاءِ مَلٰئِكَةٌ سُوْدُ الْوُجُوْهِ مَعَهُمُ الْمُسُوْحُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

فَيَجْلِسُوْنَ مِنْهُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَجِيْءُ مَلَكُ الْمَوْتِ حَتّٰى يَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَيَقُوْلُ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْخَبِيْثَةُ اُخْرُجِيْ اِلٰى سَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ قَالَ فَتَفَرَّقُ فِيْ جَسَدِهٖ فَيَنْتَزِعُهَا كَمَا يُنْتَزَعُ السَّفُّوْدُ مِنَ الصُّوْفِ الْمَبْلُوْلِ فَيَأْخُذُهَا فَاِذَا اَخَذَهَا لَمْ يَدَعُوْهَا فِيْ يَدِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ حَتّٰى يَجْعَلُوْهَا فِيْ تِلْكَ الْمُسُوْحِ وَتَخْرُجُ مِنْهَا كَاَنْتَنِ رِيْحِ جِيْفَةٍ وُجِدَتْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَيَصْعَدُوْنَ بِهَا فَلَايَمُرُّوْنَ بِهَا عَلٰى مَلَاٍ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ اِلَّا قَالُوْا مَا هٰذَا الرُّوْحُ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَقْبَحِ اَسْمَائِهِ الَّتِيْ كَانَ يُسَمّٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا حَتّٰى يُنْتَهٰى بِهٖ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيُسْتَفْتَحُ لَهٗ فَلَا يُفْتَحُ لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَ جَلَّ: اُكْتُبُوْا كِتَابَهٗ فِيْ سِجِّيْنٍ فِي الْاَرْضِ السُّفْلٰى فَتُطْرَحُ رُوْحُهٗ طَرْحاً ثُمَّ قَرَاَ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ فَتُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ وَيَأْتِيْهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهٖ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَنْ رَّبُّكَ؟ فَيَقُوْلُ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَادِيْنُكَ؟ فَيَقُوْلُ: هَاهْ هَاهْ لَااَدْرِيْ فَيَقُوْلَانِ لَهٗ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِيْ بُعِثَ فِيْكُمْ؟ فَيَقُوْلُ: هَاهْ هَاهْ لَااَدْرِيْ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ كَذَبَ فَاَفْرِشُوْهُ مِنَ النَّارِ وَافْتَحُوْا لَهٗ بَاباً اِلَى النَّارِ فَيَأْتِيْهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُوْمِهَا وَيُضَيَّقُ عَلَيْهِ قَبْرُهٗ حَتّٰى تَخْتَلِفَ فِيْهِ اَضْلَاعُهٗ وَيَأْتِيْهِ رَجُلٌ قَبِيْحُ الْوَجْهِ قَبِيْحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ الرِّيْحِ فَيَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِيْ يَسُوْءُكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُوْعَدُ فَيَقُوْلُ مَنْ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اَتَتْ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيْءُ بِالشَّرِّ فَيَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيْثُ فَيَقُوْلُ رَبِّ لَاتُقِمِ السَّاعَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَحْوَهٗ وَزَادَ فِيْهِ اِذَا خَرَجَ رُوْحُهٗ صَلّٰى عَلَيْهِ كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ وَفُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ السَّمَاءِ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ يُّعْرَجَ بِرُوْحِهٖ مِنْ قِبَلِهِمْ وَتُنْزَعُ نَفْسُهٗ يَعْنِي الْكَافِرَ مَعَ الْعُرُوْقِ فَيَلْعَنُهٗ كُلُّ مَلَكٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَكُلُّ مَلَكٍ فِي السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ لَيْسَ مِنْ اَهْلِ بَابٍ اِلَّا وَهُمْ يَدْعُوْنَ اللّٰهَ اَنْ لَّا يُعْرَجَ رُوْحُهٗ مِنْ قِبَلِهِمْ۔ (رواه احمد)

حواله: مسند احمد: ۴/۲۸۸/۲۸۷.

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری صحابیؓ کے جنازہ میں نکلے، اور ہم قبرستان پہونچے، ابھی ان صحابی کو دفن نہیں کیا گیا تھا، چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھ گئے، اور ہم بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اردگرد ایسے بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں، اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمین کرید رہے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، یہ بات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمائی، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بلاشبہ جب بندہ مومن کا دنیا سے تعلق منقطع ہونے والا ہوتا ہے اور اس کو آخرت کا سفر درپیش ہوتا ہے تو اس کی طرف آسمان سے ایسے فرشتے اترتے ہیں جن کے چہرے ایسے روشن ہوتے ہیں، گویا ان کے چہرے سورج ہیں، ان کے ساتھ جنت کے کفنوں

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میں سے ایک کفن ہوتا ہے، اور جنت کی خوشبوؤں میں سے ایک خوشبو ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ فرشتے اس مرنے والے سے منتہائے نظر تک دور جگہ پر بیٹھتے ہیں، پھر حضرت ملک الموت علیہ السلام (حضرت عزرائیل) تشریف لاتے ہیں، اور اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں، پھر کہتے ہیں اے پاکیزہ جان! اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت کی طرف اور اس کی خوشنودی کی طرف چلو، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر جان اس طرح نکلتی ہے جیسے کہ مشک سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے، پھر ملک الموت اس جان کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں، اور جب ملک الموت اس کی جان لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے اس جان کو پل بھر کے لئے بھی ملک الموت کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے ہیں، اور اس کو جلدی سے لے لیتے ہیں، پھر اس کو اس کفن اور اس خوشبو میں رکھ لیتے ہیں اور اس روح سے ایسی پاکیزہ خوشبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر پائی جانے والی مشک کی تمام بہترین خوشبوؤں سے اعلیٰ ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر فرشتے اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، اور زمین وآسمان کے درمیان موجود فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گذرتے ہیں وہ جماعت پوچھتی ہے کہ یہ پاکیزہ روح کون ہے؟ لے جانے والے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں ہیں، وہ اس کے ان بہترین اسماء والقاب کو بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے وہ دنیا میں پہچانا جاتا تھا، پھر آسمان اول سے دوسرے آسمان تک مقرب فرشتے اس کے ہمراہ رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ساتویں آسمان تک اس روح کو پہونچا دیا جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے کے نامۂ اعمال کو علیین میں لکھ دو، اور اس کو زمین پر واپس کردو، کیونکہ میں نے اس کو جس مٹی سے پیدا کیا ہے، اس میں اس کو لوٹاؤں گا، اور اسی مٹی سے دوبارہ اٹھاؤں گا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چنانچہ اس روح کو پھر اس کے بدن میں پہونچا دیا جاتا ہے، پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بیٹھاتے ہیں، پھر اس سے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

پوچھتے ہیں: کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں یہ صاحب (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کون ہیں، جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ جواب دیتا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پھر وہ فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: تمہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ تو بندہ کہتا ہے: کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی، اس وقت آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے: میرے بندہ نے درست کہا، لہٰذا اس کے لئے جنتی فرش بچھادو، اور اس کو جنتی لباس پہنادو، اور اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس دروازہ کے ذریعہ سے جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں، اور اس کی قبر بھی منتہاء نظر تک کشادہ کردی جاتی ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر اس کے پاس ایک خوبصورت شکل اچھے لباس اور خوشبو میں بسی ہوئی ایک شخصیت آتی ہے، اور اس سے کہتی ہے کہ تمہیں اس چیز کی خوشخبری جو تجھ کو خوش کرنے والی ہے، یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ میت اس سے کہتی ہے تم کون ہو، کہ تمہارا چہرہ حسن و جمال میں کامل ہے، اور تم بھلائیاں لیکر آئے ہو وہ کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں تو وہ بندۂ مومن کہتا ہے کہ اے میرے رب قیامت قائم کردیجئے، اے میرے رب قیامت قائم کردیجئے، تاکہ میں اپنے اہل وعیال اور اپنے مال تک پہنچ جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب کافر بندہ کا دنیا سے تعلق منقطع ہونے کا وقت ہوتا ہے اور آخرت کا سفر درپیش ہوتا ہے تو اس کے پاس سیاہ چہرہ والے فرشتے اپنے ساتھ ٹاٹ لے کر آتے ہیں، اور اس سے منتہائے نظر تک دور بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت اس کے سرہانے آکر بیٹھتے ہیں، اور اس سے کہتے ہیں اے خبیث جان! اللہ کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

غضب کی طرف نکلو، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کافر کی جان یہ سن کر ادھر ادھر بھاگتی ہے، چنانچہ ملک الموت اس کی روح کو اس طرح کھینچتے ہیں جس طرح سیخ کو گیلے اون میں سے کھینچا جاتا ہے، پھر ملک الموت اس کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں، تو دوسرے فرشتے پلک جھپکنے کے بقدر بھی اس جان کو ملک الموت کے ہاتھ میں رہنے نہیں دیتے ہیں فوراً اس کو ان ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس روح سے ایسی بدبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر پائی جانے والی مردار کی بدبو سے زیادہ سخت اور بری ہوتی ہے، پھر فرشتے اس روح کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں، ان کا گذر فرشوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی ہوتا ہے وہ جماعت پوچھتی ہے کہ یہ ناپاک روح کون ہے؟ تو یہ روح لے کر چلنے والے فرشتے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہیں، اس کا نام ان برے القاب کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں، جس کے ذریعہ وہ دنیا میں پہچانا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ آسمان دنیا تک پہونچا دیا جاتا ہے، پھر اس کے لئے دروازہ کھلوایا جاتا ہے، تو دروازہ کھلتا نہیں ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: "**لاتفتح لهم ابواب السماء الخ**" ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے نہ جائیں گے، اور وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس نہ جائے، اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ اس کے اعمال نامہ کو سجین میں جو کہ نچلی زمین میں ہے لکھو، چنانچہ اس روح کو زمین پر پھینک دیا جاتا ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "**ومن يشرك بالله فكانما الخ**" جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے کہ وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں، یا ہوا نے اس کو کسی دور جگہ میں لے جا کر پھینک دیا، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس روح کو جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو اٹھا کر بیٹھاتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا، پھر فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تمہارا دین کیا ہے، تو وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا، پھر فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ یہ شخص جو تم میں مبعوث کئے گئے کون ہیں؟ تو وہ کہتا ہے: ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا پھر آسمان سے پکارنے والا کہتا ہے، اس نے جھوٹ کہا ہے، اس کے لئے آگ کا بستر بچھادو، اور اس کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دو جس سے جہنم کی تپش اور اس کی تکلیف دہ ہوا آتی ہے، اور اس پر اس کی قبر تنگ کردی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہوکر دوسری طرف نکل آتی ہیں، اس کے بعد ایک بدشکل شخص نہایت گندا لباس پہنے ہوئے آتا ہے جس سے بہت خراب بدبو نکل رہی ہوتی ہے، وہ کہتا ہے تمہیں اس چیز کی اطلاع ہے جو کہ تم کو ناخوش کردینے والی ہے، یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، وہ کافر بندہ کہے گا تو کون ہے،؟ تمہاری شکل بہت بری ہے، اور یہ اطلاع لے کر آیا ہے، وہ کہے گا کہ میں تمہارا برا عمل ہوں یہ سن کر مردہ کہتا ہے اے میرے رب قیامت قائم نہ کرنے گا، اور ایک روایت میں جو کہ اسی طرح ہے اس پر یہ الفاظ مزید ہیں: "اذا خرج روحه صلى عليه الخ" جب مومن کی روح نکلتی ہے تو ہر وہ فرشتہ جو زمین وآسمان کے درمیان میں ہے اور ہر وہ فرشتہ جو آسمان میں ہے، اس پر رحمت بھیجتا ہے، اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور ہر دروازے کے فرشتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس روح کو ان کے پاس سے گذار کر آسمان پر لے جایا جائے اور کافر تو اس کی جان اس کی رگوں کے ساتھ نکالی جاتی ہے، اور اس پر آسمان وزمین کے درمیان والے فرشتے اور آسمان پر متعین فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، اس کے لئے آسمان کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، اور دروازوں پر متعین تمام فرشتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یہ روح اوپر لے جانے کے لئے ان کے پاس سے نہ گذاری جائے۔

تشریح: مومن کی روح بہت آسانی سے نکالی جاتی ہے، اور اس کے ساتھ بہت اعزاز واکرام کا معاملہ کیا جاتا ہے، قبر میں جو سوالات کئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وہ ان سوالات کا درست جواب دیتا ہے، جس کی وجہ سے اس کو قبر میں ہی بڑی راحت عطا ہوتی ہے، جنت کی ہوائیں اس تک پہونچتی ہیں اور وہ خوشبوؤں سے معطر رہتا ہے، جب کہ کافر کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، اس کی روح بڑی سختی سے نکالی جاتی ہے، اس سے جو فرشتے ملاقات کرتے ہیں، وہ اس سے ذلت کا برتاؤ کرتے ہیں، اس کے جسم سے نہایت بری بدبو اٹھتی ہے، اور اس کے بدعمل قبر میں کریہہ شکل میں اس سے ملاقات کرتے ہیں، قبر میں ہونے والے سوال کا بھی جواب نہیں دے پاتا ہے، اور اس کی قبر بہت تنگ ہو جاتی ہے، نیز ہر طرح کے مصائب کا وہ شکار ہوتا ہے۔

فتخرج تسیل: مومن کی روح بہت سہولت و آسانی سے نکلتی ہے۔

اشکال: بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جان نکلتے وقت مومن کی روح پر بھی بڑی سختی ہوتی ہے، اور حدیث گذری ہے اس سے تو یہاں تک معلوم ہوا ہے کہ موت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی شدید تکلیف سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

جواب: مومن پر جو سختی ہوتی ہے، اس کا تعلق سکرات موت سے ہے، جو کہ روح نکلنے سے پہلے کی سختی ہے، اس پر بڑے اجر کا وعدہ ہے، لیکن روح نکلنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی ہے، البتہ کافر کی روح نکلنے میں بھی بہت شدید دشواری ہوتی ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۳۸)

علیین: مومن کے اعمال علیین میں لکھے جاتے ہیں، جب کہ کافروں کے اعمال سجین میں لکھے جاتے ہیں۔

علیین اور سجین

سوال: "علیین" اور "سجین" کس چیز کا نام ہے؟

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جواب: "علیین" ساتویں آسمان پر فرشتوں کا عظیم دفتر ہے، یہیں نیک لوگوں کے اعمال چڑھائے جاتے ہیں، اور یہیں نیک لوگوں کے اعمال محفوظ رہتے ہیں، اس میں درحقیقت سعید روحوں کا اعزاز ہے۔

اور "سجین" ساتویں زمین کے نیچے دوزخ کی گہرائی میں ایک مقام کا نام ہے، اس میں دوزخیوں کے اعمال رکھے جاتے ہیں، اس میں دوزخیوں کی ذلت کو اجاگر کرنا ہے۔

وتنزع نفسہ: کافر کی روح بدن سے نکلنا نہیں چاہتی ہے، لیکن موت کا فرشتہ زبردستی رگوں کی گہرائی سے کھینچ کر نکالتا ہے، تو وہ بڑی ناخوشی سے نکلتی ہے، اور اس حالت میں جس کی جان نکلتی ہے اس کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔

قریب المرگ سے سلام پہونچانے کے لئے کہنا

﴿۱۵۴۳﴾ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ كَعْباً الْوَفَاةُ اَتَتْهُ اُمُّ بِشْرٍ بِنْتُ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ اِنْ لَقِيْتَ فُلَاناً فَاقْرَءْ عَلَيْهِ مِنِّيْ السَّلَامَ فَقَالَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكِ يَا اُمَّ بِشْرٍ نَحْنُ اَشْغَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالَتْ يَا اَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَمَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ طَيْرٍ خُضْرٍ تَعَلَّقُ بِشَجَرِ الْجَنَّةِ قَالَ بَلٰى قَالَتْ فَهُوَ ذٰكَ۔ (رواه ابن ماجة والبيهقي في كتاب البعث والنشور)

حواله: ابن ماجه: ۱۰۴، باب فيما يقال عند المريض اذا حضر،

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۴۴۹۔کتاب البعث للبیهقی: ۱۵۳، مایستدل به علی انه رای الجنة، حدیث نمبر:۲۰۵۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن کعب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ہے کہ جب حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ام بشر تشریف لائیں اور کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن اگر آپ فلاں شخص سے ملیں تو ان کو میری طرف سے سلام عرض کر دیجئے گا، حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے ام بشر اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے، ہم تو اس وقت بہت مشغول ہوں گے تو ام بشر نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن کیا آپ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ مؤمنوں کی روحیں سبز پرندوں کی شکل میں ہونگی جنت کے درختوں سے لٹکی ہوں گی، حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہاں سنا ہے ام بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ پھر تو ایسی ہی بات ہے۔

تشریح: فاقرا علیه: ام بشرؓ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کو وفات کے وقت عرض کیا کہ میرے فلاں عزیز کو میری طرف سے مرنے کے بعد ملاقات ہونے پر سلام عرض کر دینا، اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے سن رکھا تھا کہ "لایهلک هالک من بنی سلمة الا جاء ته ام بشر فقالت یا فلان علیک السلام فیقول وعلیک" نہ صرف مردے سلام سنتے ہیں، بلکہ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

اشغل من ذلک: حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ مرنے کے بعد بہت اہم امور درپیش ہونگے، ان امور کے جواب بھی دینے ہیں، لہٰذا ہمیں فرصت کہاں ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ارواح المؤمنين: علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ تمام مؤمنوں کی روحیں جنت میں ہونگی، یہ فضیلت شہداء کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، اس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ "ان نسمة المؤمن تسرح في الجنة حيث شاء ت ونسمة الكافر في السجين" [حقیقت یہ ہے کہ مومن کی روح جنت میں جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے، اور کافر کی روح قید خانہ میں ہوتی ہے۔] (مرقاۃ:۲/۳۴۲)

مومن کی روح کا جنت کے درختوں سے وابستہ ہونا

﴿۱۵۴۴﴾ وَعَنْهُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَيْرٌ تَعَلَّقُ فِىْ شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَرْجِعَهُ اللّٰهُ فِىْ جَسَدِهٖ يَوْمَ يَبْعَثُهُ۔ (رواه مالك والنسائى والبيهقى فى كتاب البعث والنشور)

حواله: مؤطا امام مالک: ۸۴، باب جامع الجنائز، کتاب الجنائز، حديث نمبر: ۴۹. نسائي شريف: ۱/۲۲۵، باب ارواح المؤمنين، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۲۰۷۲۔ كتاب البعث والنشور للبيهقي: ۱۵۲، باب مايستدل على انه راى الجنة، حدیث نمبر: ۲۰۳۔

ترجمه: حضرت عبدالرحمٰن بن کعب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ مومن کی روح پرندوں کی شکل میں جنت کے درختوں پر مصروف پرواز رہتی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اس کے جسم میں واپس کر دیں گے۔“

تشریح: مومن کی روح کو اعزاز عطا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو یہ آزادی عطا کر دیں گے، کہ جنت کے درختوں سے جس طرح چاہو لطف اندوز ہوتی رہو۔

نسمة المؤمن: ”نسمة“ کا اطلاق انسان کی ذات پر ہوتا ہے، یعنی اس میں روح اور جسم دونوں شامل ہوتے ہیں، لیکن اس حدیث شریف میں ”نسمة“ سے روح مراد ہے، اسی وجہ سے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”یرجعه الله في جسده“ فرمایا ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ منعم اور معذب کے بدن کا کچھ حصہ جس میں روح ہوگی وہی تکلیف وراحت محسوس کرے گا، جو بھی مراد حدیث کی ہو اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی چیز محال نہیں ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں شہدا کی روح مراد ہے، وہی سبز پرندوں کی شکل میں ہوں گے، جنت کے درختوں سے وابستہ ہوں گے، بعض لوگ اس حدیث شریف کو عام ایمان والوں کے لئے بھی بشارت بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم (التعلیق: ۲/۲۲۸)

قریب المرگ سے سلام پہونچانے کی درخواست کرنا

﴿١٥٤٥﴾ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ وَهُوَ يَمُوْتُ فَقُلْتُ اقْرَأْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ۔ (رواه ابن ماجة)

حواله: ابن ماجه شريف: ۱۰۴، باب فيما يقال عند المريض اذا حضر، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۵۰۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب کہ وہ قریب المرگ تھے، میں نے ان سے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میرا سلام عرض کردیجئے گا۔

تشریح: مردوں کو اگر سلام پیش کیا جائے تو سلام ان تک پہونچتا ہے، اور جو لوگ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں، ان کی ملاقات عالم ارواح میں اپنے سے پہلے فوت ہونے والوں سے ہوتی ہے، تو جن لوگوں نے جن کو سلام پیش کیا ہوتا ہے ان کو سلام پیش کرتے ہیں۔

اقرأ على رسول الله صلى الله عليه وسلم: محمد بن منکدرؒ جو کہ مشہور تابعی ہیں، انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ معروف صحابی ہیں، ان سے ان کی وفات کے وقت درخواست کی کہ میرا سلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا دینا۔ قریب المرگ سے اس طرح کی درخواست کئے جانے سے متعلق بہت سی روایات ہیں، امام بخاریؒ نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ "**جاءت ام أنيس بنت ابى قتادة بعد موت ابيها بنصف شهر الى عبدالله بن انيس وهو مريض فقالت يا عم اقرأ ابى السلام**" [ام انیس بنت ابی قتادہ اپنے والد کی وفات کے نصف ماہ بعد عبداللہ بن انیس کے پاس حاضر ہوئیں جب کہ وہ مریض تھے اور عرض کیا اے چچا میرے والد کو سلام کہہ دینا۔] (شرح الصدور) (مرقاۃ: ۲/۳۴۴)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَتَكْفِيْنِهٖ

(میت کے غسل اور کفن کا بیان

رقم الحدیث: ۱۵۴۶ تا ۱۵۵۶۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بسم الله الرحمن الرحيم

بَابُ غُسْلِ الْمَيِّتِ وَتَكْفِيْنِهٖ

(میت کے غسل اور کفن کا بیان)

غسل میت کا حکم

غسل میت کے سلسلہ میں جمہور علماء کا مذہب نقل کرنے میں شدید اختلاف ہے، چنانچہ شرح وجیز میں علامہ نوویؒ نے نقل کیا ہے کہ غسل میت بالاجماع فرض کفایہ ہے، جبکہ علامہ قرطبیؒ نے شرح مسلم میں غسل میت کے سنت ہونے کو ترجیح دی ہے، لیکن جمہور علماء کے نزدیک غسل میت سنت اور اجماع کی روشنی میں واجب ہے۔

دلیل: حدیث شریف میں ہے: "**للمسلم علی المسلم ست حقوق الی ما قال اذا مات ان یغسلہ**" نیز غسل میت کے وجوب پر امت کا اجماع ہے، اور علامہ قرطبیؒ نے غسل میت کو جو سنت کہا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے، جو واجب کے قریب ہے، اور علامہ نوویؒ نے جو فرض کفایہ بتایا ہے، یہ بھی خلاف اصول ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۳۱)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میت کو غسل دینے کا سبب

میت کو غسل اس لئے نہیں دیا جاتا ہے کہ وہ بذات خود نجس ہے، بلکہ غسل دینا میت کے اکرام کی بناپر ہوتا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: کہ "المؤمن لاینجس" [کہ مومن نجس نہیں ہوتا ہے۔] یعنی حقیقۃً ناپاک نہیں ہوتا، البتہ حکماً ناپاک ہوجاتا ہے۔

اصل بات ہے کہ جو بندہ دنیا سے رخصت ہورہا ہے تو اس کو آخری آرام گاہ تک عزت واکرام کے ساتھ پہنچانا چاہئے، اوراس میں میت کا اعزاز ہے کہ اس کو غسل دیکر عمدہ کفن پہنا کر رخصت کیا جائے۔

غسل میت کا طریقہ

غسل میت کا وہی طریقہ ہے جو کہ زندوں کے غسل کا ہے، یعنی جو چزیں زندوں کے غسل میں فرض ہیں وہی چیزیں میت کے غسل میں بھی فرض ہیں، اسی طرح جو چیزیں زندوں کے غسل میں سنت یا مستحب ہیں وہی چیزیں مردہ کے غسل میں بھی سنت اور مستحب ہیں، بعض لوگ غسل میت کو کوئی بہت انوکھا طریقہ سمجھ کر اس بات کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں کہ ہمیں غسل میت کا طریقہ معلوم نہیں ہے، حالانکہ اس میں کوئی خاص بات نہیں ہے، جس طرح زندہ لوگوں کا غسل بغیر سنن ومستحبات کی رعایت کے درست ہوجاتا ہے، اسی طرح میت کے غسل میں بھی اگر سنن ومستحبات کی رعایت نہ بھی ہوسکی تب بھی غسل صحیح ہوجائے گا، غسل میت میں اصل یہ ہے کہ میت کو اچھی طرح صاف ستھرا کردیا جائے، حدیث کی کتابوں میں سنن ومستحبات کی رعایت کے ساتھ غسل میت کا جو طریقہ مذکور ہے وہ یہ ہے:

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جس تخت پر میت کو نہلانا ہو اس کو لوبان یا اگر بتی وغیرہ خوشبودار چیز کے ذریعہ چاروں طرف سے تین بار یا پانچ بار یا سات بار دھونی دے کر مردے کو اس پر اُتر دکھن لٹادیا جائے، اور کرتے وغیرہ کو قینچی یا کسی اور چیز کے ذریعہ چاک کر کے نکال لیا جائے، اور کوئی کپڑا ناف سے لے کر گھٹنے تک یا کم از کم زانو تک ڈال دیا جائے، اور اس کے استعمالی کپڑوں کو اندر ہی اندر سے اتار لیا جائے، پھر پہلے ہاتھ میں دستانہ یا کوئی کپڑا لپیٹ کر مردے کو مٹی کے ڈھیلے سے استنجا کرا دیا جائے، لیکن ستر نہ کھلنے پائے، پھر جو کپڑا ناف سے لے کر گھٹنے تک یا زانوں تک ڈالا گیا تھا، اس کے اندر اندر پانی ڈال کر دھل دیا جائے، پھر وضو کرایا جائے، لیکن نہ کلی کرائی جائے، نہ ناک میں پانی ڈالا جائے، اور نہ گٹوں تک ہاتھ دھلایا جائے، بلکہ پہلے چہرہ دھویا جائے، البتہ اگر تین دفعہ روئی تر کر کے دانتوں اور مسوڑھوں پر اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیر دی جائے تو بھی جائز ہے، ہاں اگر مردہ جنابت کی حالت یا حالت حیض ونفاس میں مر جائے تو مذکورہ طریقے سے پانی پہونچانا ضروری ہے، اور ناک کان اور منہ میں روئی رکھدی جائے تاکہ چہرہ دھلاتے اور نہلاتے وقت پانی اندر نہ جانے پائے، پہلے چہرہ پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت دھوئے جائیں، پھر سر پر مسح، پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھلائے جائیں، وضو کے بعد سر اور داڑھی کو صابون وغیرہ سے مل کر دھویا جائے، پھر میت کو بائیں کروٹ لٹا کر بیری کے پتوں سے پکایا ہوا پانی نیم گرم تین دفعہ سر سے پیر تک ڈالا جائے، یہاں تک کہ تختہ سے لگی ہوئی کروٹ تک پانی پہونچ جائے، پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پیر تک تین دفعہ پانی ڈالا جائے، یہاں تک کہ پانی اس کروٹ تک پہونچ جائے جو تختہ سے لگی ہوئی ہے، اس کے بعد میت کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بیٹھایا جائے، اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملا اور دبایا جائے، اگر پیٹ سے کچھ پاخانہ وغیرہ نکلے تو اسے صاف کر کے دھو دیا جائے، لیکن اس کی صفائی کے بعد پھر دوبارہ وضو اور غسل کی ضرورت نہیں ہے، پھر اخیر میں میت کے بدن کو

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کسی رومال یا تولیہ سے پونچھ دیا جائے تا کہ کفن تر نہ ہو۔

بیری کے پتوں کا استعمال

میت کو جس پانی سے غسل دیا جائے اس پانی کو بیری کے پتے ڈال کر خوب گرم کر لیا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیری کے پتوں کے ساتھ ابالا ہوا پانی جسم سے میل کچیل کو خوب صاف کر دیتا ہے، اگر بیری کے پتے نہ ہوں تو صابن بھی کافی ہے۔

غسل میت میں کافور کا استعمال

میت کے اوپر جو آخری پانی ڈالا جائے اس میں کافور ڈال دینا چاہئے، کافور کے استعمال کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے جسم میت جلدی خراب نہیں ہوگا، اس سے جسم معطر رہے گا، موذی جانور میت کے قریب نہیں آئیں گے۔

میت کا کفن

مرد میت کا کفن سنت تین کپڑے ہیں: (۱) تہبند۔ (۲) کرتا۔ (۳) لفافہ۔

اور کفن کفایت دو کپڑے ہیں۔ (۱) تہبند۔ (۲) لفافہ۔

عورت کے کفن میں پانچ کپڑے ہیں، تین تو یہی ہیں، اس کے علاوہ اوڑھنی اور سینہ بند ہیں۔ اور عورت کے لئے کفن کفایت تین کپڑے ہیں۔

مرد کو کفن پہنانے کا طریقہ

کفن پہنانے سے پہلے کفن کو تین یا پانچ یا سات بار لوبان وغیرہ سے دھونی دی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جائے، پھر میت کو اگر مرد ہے اس طریقہ سے کفنایا جائے کہ کسی دوسری چارپائی وغیرہ پر پہلے لفافہ یعنی چادر پھر ازار بچھا کر اس پر کفنی یعنی کرتے کے نچلے حصہ کو بچھا کر اوپر کے حصہ کو سرہانے کی طرف لپیٹ دیا جائے، پھر میت کو اس پر لٹا کر کرتے کے سمیٹے ہوئے حصہ کو اس طرح الٹ دیا جائے کہ گلے میں آجائے اور پیروں کی طرف بڑھا دیا جائے، اور اس کے دونوں ہاتھ بغل میں کردیئے جائیں، اور کافور سر، داڑھی اور سجدہ کی جگہوں (پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلی) پر لگادیئے جائیں۔

عورت کو کفنانے کا طریقہ

عورت کو کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے چادر پھر ازار بچھا کر اس پر کرتا رکھا جائے، اور مرد کی طرح پہلے اس کو کفنی کرتا پہنا دیا جائے، پھر سر کے بالوں کو دو حصہ کر کے کرتے کے اوپر سینہ پر ڈال دیا جائے، ایک حصہ دائیں طرف اور ایک حصہ بائیں طرف، پھر اوڑھنی یعنی سربند، سر اور بالوں پر ڈال دیا جائے، اسے باندھا نہ جائے، اور نہ لپیٹا جائے، پھر اس کے اوپر ازار لپیٹ دیا جائے مردوں کی طرح، اس کے بعد سینہ بند باندھ دیا جائے، پھر آخر میں چادر لپیٹ دی جائے، پہلے بائیں طرف، پھر دائیں طرف، پھر سر اور پیر کی طرف، اسی طرح میت کے بیچ میں چٹ سے باندھ دیا جائے تا کہ راستہ میں ہوا وغیرہ کی وجہ سے کھل نہ جائے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

﴿الفصل الاول﴾

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا غسل وکفن

﴿١٥٤٦﴾ وَعَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ اِبْنَتَهٗ فَقَالَ اغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِي الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِيْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّاهُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ فَقَالَ اَشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِغْسِلْنَهَا وِتْرًا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ سَبْعًا وَابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا قَالَتْ فَضَفَرْنَا شَعْرَهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ فَاَلْقَيْنَاهَا خَلْفَهَا۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ١/١٦٧، باب یلقی شعر المرأة خلفها کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ١٢٦٣۔ مسلم شریف: ١/٣٠٤، باب فی غسل المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ٩٣٩۔

ترجمه: حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو نہلا رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین یا پانچ بار یا اس سے زیادہ مرتبہ نہلاؤ، اگر تم مناسب سمجھو اور آخری مرتبہ میں کافور یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ کافور ڈال دینا، اور جب غسل

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

دے لینا تو مجھ کو اطلاع کر دینا، چنانچہ ہم غسل دیکر فارغ ہو گئے، تو ہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دے دی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا تہبند ہماری طرف پھینک کر فرمایا کہ اس کو کفن کے اندر کا کپڑا بنادو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو غسل دو! طاق بار، تین بار، یا پانچ بار، یا سات بار اور ابتداء کرو اس کی دائیں طرف سے اور اس کے اعضائے وضو سے، حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں گوندھیں پھر ہم نے ان کو ان کے پیچھے ڈال دیا۔

تشریح: ان رأیتن: اگر تم مناسب سمجھو۔ حقوه: لنگی۔ ازار۔

اشعرنها اياه: کفن کے نیچے اس کو لگادو۔ تاکہ یہ بدن سے لگ جائے یہ لنگی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور تبرک عطا فرمائی تھی۔

بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں لیکن نام کی صراحت نہیں مشہور یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو کہ حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ محترمہ ہیں، ان کے شوہر حضرت ابوالعاص بن ربیع تھے، یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔

اغسلنها ثلاثا او خمسا: تین بار نہلانا مستحب ہے، لیکن اگر تین بار میں صفائی نہ ہو پائے تو اس سے زیادہ نہلایا جائے۔

اس حدیث شریف میں جو لفظ ''او'' آیا ہے، ثلاثاً اور خمساً اور سبعاً کے درمیان میں تو اس کے بارے میں قاضی اور ابن ملکؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ ''او'' ترتیب بیان کرنے کے لئے ہے، نہ کہ تخییر کے لئے، یعنی اگر پہلی مرتبہ غسل دینے سے صفائی حاصل ہو جائے تو تین بار غسل دینا مستحب ہے، اور تین مرتبہ سے زیادہ غسل دینا مکروہ ہے، اور اگر

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

دوسری مرتبہ یا تیسری مرتبہ غسل دینے سے صفائی حاصل ہو جائے تو پھر پانچ بار نہلانا مستحب ہے، ورنہ تو سات بار نہلانا مستحب ہے، لیکن سات مرتبہ سے زیادہ غسل دینے کا ذکر کسی روایت میں نہیں ہے، اس لئے سات مرتبہ سے زیادہ غسل دینا مکروہ ہے۔

بماء وسدر واجعلن في الآخرة كافورا: یعنی بیری کے پتوں کو پانی میں ڈالکر جوش دیا جائے، پھر اس سے میت کو غسل دیا جائے دوبار، اور آخری مرتبہ جب غسل دیا جائے تو پانی میں کافور ملا دیا جائے، ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے، نیز ہدایہ کے ظاہر اور ابو داؤد کی ایک روایت جو ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے غسل میت کا طریقہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سیکھا تھا، اور وہ خواتین میت کو پہلی اور دوسری بار بیری کے جوش دیئے ہوئے گرم پانی سے غسل دیتی تھیں، اور تیسری بار پانی اور کافور سے غسل دیتی تھیں، بیری کے پتوں اور کافور نیز گرم پانی سے غسل دینے کی وجہ یہ ہے کہ خوب بہتر طریقہ سے صفائی اور ستھرائی حاصل ہو جائے، بدن کا میل کچیل دور ہو جائے، میت کا بدن جلدی نہ بگڑے، اور موزی جانور اور کیڑے دفع ہو جائیں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۴۴)

اشعرنها اياه: اس حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا ازار مبارک کفن میں شریک کرنے کے لئے عنایت فرمایا، کفن میں امداد کے لئے اور برکت کے لئے ایسا فرمایا تھا، کسی نیک آدمی کا لباس بطور تبرک اگر مسنون کفن میں شریک کر لیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، لیکن مسنون کپڑوں میں سے زیادہ شریک کرنا مناسب نہیں، یہ اسراف ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفن میں شریک کرنے کا ہی امر فرمایا تھا۔ (اشرف التوضیح) بذل: ۱۰/۴۸، التعلیق: ۲/۲۲۱۔

وابدأن بميامنها ومواضع الوضوء: یعنی داہنی جانب سے غسل کی ابتدا کی جائے، اور مواضع الوضوء میں واؤ چونکہ مطلق جمع کے لئے ہے، اس لئے اعضاء وضو

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

دوسرے اعضاء سے پہلے دھو لینے چاہئیں، اور اعضاء وضو سے مراد وہ اعضا ہیں جن کے وضو میں دھونے کا حکم کتاب اللہ میں مذکور ہے، لہٰذا ہمارے نزدیک کلی کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا، اور مسح رأس اس میں داخل نہیں، اس لئے کہ یہ اعضاء دھوئے نہیں جاتے ہیں، علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے اس کو مستحب کہا ہے کہ غسل دینے والا اپنی انگلی میں ایک کپڑا لپیٹ لے، اور اس سے میت کے دانتوں تالو اور اندر سے دونوں کلوں اور نتھنوں کو ملے، اور صاف کرے، آج کل لوگوں کا عمل اسی پر ہے، اور مختار یہ ہے کہ میت کے سر پر مسح بھی کرے، اور پاؤں کو غسل کے بعد نہ دھویا جائے بلکہ اعضاء وضو کے ساتھ پاؤں کو دھودیا جائے، اور میت کے ہاتھ دھونے سے غسل کی ابتدا نہ کی جائے بلکہ ابتداء منہ دھونے سے کیجائے، برخلاف جنبی کے کہ وہ غسل کی ابتداء دونوں ہاتھوں کو دھوکر کرتا ہے، اس لئے کہ وہ انہیں ہاتھوں کے ذریعہ اپنے پورے بدن کو پاک اور صاف کرتا ہے، جب کہ میت کو دوسرے لوگوں کے ذریعہ غسل دیا جاتا ہے اس لئے میت کے ہاتھ پہلے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔
(مرقاۃ:۲/۳۴۵، فتح الملہم:۴/۴۸۴/۲)

فضفرنا شعرها ثلاثة قرون: یعنی بالوں میں کنگھی کرکے ہم نے اس کی تین چوٹیاں بنائیں، اور ان تین چوٹیوں کو پشت کی جانب ڈالدیا۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس حدیث کی رو سے یہ عمل عورتوں کے لئے مسنون ہے، جب کہ حنفیہ کے نزدیک یہ عمل مسنون نہیں ہے، بلکہ عورت کے بالوں کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور ان کے دو حصے کرکے دونوں کندھوں کے اوپر سے لاکر سینے پر اوڑھنی کے نیچے رکھدیا جائے۔

حنفیہ کی دلیل: ایک حدیث شریف میں ہے "ان النساء كن ضفرن شعارها فقالت عائشة لم لاتتركن على حالها." [عورتیں بالوں کی مینڈیاں بنایا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کرتی تھیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ان کو ان کے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتیں۔] (مصنف عبدالرزاق)

ائمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب: یہ ہے کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور غسل دینے والی عورتوں کا بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پشت کی جانب ڈالنا یہ ان کا اپنا فعل اور عمل تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے اس عمل کے علم ہونے کی اس حدیث میں کوئی صراحت نہیں ہے، لہٰذا یہ حدیث حجت نہیں ہے، نیز کنگھی کر کے چوٹیاں بنانا اور اس کو پشت کی جانب ڈالنا یہ زینت کے قبیل سے ہے، اور میت کے حق میں زینت غیر موزوں اور بے محل ہے۔ (بذل المجہود: ۱۰/۴۱۹)

فوائد: حدیث پاک سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱)...... غسل میں عدد وطاق کا لحاظ کرنا مسنون ہے کہ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ حسب ضرورت پانی ڈالا جائے۔

(۲)...... پانی میں بیری کے پتوں کو جوش دیکر اس پانی سے غسل دینا مسنون ہے۔

(۳)...... غسل دیتے ہوئے آخری مرتبہ پانی میں کافور ڈال لینا بھی مسنون ہے۔

(۴)...... کفن میں کسی بزرگ کا مستعمل کپڑا بطور تبرک استعمال کرنا درست ہے۔

(۵)...... میامن اور اعضاء وضو سے غسل کی ابتداء کرنا مسنون ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کفن

﴿۱۵۴۷﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

يَمَانِيَةٍ بِيْضٍ سَحُوْلِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيْهَا قَمِيْصٌ وَلاَ عِمَامَةٌ۔

(متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۱۶۹/۱، باب الثیاب البیض للکفن، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۲۶۴۔مسلم شریف: ۳۰۵/۱، باب کفن المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۴۱۔

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا، جو یمن کے مقام سحول کی روئی کے بنے ہوئے سفید تھے، اس میں کرتا اور عمامہ نہیں تھا۔

کفن کے کپڑوں کی تعداد میں اختلاف ائمہ

تشریح: لیس فیها قمیص و لا عمامة: کفن کی تین قسمیں ہیں۔

اول: کفن سنت۔ دوم: کفن جواز۔ سوم: کفن ضرورت۔

کفن ضرورت تو وہ ہے کہ جو میسر ہو جائے دیدیا جائے۔ خواہ ایک ہی کپڑا ہو۔

اور کفن جواز مرد کے لئے دو کپڑے، اور عورت کے لئے تین کپڑے۔

اور کفن سنت مرد کے لئے تین کپڑے اور عورت کے لئے پانچ کپڑے۔

اب مرد کے لئے جو تین کپڑے ہونگے، اس میں اختلاف ہے، اور مدار اختلاف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کفن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کس قسم کے تین کپڑے دیئے گئے تھے، شوافع حضرات فرماتے ہیں کہ صرف تین چادریں تھیں، ان میں قمیص نہیں تھی، اور احناف کے نزدیک تین کپڑوں میں ایک قمیص بھی ہونی چاہئے۔

شوافع کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذکورہ حدیث ہے جس

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میں تین کپڑوں کا ذکر ہے، اور قمیص کی نفی ہے۔

احناف کی دلیل: (۱) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے:

"انه علیه السلام کفن فی قمیص" [آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قمیص میں کفن دیا گیا۔]

(۲)......نیز حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے: **"کفن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی ثلاثة اثواب قمیص وازار ورداء"** [حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ (۱) قمیص۔ (۲) ازار۔ (۳) رداء۔] (رواہ ابن عدی فی الکامل)

(۳)....."**اخرج الطحاوی عن شداد بن الهاد ان رجلا من الاعراب جاء الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاٰمن به ثم مات کفنه النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی جبة النبی**" (شرح معانی الآثار: ۱/۳۲۴) [ایک دیہاتی حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ ایمان لایا، پھر اس کی وفات ہوگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے جبہ میں کفن دیا۔]

(۴)...... بخاری ومسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی منافق کو اپنی قمیص کفن کے لئے دی تھی۔

سلی ہوئی قمیص کا کفن دینا

گذشتہ سطور سے یہ بات معلوم ہوئی کہ زندہ لوگ جس طرح قمیص پہنتے ہیں اس طرح کفن نہیں بنایا جائے گا، حالانکہ بہت مشہور واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی ابن سلول کے کفن میں اپنی سلی ہوئی استعمالی قمیص دی تھی، حضرت گنگوہیؒ نے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ اگر قمیص پہلے سے تیار موجود ہو اور میت کو اس کو پہنایا جائے، تو کوئی قباحت نہیں ہے، سلائی ادھیڑ کر آستین وغیرہ ختم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، یہ شخص منافقوں کا سردار تھا، اس نے غزوۂ بدر کے موقعہ پر اپنی قمیص حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تھی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ اس کا کوئی احسان آخرت میں باقی نہ رہے، اس لئے اس کے اس احسان کا بدلہ چکانے کے لئے اپنی قمیص مبارک اس کو پہنائی، اس لئے اس سے استدلال کرنا درست نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس سے قمیص مخیط کی نفی ہے جو حین حیات میں پہنی جاتی تھی، لہٰذا اس سے ہمارے خلاف استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ (درس مشکوۃ) بذل: ۴۲۸/۱۰، التعلیق: ۲۳۲/۲۔

اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قمیص مبارک جو وفات کے وقت پہنے ہوئے تھے، احتراما اتارا نہیں گیا، اسی میں غسل دیا گیا، پھر اسی کو کفن میں شامل رکھا گیا، لہٰذا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ الگ سے قمیص کفن میں نہیں دی گئی، اس لئے کہ قمیص پہلے سے موجود تھی۔ اللہ اعلم

سحولیۃ: بفتح السین زیادہ فصیح ہے، بضم السین بھی پڑھا گیا ہے، اس کے معنی میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ "سحول" یمن کا ایک شہر ہے، وہاں کے بنے ہوئے کپڑے کو "سحولیہ" کہا جاتا ہے، دوسرے یہ کہ "سحول" دھوبی کو کہتے ہیں، دھوبی کا دھلا ہوا کپڑا مراد ہے، یعنی وہ کپڑا دھلا ہوا تھا کورا نہیں تھا۔

فوائد: چند فوائد حدیث پاک سے معلوم ہوئے:

(۱)...... مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۲)...... کفن کے کپڑوں کا سفید ہونا مسنون ہے۔

(۳)...... کفن کے کپڑوں کا سوتی ہونا مسنون ہے۔

(۴)...... کفن میں سلی ہوئی قمیص یا عمامہ وغیرہ نہیں ہونا چاہئے۔

(۵)...... کفن کے کپڑوں کا صاف ستھرا ہونا مسنون ہے۔

کفن عمدہ ہونا چاہئے

﴿۱۵۴۸﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَفَّنَ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُحْسِنْ کَفَنَہٗ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۳۰۶، باب فی تحسین کفن المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۴۳۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اس کو چاہئے کہ اچھا کفن دے۔''

تشریح: فلیحسن کفنہ: کا مطلب یہ ہے کہ کفن کا کپڑا صاف ستھرا پاکیزہ سفید اور اتنا موٹا ہو جس سے بدن چھپ جاتا ہو، اور بدن نظر نہ آتا ہو، اوسط درجہ کا ہو، اور اسی حیثیت کا ہو جس کو میت اکثر اپنی زندگی میں استعمال کرتا تھا، نہ تو بہت زیادہ قیمتی ہو، اور نہ ہی بہت زیادہ سستا، علماء نے لکھا ہے کہ اچھے کفن کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں حد سے زیادہ اسراف اور غلو کیا جائے، اور بہت زیادہ قیمتی کفن میت کے لئے بنایا جائے، علامہ تورپشتی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

فرماتے ہیں کہ فضول خرچی کرنے والے لوگوں نے جو روپیہ اپنا رکھا ہے کہ وہ بہت قیمتی کپڑوں میں مردوں کو کفن دیتے ہیں، شہرت اور دکھاوے اور ریاکاری کے لئے تو یہ شریعت میں ممنوع ہے، اس لئے کہ شریعت نے تضییع مال سے منع فرمایا ہے، اور کفن کا قیمتی ہونا بھی اسراف ہے، اس لئے منع ہے، نیز حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الا لا تغالوا فی الکفن'' [سنو! کفن میں غلو مت کرو۔] کہ بہت قیمتی کپڑے میں کفن دو، ایسا نہ کرو۔ (التعلیق: ۲/۲۳۲)

فائدہ: حدیث پاک میں ان لوگوں کی اصلاح کی گئی ہے کہ جو کفن میں بہت گھٹیا اور بہت معمولی کپڑا استعمال کرتے تھے کہ یہ میت کے احترام کے خلاف ہے۔

محرم کا کفن

﴿۱۵۴۹﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّ رَجُلًا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَصَتْهُ نَاقَتُهُ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْسِلُوْهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ وَكَفِّنُوْهُ فِيْ ثَوْبَيْهِ وَلَا تَمَسُّوْهُ بِطِيْبٍ وَلَا تُخَمِّرُوْا رَأْسَهُ فَاِنَّهُ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُلَبِّيًا۔ (متفق عليه) وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ خَبَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ فِيْ بَابِ جَامِعِ الْمَنَاقِبِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالىٰ۔

حواله: بخاری شریف: ۱/۱۶۹، باب کیف یکفن المحرم، کتاب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الجنائز، حديث نمبر:۱۲٦٧. مسلم شريف: ۳۸۴/ ۱، باب مايفعل بالمحرم اذا مات، كتاب الحج، حدیث نمبر:۱۲۰٦۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اچانک وہ اپنی سواری سے گر پڑے، اونٹنی نے ان کی گردن توڑ دی، وہ شخص حالت احرام میں تھے، اوران کا انتقال ہوگیا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اوران کوان کے پہنے ہوئے دونوں کپڑوں میں کفن دیدو، ان کے خوشبو مت لگاؤ اور نہ ان کے سر کو ڈھانکو، بیشک قیامت کے دن یہ شخص تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھایا جائے گا۔ (بخاری ومسلم) اورحضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جس میں مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کئے جانے کا ذکر ہے جامع المناقب کے باب میں نقل کریں گے۔

محرم کے کفن میں اختلاف

تشریح: محرم کا حالت احرام میں انتقال ہوجائے تو اس کے کفن وغیرہ کا کیا طریقہ ہے؟ عام اموات کی طرح ہے یا کچھ امتیاز ہے؟

امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ کے نزدیک محرم کا حکم غیر محرم والا ہے، جو عام مردوں کے کفن کا طریقہ ہے، وہی محرم کے کفن کا ہے، ان کے نزدیک موت سے محرم کا احرام ختم ہوجاتا ہے، امام شافعیؒ امام احمدؒ کے نزدیک محرم کی موت سے اس کا احرام ختم نہیں ہوتا، اس لئے احکام احرام کی پابندی ضروری ہے، صرف دو کپڑوں میں کفن دیا جائے گا، سر ننگا رکھا جائے گا، اور خوشبو نہیں لگائی جائے گی۔ حدیث الباب ان حضرات کا مستدل ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

دلائل احناف: امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی دلیل یہ ہے کہ نصوص کثیرہ سے یہ ضابطہ معلوم ہوتا ہے کہ موت سے انسان کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، جیسے نماز، روزہ وغیرہ دوسرے اعمال موت سے ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح احرام بھی ختم ہو گیا، جب احرام ختم ہوا تو اس کے احکام بھی ختم ہو گئے، کسی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قاعدہ کے درجہ میں محرم کا استثناء نہیں کیا، جن احادیث میں کفن کا بیان ہے، وہ عام ہیں، محرم اور غیر محرم کا فرق نہیں کیا گیا۔

دلائل شوافع: شافعیہ کا استدلال زیر بحث حدیث شریف میں ذکر کردہ واقعہ سے ہے، شافعیہ نے اس واقعہ کو قاعدہ عامہ تسلیم کر کے احرام کو باقی اعمال سے مستثنیٰ کر لیا ہے۔

حنفیہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس شخص کی خصوصیت پر محمول ہے، بہت سے مسائل میں قاعدہ کلیہ سے ہٹ کر بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خصوصیت کا معاملہ کیا گیا ہے، یہ واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ (اشرف التوضیح) بدایۃ المجتہد: ۱/۱۶۹، مرقاۃ: ۲/۳۴۶، التعلیق: ۲/۲۳۳۔

الفصل الثانی

سفید کفن کی تاکید

﴿۱۵۵۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ وَمِنْ خَيْرِ اَكْحَالِكُمُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الإِثْمِدُ فَإِنَّهُ يُنْبِتُ الشَّعَرَ وَيَجْلُوا الْبَصَرَ۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی)
وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ إِلَى مَوْتَاكُمْ۔

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۲/۵۶۲، باب فی البیاض، کتاب اللباس، حدیث نمبر:۴۰۶۱۔ترمذی شریف: ۱/۱۹۳، باب مایستحب من الاکفان، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۹۴۔ابن ماجہ شریف: ۲۵۵، باب البیاض من الثیاب، کتاب اللباس، حدیث نمبر:۳۰۶۶۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم لوگ سفید لباس پہنا کرو، اس وجہ سے کہ وہی تمہارے کپڑوں میں سب سے بہتر ہیں، اور اپنے مردوں کو بھی سفید کپڑوں میں کفناؤ، اور تمہارے سرموں میں سب سے بہترین سرمہ اثمد ہے، اس وجہ سے کہ وہ بالوں کو اگاتا ہے، اور نگاہ کو روشن کرتا ہے۔'' (ابو داؤد و ترمذی) ابن ماجہ شریف نے یہ روایت "الی موتاکم" تک نقل کی ہے۔

تشریح: البسوا: سفید رنگ سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تلقین فرمائی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید سفید کپڑے پہننے کی فرمائی ہے، لیکن خود بسا اوقات مختلف رنگوں کے کپڑے زیب تن کئے ہیں، اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں۔ اول: بیان جواز، دوم: سفید کپڑا میسر نہ ہونا۔ جہاں تک مردوں کو کفن میں سفید کپڑا دینے کا حکم ہے، وہ امر مستحب ہے، ورنہ مردوں اور عورتوں کے لئے وہ تمام کپڑے کفن میں استعمال کرنا درست ہیں، جن کو وہ زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔

ومن خیر اکحالکم الاثمد: اثمد ایک خاص پتھر ہے، جس سے سرمہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بتایا جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرمہ لگانے پر مواظبت فرمائی ہے، لہٰذا سرمہ کا استعمال سنت ہے، نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول سونے کے وقت سرمہ استعمال فرمانے کا تھا، پس اصل سنت سوتے وقت سرمہ لگانا ہے، اور رات میں سرمہ کا استعمال زیادہ نفع بخش اور موثر ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۴۷)

کفن میں بہت قیمتی کپڑا

﴿۱۵۵۱﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُغَالُوْا فِي الْكَفَنِ فَإِنَّهُ يُسْلَبُ سَلْبًا سَرِيْعًا۔ (رواه ابوداؤد)

حواله: ابوداؤد شریف: ۴۴۹/ ۱، باب کراهیة المغالاة فی الکفن، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۰۶۔

ترجمه: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کفن میں غلومت کرو اس لئے کہ وہ بہت جلد چھین لیا جاتا ہے۔''

تشریح: کفن عمدہ اور اچھا تو ہونا چاہئے، صاف ستھرا اور پاکیزہ ہونا چاہئے، لیکن بہت زیادہ قیمتی نہ ہونا چاہئے کیونکہ اسراف شریعت کی نگاہ میں غیر پسندیدہ عمل ہے، اور بیش قیمت کفن اسراف میں داخل ہے۔

لا تغالوا: مطلب یہ ہے کہ مردہ کو کفن دینے میں مبالغہ سے کام نہ لو، اتنا قیمتی کپڑا نہ دو کہ فخر وغرور اور ریاء ونمود کا ذریعہ بنے، البتہ بخل سے بھی کام نہ لینا چاہئے، متوسط درجہ کا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کفن دینا چاہئے، "فانہ یسلب سلبا سریعا" کا مطلب یہ ہے کہ میت کو چاہے جتنا قیمتی کپڑا دو بالآخر اس کو بہت جلد خراب ہونا ہے، کیونکہ مٹی کفن کو بھی کھا جاتی ہے، لہٰذا کفن میں قیمتی کپڑا دینا سوائے مال کے ضیاع کے کچھ نہیں۔ (التعلیق: ۲/۲۳۳)

میت کو جن کپڑوں میں موت آتی ہے انہیں میں اسکو اٹھایا جاتا ہے

﴿۱۵۵۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ لَمَّا حَضَرَہُ الْمَوْتُ دَعَا بِثِیَابٍ جُدُدٍ فَلَبِسَھَا ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْمَیِّتُ یُبْعَثُ فِیْ ثِیَابِہِ الَّتِیْ یَمُوْتُ فِیْھَا۔ (رواہ ابوداؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۴، باب مایستحب من تطہیر ثیاب المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۱۴۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نیا لباس منگوایا اور اس کو پہنا، پھر بولے میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "مردہ کو انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرتا ہے۔"

تشریح: میت کو قبر سے اس کے ان ہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرتا ہے۔

اشکال: بہت عام حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ "یحشر الناس حفاۃ عراۃ" (ترمذی شریف: ۲/۶۸) یعنی لوگوں کا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حشر اس حال میں ہوگا کہ وہ ننگے پیر ننگے جسم ہوں گے، اور بھی حدیث ہے جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان جس طرح پیدائش کے وقت بغیر لباس کے تھا، اسی طرح اس کا حشر بھی ہوگا، حدیث باب کے اندر اس بات کا ذکر ہے کہ میت کو لباس میں اٹھایا جائے گا، دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہے۔

جواب اول: حدیث باب میں بعث کا ذکر ہے، اور دیگر احادیث میں حشر کا ذکر ہے، اور یہ دونوں الگ الگ امور ہیں، بعث کا مطلب ہے، قبر سے اٹھنا، اور حشر کا مطلب ہے میدان حشر میں جمع ہونا، اور دونوں میں وقت کے اعتبار سے کافی فاصلہ ہوگا۔

جواب دوم: حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد: "**المیت یبعث فی ثیابه التی یموت فیها**" کا مطلب یہ ہے کہ جس قسم کے اعمال میں اس کی وفات ہوگی، اسی قسم کے حالات میں اس کا حشر ہوگا۔ "**ثیاب**" سے مراد اعمال ہیں، مگر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل فرمایا تو تبرک کے لئے یا سرسری نظر میں اصل مقصود کی طرف التفات نہ ہونے کی وجہ سے۔ (اشرف التوضیح) الدر المنضود: ۵/۲۱۶، مرقاۃ: ۲/۳۴۸۔

عمدہ کفن

﴿۱۵۵۳﴾ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ وَخَيْرُ الْاُضْحِيَةِ الْكَبْشُ الْاَقْرَنُ۔ (رواه ابوداؤد) وَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حواله: ابوداؤد شریف: ۴۵۰/ ۲، باب کراهیة المغالاة فی الکفن، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۱۰۶۔ترمذی شریف:۲۷۸/ ۱، باب کتاب الاضاحی، حدیث نمبر:۱۵۱۷۔ابن ماجه شریف:۱۰۶، باب فی مایستحب من الکفن کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۴۷۳۔

ترجمه: حضرت عبادہ ابن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ''بہترین کفن حلہ ہے، اور بہترین قربانی سینگوں والا دنبہ ہے۔'' (ابوداؤد) ترمذی اور ابن ماجہ نے اس روایت کو حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

تشریح: خیر الکفن الحلة الخ: "حلة" کا اطلاق دو کپڑوں ازار اور ردا پر ہوتا ہے، حالانکہ کفن میں سنت تین کپڑے ہیں، اس کا حل یہ ہے کہ کفن کی تین قسمیں ہیں: (۱) کفن سنت۔ (۲) کفن کفایت۔ (۳) کفن ضرورت۔ کفن سنت تین کپڑے ہیں، اور کفن کفایت دو کپڑے ہیں، اور کفن ضرورت جتنے میسر ہوں، اس حدیث شریف میں کفن سنت کا بیان مقصود نہیں، بلکہ کفن کفایت کا بیان مقصود ہے۔

وخیر الاضحیة الکبش الاقرن: سینگوں والے دنبہ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہترین قربانی اس لئے قرار دیا ہے کہ یہ عام طور پر زیادہ فربہ اور خوبصورت ہوتا ہے، اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے طبائع کی بناء پر مینڈھے کو پسندیدہ قربانی فرمایا ہے، ہمارے ملک میں بکرا زیادہ پسندیدہ ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس وجہ سے کہ اس کی سند میں غفیر راوی ہیں۔ (مرقاۃ:۳۴۸/۲)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

شہید کے کفن کا بیان

﴿۱۵۵۴﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَتْلٰی اُحُدٍ اَنْ تُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِیْدَ وَالْجُلُوْدُ وَاَنْ یُدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَثِیَابِهِمْ۔ (رواه ابوداؤد وابن ماجة)

حواله: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۷، باب فی الشهید یغسل، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۳۴۔ ابن ماجة شریف: ۱۰۹، باب ماجاء فی الصلوة علی الشهداء، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۵۵۱۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے شہداء کے بارے میں ارشاد فرمایا: "کہ ان سے لوہے اور چمڑے الگ کر لئے جائیں، اور ان کو ان کے خون اور ان کے کپڑوں کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔"

تشریح: شہید کو نہ غسل دیا جائے گا، اور نہ ہی ان کو الگ سے کفن پہنایا جائے گا، جو لباس وہ زیب تن کئے ہوئے ہوں اسی لباس میں ان کے خون کو صاف کئے بغیر ہی دفن کر دیا جائے گا، اور بروز حشر اسی عالم میں یہ لوگ اٹھیں گے۔

ینزع عنهم الحدید و الجلود: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء کے جسم سے ہتھیار اور پوستین اتارنے کا حکم دیا، مقصود یہ ہے کہ جو زائد کپڑے ہیں وہ اتار دیئے جائیں، اور بقیہ کپڑے میں شہید کو دفن کر دیا جائے، امام مالکؒ کے نزدیک ہتھیار تو

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اتار دیئے جائیں گے، لیکن زائد کپڑے مثلاً پوستین وغیرہ نہیں اتارے جائیں گے۔

شہداء کی نماز جنازہ اور اختلاف ائمہ

شہید کو غسل نہ دیئے جانے میں ائمہ اربعہ متفق ہیں، بشرطیکہ شہادت حالت جنابت میں واقع نہ ہوئی ہو، لیکن شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کہ نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کے درمیان اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہ کا مذہب: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شہید کی جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی۔

دلیل: اتی بقتلی احد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوم احد فجعل یصلی علی عشرة عشرة وحمزة هو کما هو یرفعون وهو کما هو موضوع. (ابن ماجه: ۱۰۹، باب ماجاء فی الصلوة علی الشهداء)

[رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد کے شہداء کے پاس تشریف لائے، اور دس دس پر نماز جنازہ پڑھتے تھے، اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اسی طرح رکھا ہوا تھا دوسرے جنازے اٹھائے جاتے تھے وہ اسی طرح رکھا رہا۔]

(الثانی) صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم علی قتلیٰ احد. (ابو داؤد)

[آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احد کے شہداء پر نماز جنازہ پڑھی۔]

ائمۂ ثلاثه کا مذهب: ائمہ ثلاثہ کے نزدیک شہید کی جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائیگی۔

دلیل: امر (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم) بدفنهم فی دمائهم ولم یغسلوا ولم یصلوا علیهم" (بخاری شریف: ۱/۱۷۹)[آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہداء احد کو خون سمیت دفنانے کا حکم دیا، اور نہ انہیں غسل دیا گیا،

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔]

جـــــواب: اس حدیث شریف کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کے سوا کسی پر مستقلاً تنہا نماز نہیں پڑھی، بلکہ متعدد صحابہ کے ساتھ پڑھی اور جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زخمی تھے، اس لئے اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز نہیں پڑھی۔ بعد میں پڑھی، لہٰذا کوئی تعارض نہیں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۴۹، التعلیق: ۲/۲۳۴)

﴿الفصل الثالث﴾

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کفن

﴿۱۵۵۵﴾ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرٰهِيْمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ اُتِيَ بِطَعَامٍ وَّكَانَ صَائِماً قَالَ: قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّيْ كُفِّنَ فِيْ بُرْدَةٍ اِنْ غُطِّيَ رَأْسُهٗ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَاِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهٗ، وَاُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَابُسِطَ اَوْ قَالَ اُعْطِيْنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا اُعْطِيْنَا وَلَقَدْ خَشِيْنَا اَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِيْ حَتّٰى تَرَكَ الطَّعَامَ۔

(رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۵۷۹، باب غزوۃ احد، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۴۰۴۵۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت سعد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب کہ وہ روزے سے تھے کھانا لایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب شہید کئے گئے جو کہ مجھ سے بہتر تھے، تو صرف ایک چادر میں ان کو کفنایا گیا، اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے، اور اگر ان کے پیر ڈھانپے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا، راوی کہتے ہیں کہ میں گمان کرتا ہوں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی کہا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو مجھ سے بہتر تھے (ان کے ساتھ بھی حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ہی معاملہ ہوا) پھر دنیا ہمارے اوپر خوب پھیلا دی گئی، یا آپ نے یوں کہا کہ پھر ہمیں دنیا خوب عطا کی گئی، چنانچہ ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں جلدی تو نہیں دے دیا گیا، پھر رونے لگے یہاں تک کہ انہوں نے کھانا چھوڑ دیا۔

تشریح: وهو خير مني: آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تواضعاً فرمایا ہے، ورنہ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بہتر ہیں، کیونکہ آپ کا شمار عشرۂ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

ولقد خشينا ان تكون حساتنا عجلت لنا: یعنی ایک وہ مسلمان تھے اور ان پر تنگی کا حال یہ تھا کہ اگر میدان جنگ میں شہید ہو جائیں تو ان کے پاس اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ وہ پوری طرح کفنائے جاسکیں، اور ایک ہم ہیں، اور ہم جیسے دوسرے مسلمان ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فتوحات کا دروازہ کھولدیا ہے، اور ہم کو دنیاوی نعمتوں سے اتنا نوازدیا ہے کہ ہم کو اندیشہ اور ڈر لگنے لگا ہے کہ ہم ان لوگوں کے زمرہ میں داخل نہ ہو جائیں، جن کے بارے میں قرآن کریم نے یوں فرمایا ہے کہ "**من كان يريد العاجلة عجلنا له فيها ما نشاء لمن نريد ثم جعلنا له جهنم يصلاها مذموما مدحورا**" (سورۂ بنی اسرائیل:۱۸)[یعنی ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں

گے فی الحال ہی دیدیں گے، پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے، کہ وہ اس میں بدحال راندہ ہوکر داخل ہوگا۔] دوسری آیت ”اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا واستمتعتم بھا فالیوم تجزون عذاب الھون“ (سورۂ احقاف: ۲۸)[یعنی تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے، اوران کو خوب برت چکے، سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔]

پہلی آیت سے ان لوگوں کا حال بیان ہوا ہے جن کا مقصد اپنے اعمال نیک سے صرف دنیا کے نفع کی نیت ہو، خواہ وہ آخرت کے منکر ہوں، یا ان کا مقصد آخرت نہ ہو تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ فی الحال دنیا میں ہی کچھ جزا عطا کر دیتے ہیں، اور آخرت میں ان کو خاک بھی نہ ملے گی، بلکہ جہنم میں ڈالد یئے جائیں گے، جب کہ دوسری آیت میں ان لوگوں کا حال بیان ہوا ہے جو کافر ہیں، اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں، کہ دنیا میں اپنی زندگی عیش وعشرت لغویات وفضولیات اور معصیت میں گذار دی، اور خالق حقیقی کو بھول گئے، اس لئے آخرت میں جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے رزق سے فائدہ اٹھا کر اس کی عبادت کرتے ہیں، اور عمل صالح اور تقویٰ حاصل کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، تو ان کا حکم جدا ہے، وہ اس آیت کریمہ میں داخل نہیں ہے، ظاہر ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں تقویٰ اور پرہیزگاری سے متصف ہیں، ایسے ہرگز نہیں تھے، لیکن دنیاوی نعمتوں کے حصول کی وجہ سے ان کے دل میں ایسا خیال آیا کہ کہیں وہ ان آیتوں کے مصداق نہ ہوں، اسی وجہ سے افطار کی حالت میں جب کہ بھوک کی وجہ سے کھانے کی سخت ضرورت ہوتی ہے، آپ نے کھانے سے اپنے کو روک دیا، اور جب اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف غالب ہو جاتا ہے تو پھر انسان لذتوں اور شہوتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ سے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

لوا لگا لیتا ہے۔(مرقاۃ:۲/۳۵۰،۳۴۹ ،طیبی:۲۳/۳/۲۷۳،التعلیق:۲/۳۳۵)

سلی ہوئی قمیص کا کفن

﴿۱۵۵۶﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ بَعْدَ مَا اُدْخِلَ حُفْرَتَهٗ فَاَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ فَوَضَعَهٗ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ فَنَفَثَ فِيْهِ مِنْ رِيْقِهٖ وَاَلْبَسَهٗ قَمِيْصَهٗ قَالَ وَكَانَ كَسَا عَبَّاساً قَمِيْصاً۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۲/۸۶۲، باب لبس القمیص، کتاب اللباس، حدیث نمبر:۵۷۹۵۔مسلم شریف:۲/۳۶۸، کتاب صفات المنافقین، حدیث نمبر:۲۷۷۳۔

ترجمه: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی (منافق) کے دفن کے وقت قبرستان آئے ،تو اس کو قبر میں رکھا جا چکا تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو قبر سے نکلوایا، جب اس کو نکالا گیا،تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا سر اپنے گھٹنے پر رکھا، اور اس کے منہ میں لعاب دہن لگایا، اور اس کو اپنی قمیص پہنائی ،اور فرمایا کہ اس نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قمیص پہنائی تھی۔

تشریح: راوی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل کی حکمت بیان کی ہے،غزوۂ بدر کے قیدیوں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، اور ان کے بدن پر کرتہ نہیں تھا، اور کسی کا کرتہ ان کو پورا نہیں آتا تھا، اس موقعہ پر عبداللہ بن اُبی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کرتہ پہنایا تھا، اس کے بدلہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اس کو بھی کرتہ پہنادیا۔تا کہ اس کے احسان کا بلہ دنیا ہی میں چکا دیا جائے، آخرت کے لئے باقی نہ رہے، چونکہ کفار کا آخرت کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں۔

فائدہ: اس حدیث شریف سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ مقدس شخصیات کے ملبوسات اور منتسبات میں برکت ہوتی ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ برکت کے مفید ہونے کے لئے ایمان شرط ہے، اگر ایمان نہ ہوتو بڑے سے بڑے بزرگ کے تبرکات کا بھی فائدہ نہ ہوگا، دیکھئے! حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لعاب مبارک اور کرتہ سے بڑا کونسا تبرک ہوسکتا ہے، مگر عبداللہ بن ابی کے پاس چونکہ ایمان نہیں تھا، اس لئے اس کو یہ تبرک مفید نہ ہوا۔

عبداللہ بن اُبی کا جنازہ

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے جو مخلص مسلمان تھے، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنازہ پڑھانے کی درخواست کی، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور فرمائی، اور جنازہ پڑھانے کا ارادہ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ کر عرض کیا: "**قد نهاک ربک ان تصلی علیه**" [آپ کو آپ کے رب نے اس پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔] اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جنازہ نہ پڑھیں، مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے باوجود نماز جنازہ پڑھایا۔

عبداللہ بن ابی کے انتقال کے وقت آیت: "**استغفر لهم او لا تستغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم**" (سورۂ توبہ: ۸۰) [(اے نبی!) تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو اگر تم ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کرو گے تب بھی اللہ تعالیٰ انہیں

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

معاف نہیں کریگا۔] (آسان ترجمہ) نازل ہو چکی تھی، اس آیت میں منافقین کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استغفار مفید نہ ہونے کا ذکر ہے، لیکن ابھی تک منافقین کے جنازہ سے صراحۃً منع نہیں کیا گیا تھا، اس واقعہ کے بعد صراحۃً منع کر دیا گیا، اور یہ آیت نازل ہوئی۔ **"لا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره"** (سورۂ توبہ: ۸۴) [اور (اے پیغمبر) ان (منافقین) میں سے جو کوئی مرجائے تو تم اس پر نماز (جنازہ) مت پڑھنا، اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔] (آسان ترجمہ)

اشکال: یہاں پر ایک اشکال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کا جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ممانعت کہاں سے سمجھی؟ صراحۃً نہی تو ابھی تک نازل ہوئی نہیں تھی، **"استغفر لهم او لا تستغفر لهم"** والی آیت دو حال سے خالی نہیں، یا تو نہی پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟ اگر نہی پر دلالت کرتی ہے تو پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ وحی کو جاننے والا کون ہو سکتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دلالت کے ہوتے ہوئے جنازہ کیسے پڑھا دیا۔ اور اگر یہ آیت نہی پر دلالت نہیں کرتی ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسے فرمادیا کہ جنازہ پڑھنا منہی عنہ ہے۔

جواب: اس کا حل یہ ہے کہ آیت بالذات تو نہی پر دلالت نہیں کرتی ہے، آیت کا مدلول بالذات تو استغفار اور عدم استغفار میں برابری بیان کرنا ہے، یعنی استغفار کریں یا نہ کریں، کسی صورت میں بھی مغفرت کا ترتب نہیں ہوگا، آیت کا اصل مدلول تو اتنا ہی ہے۔ البتہ دلیل خارجی سے نہی پر دلالت ہو سکتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دلیل خارجی ساتھ ملائی کہ جب جنازہ پڑھنے سے مغفرت نہیں ہوگی، تو یہ کام عبث ہوا، اور عبث نبی جیسی عظیم الشان شخصیت کے لئے منہی عنہ ہے، اس لئے فرمادیا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کہ منافق کا جنازہ پڑھانے سے جو کہ ایک عبث کام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو منع فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں فائدہ صرف مغفرت ہی تھا، اس لئے اس کے نہ ہونے سے اس کو عبث قرار دیا، مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر میں یہ کام عبث نہیں تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر میں مغفرت کے علاوہ اور کچھ حکمتیں تھیں، جن کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کام انجام دیا، چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان کریمانہ اخلاق کو دیکھ کر کہ دشمنوں کے ساتھ ایسا اچھا سلوک فرماتے ہیں کتنے منافق تائب ہوئے۔ اور کتنے کفار نے اسلام قبول کر لیا، الدر المنثور میں خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: "وما یغنی عنه قمیصی والله انی لارجوا ان یسلم به اکثر من الف من بنی الخزرج" [میری قمیص اس کو تو کچھ فائدہ نہیں دیگی لیکن واللہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کی وجہ سے بنو خزرج کے ایک ہزار سے زائد لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔]

خلاصہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر میں یہ کام عبث نہیں تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھا دیا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبث سمجھا اس لئے نہ پڑھانے کا مشورہ دیا، اس واقعہ کے بعد صراحۃً کفار کا جنازہ پڑھنے سے نہی نازل ہوگئی، اب کسی مصلحت یا حکمت کے پیش نظر کسی کافر کا جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ (اشرف التوضیح)

فائدہ: (۱)...... اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دفن کے بعد کسی علت اور سبب کی وجہ سے میت کو قبر سے نکالنا جائز ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۵۰، التعلیق: ۲/۲۳۵، طیبی ۳/۳۷۵)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۲)...... نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ سلی ہوئی قمیص بھی کفن میں دی جا سکتی ہے۔

(۳)...... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ رحمت وشفقت کا علم ہوا۔

(۴)...... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کی فکر کا اندازہ ہوا کہ کوئی پہلو اور کوئی صورت جس سے لوگوں کے اسلام قبول کرنے کی امید ہوتی تھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو اختیار فرماتے تھے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیہا

(جنازہ کے ساتھ چلنے اور نماز جنازہ کا بیان)

رقم الحدیث: ۱۵۵۷/تا ۱۶۰۱۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیہا

(جنازہ کے ساتھ چلنے اور نماز جنازہ کا بیان)

جنازہ اٹھانے کا حکم

جس طرح میت کو غسل دینا اور کفنانا فرض کفایہ ہے، اسی طرح اس کا جنازہ اٹھانا بھی چاروں اماموں کے نزدیک فرض کفایہ ہے، اور یہ فرض کفایہ مردوں کے ذمہ ہے، عورتوں کے ذمہ نہیں ہے۔ (تقریر بخاری)

جنازہ کے ساتھ جانے کی حکمت

جنازہ کے ساتھ جانا بہت ہی ثواب کا باعث ہے، اور اس کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت تاکید فرمائی ہے، اس کی محدثین نے بہت سی حکمتیں نقل کی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱)...... میت کی تکریم مقصود ہے، یعنی جس طرح معزز مہمان کو رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دور تک ساتھ جایا جاتا ہے، اسی طرح میت کے ساتھ جانے میں بھی اس کی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تکریم ہے۔

(۲)...... میت کے اولیاء (پسماندگان) کی دلجوئی مقصود ہے، یعنی جنازہ کے ساتھ جانے سے ورثاء کے ساتھ درد اور غم میں شرکت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ان کو اس سے خوشی ہوتی ہے۔

(۳)...... میت کو دفن کرنے میں میت کے حق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ میت کے ورثاء کی اعانت ونصرت مقصود ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ)

جنازہ کے ساتھ چلنے کا طریقہ

جنازہ کے ساتھ چلنے کے سلسلہ میں درج ذیل امور کا خیال رکھا جائے۔

(۱)...... جنازہ کے پیچھے چلا جائے، جنازہ کے آگے نہ چلا جائے، اس لئے کہ جنازہ متبوع اور لوگ تابع ہیں۔

(۲)...... جنازہ کے ساتھ چلنے والے بلاعذر سوار ہوکر نہ چلیں، اس لئے کہ جنازہ کے ساتھ فرشتے بھی پیدل چلتے ہیں، اور یہ بات بڑی بے شرمی کی ہے کہ فرشتے تو پیدل چلیں اور انسان سوار ہوکر چلیں، پس پیدل چلنے میں میت کا اکرام بھی زیادہ ہے، فرشتوں کا بھی اکرام ہے، اپنے ساتھیوں کا بھی اکرام ہے۔

عذر کی حالت میں سوار ہوکر جنازہ کے ساتھ جایا جا سکتا ہے، لیکن سوار شخص پیدل چلنے والوں سے پیچھے رہنا چاہئے تاکہ لوگوں کو چلنے میں دشواری نہ ہو۔

(۳)...... جنازہ سے واپس آتے وقت بلاعذر بھی سوار ہوکر آنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۴)...... جنازہ لے کر تیز چلنا چاہئے، لیکن تیز چلنے کا مطلب دوڑنا نہیں ہے۔

(۵)...... جنازہ لے کر چلنے والوں کو دنیاوی امور سے متعلق گفت وشنید اور آواز بلند کرنے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اور ہر قسم کے شور وشغب سے گریز کرنا چاہئے۔

(۶)...... جنازہ کے ساتھ چلنے والے جب تک جنازہ کاندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھ دیں بیٹھا نہ جائے۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، لہٰذا اگر کچھ لوگ ادا کرلیں گے تو سب پر سے فریضہ ساقط ہوجائے گا، اور اگر کوئی ادا نہیں کرے گا تو سب لوگ گنہ گار ہوں گے، لیکن فرض کفایہ سمجھ کر ٹال مٹول نہ کرنا چاہئے، بلکہ کوشش کرکے جنازہ میں شرکت کرنی چاہئے۔ نماز جنازہ میں اگر تعداد کثیر ہے تو میت کی مغفرت ہوجاتی ہے، اور خود نماز پڑھنے والے بھی اجر کثیر کے مستحق ہوتے ہیں۔

نماز جنازہ کی ادائیگی کا طریقہ

نماز جنازہ میں میت کے لئے اجتماعی دعاء ہوتی ہے، اس سے رحمت الٰہی بندہ کی طرف بہت جلد متوجہ ہوجاتی ہے، نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ امام اس طرح کھڑا ہو کہ میت اس کے اور قبلہ کے درمیان ہو، اور لوگ امام کے پیچھے صفیں بنائیں، امام چار تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھائیگا، پہلی تکبیر کے بعد حمد وثنا کرے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھے، تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعاء کرے، مقتدی بھی یہی کام کریں گے، پھر چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں، اگر کوئی شخص امام کے ساتھ نماز جنازہ میں شامل نہ ہوسکا، اور تاخیر کی بنا پر اس کی کچھ تکبیریں فوت ہوگئیں تو یہ شخص امام کے ساتھ سلام پھیرنے کے بجائے تھوڑے وقفہ سے بغیر کچھ پڑھے ہوئے اپنی چھوٹی ہوئی تکبیریں کہہ لے تب سلام پھیرے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نماز جنازہ کی شرائط صحت

نماز جنازہ کے لئے تین شرطیں ہیں:

(۱)......میت کا مسلمان ہونا۔

(۲)......طہارت میت۔

(۳)...... جنازہ کا نمازیوں کے آگے ہونا۔(تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے)

﴿الفصل الاول﴾

جنازہ کے ساتھ تیز چلنے کا حکم

﴿۱۵۵۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَةِ فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَیْهِ وَاِنْ تَكُ سِوٰی ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ۔ (متفق علیه)

حوالہ: بخاری شریف:۱۷٦/۱، باب السرعة بالجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۳۱۵۔مسلم شریف:۳۰٦/۱، باب الاسراع بالجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۴۴۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جنازہ کو تیزی سے لے کر چلو، اگر وہ نیک آدمی ہے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تو وہ خیر ہے، جس کی طرف تم اس کو آگے کر رہے ہو، اور اگر اس کے علاوہ ہے تو وہ شر ہے جسے تم اپنی گردن سے اتار رہے ہو۔"

تشریح: جنازہ کو لے جانے والوں کو تیز قدم اٹھانا چاہئے، اور تیز چلنے میں فائدہ یہ ہے کہ صالح آدمی قبر میں جلدی دفن ہو کر اخروی نعمتوں کا مستحق ہو جائے گا، اور میت اگر بد ہے تو دفن کرنے والے اس کے بوجھ سے جلد آزاد ہو جائیں گے۔

تعارض: حدیث باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میت کو دفن کرنے کے لئے جاتے وقت تیز قدم اٹھائے جائیں، حالانکہ بخاری شریف کی حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میت کے متعلق ارشاد فرمایا: "**اذا رفعتم نعشها فلا تزعزعوه ولا تزلزلوه وارفقوه**" [جب تم اس کے جنازہ کو اٹھاؤ تو نہ اس کو حرکت دو نہ جھٹکے دو بلکہ اس کے ساتھ نرمی کرو۔] (**بخاری شریف:۷۵۸/۲، کتاب النکاح، باب کثرۃ النساء، حدیث نمبر:۴۸۷۶.**) اسی طرح ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**علیکم بالقصد فی جنائزکم**" [اپنے جنازوں میں میانہ روی کو لازم پکڑو۔] (**مصنف ابن شیبہ: ۲۲۰/۷) کتاب الجنائز، باب من کرہ السرعۃ فی الجنازۃ، رقم الحدیث:۱۱۳۷۷.**) ان دونوں روایتوں سے رفق کا استحباب اور اسراع کا ترک ثابت ہوتا ہے، اور یہ چیز حدیث باب کے خلاف ہے، تو دونوں حدیثوں میں بظاہر تعارض ہو گیا۔

دفع تعارض: دونوں طرح کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ جہاں رفق ہے، وہاں میت کا اٹھانا مراد ہے، اور جہاں اسراع ہے وہ کیفیت مشی سے متعلق ہے، لہٰذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (**اعلاء السنن: ۲۴۶/۸، کتاب الجنائز،**

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

باب المشي الخ)

فان تک صالحۃ: جنازہ تیز لے کر چلنے کی حکمت بیان ہو رہی ہے، اگر میت نیک شخص کی ہے تو وہ جلد بھلائی کو پالے گا، یعنی اس کا حال قبر میں اچھا ہوگا، لہٰذا اسے جلدی ہی لے جانا چاہئے۔

وان تک سوی ذلک فشر: یعنی اگر میت برے شخص کی ہے تو اس کی مصاحبت تمہارے لئے اچھی نہیں ہے، لہٰذا اس برے بوجھ کو جلد سے جلد اپنی گردنوں سے اتار کر دفن کرنا ہی بہتر ہے، تاکہ اس سے جلد سے جلد نجات حاصل ہو، بہر صورجلدی کرنا ہی بہتر اور افضل ہے۔ (فتح الملہم: ۲/۴۸۹)

میت کا کلام

﴿۱۵۵۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَۃُ فَاحْتَمَلَھَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِھِمْ فَاِنْ کَانَتْ صَالِحَۃً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ کَانَتْ غَیْرَ صَالِحَۃٍ قَالَتْ لِاَھْلِھَا یَا وَیْلَھَا اَیْنَ تَذْھَبُوْنَ بِھَا یَسْمَعُ صَوْتَھَا کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ۔

(رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۶، باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۳۱۶۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس وقت جنازہ کو تیار کیا جاتا ہے اور لوگ اپنی گردوں پر اس کو اٹھاتے ہیں اگر وہ نیک ہوتا ہے تو کہتا ہے مجھے جلدی سے لے چلو، اور اگر نیک نہیں ہوتا تو اپنے لوگوں سے کہتا ہے ہائے افسوس تم لوگ مجھے کہاں لئے جا رہے ہو؟ اس کی آواز انسان کے علاوہ ہر شی سنتی ہے، اگر انسان اس کی آواز سن لے تو بیہوش ہو جائے۔''

تشریح: قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، نیک شخص کے لئے وہاں راحت وآرام ہے، اور برے شخص کے لئے عذاب وسزا ہے، یہی وجہ ہے کہ میت کو جب لے کر لوگ چلتے ہیں تو اسے اپنے انعام یافتہ یا سزا یافتہ ہونے کا ادراک ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر اس کے لئے قبر میں راحت ہوتی ہے تو وہ اس بات کی درخواست کرتی ہے کہ مجھے میری منزل تک جلد پہنچادو، اگر میت کے لئے قبر میں سزا مقدر ہوتی ہے تو میت کو اس کا احساس ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے لے جانے والوں سے اپنی خرابی کے اظہار کے ساتھ یہ کہتی ہے کہ تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔

یسمع صوتها کل شیء: میت کی اس آواز کو ہر کوئی سنتا ہے، حتی کہ جمادات بھی سنتے ہیں، لیکن انسان نہیں سنتا، اگر انسان سن لے تو وہ بیہوش ہو جائے، اور مردہ کے دفن وغیرہ کو چھوڑ کر اپنی فکر میں لگ جائے اور پورا انتظام مختل ہو جائے اور ایمان بالغیب بھی اور اس کی حکمت بھی باقی نہ رہے، اس جملہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسان کے میت کی آواز کو نہ سننے کی حکمت کو بیان فرمادیا۔ فقط (مرقاۃ: ۲/۳۵۲، التعلیق: ۲/۲۳۶)

جنازہ کے لئے کھڑا ہونا

﴿۱۵۵۹﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَسَلَّمَ اِذَا رَأَيْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ۔

(متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ١٧٥/ ١، باب من تبع جنازۃ فلا یقعد حتی توضع، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:١٣١٠۔مسلم شریف: ٣١٠/ ١، باب القیام للجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:٩٦٠۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ، اور جو شخص جنازہ کے ساتھ چل رہا ہو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے۔''

تشریح: اس حدیث شریف کی تشریح میں تین باتیں ذکر کرنے کی ضرورت ہے۔

(١)......اس حدیث شریف میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کا امر فرمایا ہے، اور بعض احادیث میں خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل بھی مذکور ہے، اس کی کئی حکمتیں ہیں۔

(الف)......اکرام مسلم اور اکرام انسانیت کے لئے کھڑے ہونے کا امر فرمایا۔

(ب)......فزع موت کی وجہ سے اٹھ کر کھڑے ہو جانا۔

(ج)......اکرام ملائکہ کیلئے اٹھ کر کھڑے ہونا، کیونکہ ہر جنازہ کے ساتھ ملائکہ ہوتے ہیں۔

(د)......ایک یہودیہ کا جنازہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، آپ سے پوچھا گیا کہ یہ تو یہودیہ ہے، اس کے لئے قیام کیوں فرمایا؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں اس لئے کھڑا ہوا ہوں تا کہ اس کا جنازہ میرے سر کے اوپر نہ ہو۔

اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اب یہ حکم باقی نہیں رہا، شروع میں آپ قیام فرماتے اور

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اس کا امر بھی فرماتے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا معمول تبدیل فرمالیا تھا، بعض علماء تخییر اور توسیع کے قائل ہیں۔

(۲)...... اس حدیث شریف میں جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھنے کی ممانعت ہے، اور بعض احادیث نبوی سے وضع الجنازۃ سے پہلے بیٹھنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے، ان دو قسم کی احادیث میں تطبیق یہ ہے کہ وضع کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)......وضع عن الاعناق [کندھوں سے زمین پر اتارنا]

(۲)......وضع فی اللحد [قبر میں اتارنا]

کندھوں سے اتارنے سے پہلے قعود کی ممانعت ہے، اور قبر میں اتارنے سے پہلے قعود کی اجازت ہے۔

(۳)...... اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جنازہ کے پیچھے چلنا چاہئے یا آگے؟ اتنی بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جائز دونوں طرح ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ افضل طریقہ کونسا ہے؟

حنفیہ کے ہاں افضل پیچھے چلنا ہے، اور شافعیہ کے نزدیک آگے چلنا افضل ہے۔ بہت سی روایات میں اتباع الجنازۃ کا لفظ آرہا ہے، یہ روایات حنفیہ کی دلیل ہیں، اور جن روایات میں آگے چلنے کا ذکر ہے وہ حنفیہ کے نزدیک بیان جواز پر محمول ہیں، بعض مواقع پر لوگوں کی سہولت کے لئے آگے چلنے کو اختیار فرمایا، لوگوں کی کثرت کی وجہ سے اگر سب پیچھے چلنے لگیں تو ازدہام کا خطرہ تھا، اس لئے تسہیلا علی الناس آگے چلنے کو اختیار فرمایا، ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکرؓ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آگے چلنے کی یہی توجیہ فرمائی ہے۔ (بذل المجہود: ۲۰۰/۵، التعلیق الصبیح: ۲۳۶/۲، اعلاء السنن: ۲۴۲/۸، باب المشی خلف الجنازۃ الخ)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

یہودی جنازہ کے لئے کھڑا ہونا

﴿۱۵۶۰﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ مَرَّتْ جَنَازَۃٌ فَقَامَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا مَعَہٗ فَقُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! اِنَّھَا یَھُوْدِیَّۃٌ فَقَالَ اِنَّ الْمَوْتَ فَزَعٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۵، باب من قام لجنازۃ یھودی، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۳۱۱۔مسلم شریف: ۱/۳۱۰، باب القیام للجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۶۰۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جنازہ گذرا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے، اور ہم بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہوگئے، پھر ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ تو یہودیہ عورت کا جنازہ تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ بلاشبہ موت گھبراہٹ کی چیز ہے، لہٰذا جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔''

تشریح: ان الموت فزع: موت گھبرانے کی چیز ہے لہٰذا انسان غفلت میں مبتلا نہ رہے، اور میت کو دیکھ کر موت کی یاد تازہ کرے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھڑا ہونا وہ یہودیہ کا جنازہ دیکھ کر اس کی تعظیم کی خاطر نہیں تھا، بلکہ تعلیم امت کے لئے تھا، ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جب تمہارے پاس سے کوئی جنازہ گذرے خواہ وہ مسلمان کا ہو، یا یہودی کا ہو، تو اس کے لئے کھڑے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہو جاؤ، اور یہ کھڑا ہونا اس کے لئے نہیں ہے، بلکہ ان ملائکہ کے لئے ہے جو اس کے ساتھ ہیں، ایک موقعہ پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس سے کافر کا جنازہ گذرے تو کیا ہم کھڑے ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں کھڑے ہو، کیونکہ تم اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جو روحیں قبض کرتا ہے۔ (فتح الملہم: ۲/۵۰)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونا

﴿۱۵۶۱﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ رَأَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا يَعْنِيْ فِيْ الْجَنَازَةِ۔ (رواہ مسلم) وَفِيْ رِوَايَةِ مَالِكٍ وَاَبِيْ دَاوٗدَ قَامَ فِيْ الْجَنَازَةِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ۔

حوالہ: مسلم شریف: ۳۱۰/۱، باب استحباب القیام الخ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۶۲۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا ہوتے دیکھا تو ہم بھی کھڑے ہوئے، اور جب بیٹھے تو ہم بھی بیٹھ گئے، یعنی جنازہ کے وقت۔ (مسلم) اور مالک وابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازہ دیکھ کر شروع میں کھڑے ہوئے، پھر بیٹھ گئے۔

تشریح: اس حدیث شریف سے ایک اہم بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر معاملہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل اتباع

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کرتے تھے، حتی کہ جنازہ میں کھڑے اور بیٹھنے میں بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرتے تھے، شروع میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کا تھا، تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسی کو اختیار کیا، پھر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑا ہونا چھوڑ دیا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی چھوڑ دیا۔

رأينا رسول الله ﷺ قام فقمنا وقعد فقعدنا: حدیث شریف کے ان کلمات کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

(۱)...... حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوتے اور جب جنازہ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا تب بیٹھ جاتے۔

(۲)...... شروع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا کھڑے ہونے کا معمول تھا، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا چھوڑ دیا، اور یہ دوسرا معنی زیادہ صحیح ہے، اور اسی کی تائید بعض احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ (اشرف التوضیح)

جنازہ کے ساتھ چلنا

﴿۱۵۶۲﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهٗ حَتّٰی يُصَلِّیَ عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰی عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۲، باب اتباع الجنائز من الایمان، کتاب الایمان، حدیث نمبر: ٤٧. مسلم شریف: ۱/۳۰۷، باب فضل الصلوۃ علی الجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹٤۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جو شخص مسلمان کے جنازہ میں ایمان کے ساتھ رضاء الٰہی کی خاطر شرکت کرتا ہے اور نماز جنازہ اور تدفین میں آخیر تک شریک رہتا ہے تو وہ دو قیراط کے برابر ثواب کے ساتھ واپس ہوتا ہے، ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر وزن رکھتا ہے، اور جو شخص صرف نماز جنازہ میں شامل ہوتا ہے، اور تدفین سے پہلے واپس آجاتا ہے وہ ایک قیراط ثواب کا حقدار ہو کر لوٹتا ہے۔''

تشریح: من اتبع جنازۃ مسلم: اتباع عرف عام میں پیچھے چلنے کو کہتے ہیں، اسی بناپر بعض فقہا نے فرمایا ہے کہ جنازہ میں شرکت کے وقت میت کے پیچھے چلنا افضل ہے، اور یہی حنفیہ کا مسلک ہے۔ (التعلیق الصبیح: ۲/۲۳۷)

جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے یا آگے؟ اور اختلاف ائمہ

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جنازہ میں میت کے پیچھے چلنا افضل ہے یا آگے؟

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب: امام صاحب کے نزدیک مطلقاً پیچھے چلنا افضل ہے۔

دلیل: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع حدیث ہے: "الجنازۃ متبوعۃ ولا تتبع لیس منھا من تقدمھا." [جنازہ متبوع ہوتا ہے، (جس کے پیچھے چلا جائے) جنازہ کو پیچھے نہیں رکھا جاتا، جنازہ سے آگے چلنے والا اس کے پیچھے چلنے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

والوں میں سے نہیں ہے۔] (ترمذی شریف:۱۹۶/۱، باب ماجاء فی المشی خلف الجنازۃ) اسی طرح حضرت طاؤس سے مروی ہے: "ما مشی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی جنازۃ حتی مات الا خلف الجنازۃ وبہ نأخذہ" [حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں چلتے تھے کسی جنازہ میں یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے مگر جنازہ کے پیچھے، اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔]
(مصنف عبدالرزاق:۴۴۵/۳، باب المشی امام الجنازۃ)

حضرت امام شافعیؒ کا مذہب: امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً آگے چلنا افضل ہے۔

دلیل: رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابابکر وعمر یمشون امام الجنازۃ" [میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ جنازہ کے آگے آگے چل رہے تھے۔] (نسائی شریف: ۲۱۲/۱، مکان الماشی من الجنازۃ، ترمذی: ۱۹۶/۱، باب ماجاء فی المشی امام الجنازۃ)

جواب: یہ حدیث بیان جواز پر محمول ہے، اور یا پھر کسی عذر کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ اور شیخین آگے رہے ہوں گے ورنہ اصل حکم یہی ہے کہ لوگ جنازہ کے پیچھے چلیں۔
(اعلاء السنن: ۲۴۲/۸، باب المشی خلف الجنازۃ)

"ایمانا واحتسابا" ایمان پر اللہ پر یقین اور اسکے وعدوں پر یقین اور احتساب یعنی جو کام کیا جائے وہ لوجہ اللہ کیا جائے، حصول ثواب مقصود ہو، ریا اور نمود مقصود نہ ہو۔

ایمان واحتساب کی حقیقت

ایمان نیت کا صاف ہونا یعنی جو کام کیا جارہا ہے وہ ایمانی تقاضہ کے تحت ہو، کوئی دوسرا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مقصد پیش نظر نہ ہو، اور احتساب نیت کا استحضار۔ علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ شریعت میں احتساب کا لفظ مختلف مقامات پر استعمال ہوا ہے، لیکن ان سب میں نیت کا استحضار ضروری ہے، یہاں پر احتساب اس لئے فرمایا جا رہا ہے کہ جنازہ کے ساتھ جانے والے عموماً اسے رسمی عمل سمجھتے ہیں، اور اسے دنیا کی حد تک ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے سے تعبیر کرتے ہیں، شریعت نے احتساب کا لفظ بڑھا کر اس جانب توجہ دلائی کہ اگر عمل کے ساتھ نیت کی اصلاح کرلی جائے تو اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۵۳)

حتی یصلی علیہا و یفرغ من دفنہا: جو شخص میت کے ساتھ نماز جنازہ اور دفن تک شریک رہا، اسے دو قیراط ثواب ملے گا، یہاں تین عمل ہیں:

(۱)......اس میت کے ساتھ رہنا۔

(۲)......نماز میں شرکت کرنا۔

(۳)......دفن تک ساتھ رہنا۔

اگر صرف دفن میں شرکت کی تو اجر تو ملے گا لیکن اجر موعود یعنی دو قیراط نہیں ملے گا، صرف نماز میں شرکت کی یا صرف دفن میں شرکت کی تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا، اور قیراط کی مقدار جبل احد کے برابر ہے۔

قیراط کی حقیقت

قیراط اصل میں قرّاط تھا، اس کی جمع قراریط آتی ہے، اکثر ملکوں میں قیراط ایک دینار کا بیسواں حصہ کہلاتا ہے، بعض ملکوں میں کم و بیش بھی ہے، ایک موقعہ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا: "ما القیراط؟" [قیراط کیا ہے؟] اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ارشاد فرمایا: قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے، یہ درحقیقت تمثیل کلام ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ثواب عطا فرمائیں گے، چونکہ احد پہاڑ مسلمانوں کی نگاہوں کے سامنے تھا، اور اس کو مثال میں پیش کرنے سے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثواب کی کثرت کو بخوبی سمجھ سکتے تھے، اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پہاڑ کا تذکرہ کیا۔ (طیبی: ۳/۳۷۸، مرقاۃ: ۲/۳۵۳)

نجاشی کی نماز جنازہ

﴿۱۵۶۳﴾ وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعٰى لِلنَّاسِ النَّجَاشِيَّ الْيَوْمَ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ وَخَرَجَ بِهِمْ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ بِهِمْ وَكَبَّرَ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ۔ (متفق عليه)

حواله: بخاری شریف: ۱/۱۷۶، باب الصفوف على الجنازة، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۳۱۸، مسلم شریف: ۱/۳۰۹، باب الايماء للميت في الصلوة، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۶۳۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نجاشی کے مرنے کی خبر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی روز دی جس روز ان کا انتقال ہوا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے، اور وہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ صف بندی کی، اور چار تکبیریں کہیں۔“

تشریح: نعى للناس النجاشي: ”نجاشی“ نون کا کسرہ اور فتحہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

دونوں طرح درست ہے، ایسے ہی یاء کی تخفیف اور تشدید دونوں کی گنجائش ہے، جیم کی تخفیف کے ساتھ۔ ''نجاشی'' حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا، جس نجاشی کا واقعہ ہے اس کا نام ''اصحمہ'' تھا، یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے، مگر اپنا ایمان مخفی رکھا تھا، جب کفار کے درمیان ان کا انتقال ہوا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ اس کی اطلاع کی گئی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی وفات کا اعلان فرمایا، اور جنازہ گاہ میں تشریف لے جا کر نماز جنازہ پڑھائی، یہ بظاہر غائبانہ نماز جنازہ تھی۔ (مرقاۃ: ۲/۳۵۴)

غائبانہ نماز جنازہ

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ درست ہے، حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں، نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی ایک شرط میت کا حاضر ہونا بھی ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ نے اس حدیث نجاشی کو قاعدہ عامہ پر محمول کیا ہے، اور اس کو ضابطہ بنالیا کہ غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے، حنفیہ اور مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ نجاشی کے واقعہ کی بناء پر غائبانہ نماز جنازہ کو سنت عامہ قرار نہیں دیا جا سکتا، اگر غائبانہ نماز جنازہ سنت عامہ ہوتی تو حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس سے محروم نہ فرماتے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے آپ کا جنازہ پڑھانا بہت مفید اور بہت زیادہ موجب برکت تھا، قرآن پاک میں ہے: ''ان صلوتک سکن لهم'' [یقیناً تمہاری دعا ان کے لئے سراپا تسکین ہے۔] (آسان ترجمہ) اسی لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جنازہ پڑھانے کا بہت اہتمام فرماتے تھے، حتی کہ بعض میت کو دفن کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی، اس تمام اہتمام کے باوجود متعدد غزوات میں سینکڑوں صحابہ کرام

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے، ان کی شہادت پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صدمہ بھی بہت ہوا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعائیں بھی کیں، مگر کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی، ستر قراء کی شہادت پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو انتہائی صدمہ ہوا، مگر غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی، اگر غائبانہ نماز جنازہ درست ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان میں سے کسی کو بھی محروم نہ فرماتے، معلوم ہوا کہ یہ اسلام کی سنت عامہ نہیں۔

حدیث نجاشی کا محمل

نجاشی پر غائبانہ جنازہ پڑھنے کے دو محمل ہو سکتے ہیں:

(۱)...... نجاشی کا جنازہ بطور معجزہ کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے منکشف کر دیا گیا تھا، جس کی وجہ سے یہ صلوۃ علی الحاضر ہوئی، نہ کہ صلوۃ علی الغائب بہت سی روایات میں میت کا منکشف ہونا نقل کیا گیا ہے۔ (نصب الرایہ: ۳۵۵/۱، فتح الباری: ۱۵۱/۳، عمدۃ القاری: ۱۱۹/۸، مرقاۃ: ۴۶/۴، التعلیق: ۲۳۷/۲، اعلاء السنن: ۲۳۴/۸)

(۲)...... یہ نجاشی کی خصوصیت پر محمول ہے، سنت عامہ نہیں۔ (اشرف التوضیح)

مسجد میں نماز جنازہ

جنازہ کی نماز مسجد میں ادا کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کا مذہب: امام شافعیؒ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ درست ہے، بشرطیکہ مسجد کی پاکی متاثر نہ ہو۔

دلیل: حضرت امام شافعیؒ کی دلیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہے: ”ما صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی سھیل بن بیضاء الا فی المسجد“ [آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ مسجد ہی میں ادا فرمائی۔] (مسلم شریف: ۱/۲۱۲، فصل فی جواز الصلوۃ علی المیت فی المسجد)

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب: مسجد میں نماز جنازہ بلاعذر مکروہ ہے، اگر عذر کے باعث ہے تو مکروہ نہیں ہے، اور اعذار میں سے ایک عذر بارش بھی ہے۔

دلیل: ”ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعی للناس النجاشی الیوم الذی مات فیہ وخرج بھم الی المصلی الخ“ [حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نجاشی کی موت کی خبر دی جس دن اس کی وفات ہوئی اور ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے ساتھ عیدگاہ تشریف لے گئے۔] آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نجاشی کی نماز جنازہ کے لئے بھی عیدگاہ تشریف لے جانا اور مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھنا چاہئے، جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت کے موجود نہ ہونے اور مسجد کے گندگی سے آلودہ نہ ہونے کے اعتماد کے باوجود نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی تو میت موجود ہونے کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ نماز جنازہ مسجد میں نہیں پڑھی جائے گی۔ (التعلیق الصبیح: ۲/۲۳۸)

نماز جنازہ میں چار تکبیریں

﴿۱۵۶۴﴾ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی کَانَ زَیْدُ بْنُ اَرْقَمَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ یُکَبِّرُ عَلٰی جَنَائِزِنَا اَرْبَعاً وَاَنَّہٗ کَبَّرَ عَلٰی جَنَازَۃٍ خَمْساً فَسَأَلْنَاہُ فَقَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکَبِّرُھَا۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۱۰/ ۱، باب الصلوة علی القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۵۷۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ وہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیریں کہا کرتے تھے، ایک جنازہ پر انہوں نے پانچ تکبیریں کہیں، تو ہم نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ تکبیریں کہتے تھے۔

تشریح: یکبر علی جنائزنا اربعا: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول چار تکبیرات کا تھا، کبھی بھول کر پانچ ہوگئیں تو توجیہ کے لئے فرمادیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلے عمل کا اتباع ہوگیا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل جنازہ کی تکبیرات کے سلسلہ میں مختلف رہا ہے، بالآخر استقرار چار پر ہوا ہے، اب جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمہور فقہاء اور ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ جنازہ کی تکبیرات چار ہیں۔ (اشرف التوضیح) اوجز: ۲/۴۴۱، اعلاء السنن: ۱۹-۸/۲۱۶۔

دلائل: تکبیرات جنازہ کے بارے میں ائمہ اربعہ اور بعض حضرات کے درمیان اختلاف ہے، ائمہ اربعہ کے نزدیک نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں، جبکہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ وغیرہ کے نزدیک پانچ تکبیریں ہیں، جمہور کی دلیل حدیث نجاشی جو ماقبل میں گذرچکی ہے، جس میں ہے ''وخرج بھم الی المصلی وکبر اربع

تکبیرات" [آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کو لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے اور چار تکبیریں کہیں۔] نیز علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں چار تکبیر پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہوگیا، نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری عمل بھی چار تکبیر کا ہے، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، اور جن احادیث میں چار سے زائد تکبیر کا ذکر ہے وہ روایات منسوخ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جو اجماع ہوا، اس وقت وہ صحابہ بھی موجود تھے جن سے چار تکبیر سے زائد والی روایات منقول ہیں، لہٰذا ان کا اجماع دلیل ہے کہ چار سے زائد تکبیر والی روایات منسوخ ہیں، ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ جن روایات میں چار سے زائد تکبیرات کا ذکر ہے وہ حکم کلی نہیں ہے، بلکہ کسی مخصوص میت کے لئے ہے، چنانچہ امام طحاوی نے فرمایا کہ اہل بدر کے لئے خصوصی فضیلت کی بناء پر پانچ تکبیریں کہی گئیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بدر پر چھ تکبیر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر پانچ تکبیر اور دیگر حضرات پر چار تکبیر کہتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ پانچ تکبیر کا حکم عام نہیں ہے، بلکہ خصوصی طور پر ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۳۹، فتح الملہم: ۲/۴۹۹)

نماز جنازہ میں قراءت فاتحہ

﴿۱۵۶۵﴾ وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا عَلىٰ جَنَازَةٍ فَقَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا أَنَّهَا سُنَّةٌ۔ (رواہ البخاری)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۸، باب قراءۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۳۳۵۔

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی، انہوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی، اور کہا میں نے اس لئے پڑھی کہ تا تم لوگ جان لو کہ یہ سنت ہے۔

جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا

تشریح: نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ (بدایۃ المجتہد: ۱۷۱)

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز جنازہ کا اصل طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھی جائے، دوسری کے بعد درود شریف تیسری کے بعد دعا، اور چوتھی کے بعد سلام پھیر دیا جائے، نماز جنازہ اصل میں دعا ہے، اور دعا کا ادب شریعت کی روشنی میں یہی ہے کہ سب سے پہلے حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی جائے پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے، اس لئے جنازہ کی پہلی تکبیر کے بعد حق تعالیٰ کی حمد وثناء سنت ہے، حق تعالیٰ کی یہ حمد مختلف لفظوں سے کی جاسکتی ہے، عام نماز والی ثنا سے بھی کی جاسکتی ہے، سورۂ فاتحہ میں حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی گئی ہے، یہ بھی پڑھی جاسکتی ہے، حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ بطور ثنا کے پڑھی جاسکتی ہے، بطور قراءت کے سورۂ فاتحہ پڑھنا مسنون نہیں ہے۔ (اعلاء السنن: ۸/۲۱۱)

امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے، امام مالکؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمارے شہر (مدینہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

منورہ) میں اس کا معمول نہیں۔ (بدایۃ المجتہد: ۱۷۱)

امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اثر نقل کیا ہے:

"کان لایقرأ فی الصلوۃ علی الجنازۃ" (مؤطا امام مالک: ۲۱۰) [آپ جنازہ کی نماز میں قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔] مدونۃ الکبریٰ میں مندرجہ ذیل حضرات کا معمول بھی نماز جنازہ میں قراءت نہ کرنے کا نقل کیا ہے۔ (یہ حضرات سورۂ فاتحہ بطور قراءت نہیں پڑھتے تھے۔) (۱)...... عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲)...... علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۳)...... عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۴)...... فضالۃ بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۵)...... ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۶)...... جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۷)...... واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۸)...... قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۹)...... سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۰)...... ابن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۱)...... عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۳)...... یحییٰ بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

زیر بحث روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سورۂ فاتحہ پڑھنا آ رہا ہے، آپ نے یہ بطور ثنا کے پڑھی ہوگی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں فرمایا ہے: "لتعلموا انھا سنۃ" [میں نے سورۂ فاتحہ اس لئے پڑھی ہے تاکہ تمہیں پتہ چل جائے کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے۔] اس سے معلوم ہوا کہ اس معاشرہ میں جنازہ کے اندر سورۂ فاتحہ پڑھنے کا عام معمول نہیں تھا، ورنہ یہ بتلانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ (التعلیق: ۲/۲۴۱، مرقاۃ: ۲/۳۵۵) (اشرف التوضیح)

نماز جنازہ کی ایک دعا

﴿۱۵۶۶﴾ وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی جَنَازَۃٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِہٖ وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نُقِّیَتُ الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَاراً خَیْراً مِنْ دَارِہٖ وَاَھْلاً خَیْراً مِنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجاً خَیْراً مِنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ اَوْ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَقِہٖ فِتْنَۃَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ قَالَ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَنَا ذٰلِکَ الْمَیِّتَ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۱۱/۱، باب الدعاء للمیت فی الصلوۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۶۳۔

ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعایاد کرلی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو دعاء پڑھی وہ یہ تھی: ''اللھم اغفرلہ الخ'' [اے اللہ اس کے گناہ بخش دیجئے، اور اس پر رحم فرمائیے، اس کو عافیت عطا کیجئے، اور اسے معاف فرمادیجئے، اور اس کو عمدہ ٹھکانا دیجئے، اور اس کی قبر کو کشادہ کردیجئے، اس کو اپنی برف اور اولے سے دھودیجئے، اور اسے گناہوں سے ایسا پاک صاف کردیجئے، جیسے کہ سفید کپڑا میل کچیل سے پاک ہوجاتا ہے، اور اسے اس کے گھر کے بدلہ میں بہترین گھر عطا کردیجئے، اور اہل وعیال کے بدلہ میں بہترین اہل وعیال عطا کیجئے، اور اس کی بیوی کے بدلہ میں بہتر بیوی عطا فرمائیے، اور اس کو جنت میں داخل فرمائیے، اور اس کو قبر کے عذاب سے یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کے عذاب سے بچائیے۔] اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو قبر کے فتنہ سے اور جہنم کے عذاب سے بچائیے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش یہ میرا جنازہ ہوتا۔

تشریح: وزوجا خیرا من زوجہ: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقہاء کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ دعا مردوں کے ساتھ خاص ہے، عورتوں کی نماز جنازہ میں اس دعا کو نہ پڑھا جائے، اس حدیث شریف میں بہتر زوج سے مراد حورعین بھی ہوسکتی ہے، اور اس دنیا کی عورت بھی ہوسکتی ہے، لہٰذا اس تشریح سے یہ اشکال نہیں ہوسکتا ہے کہ اگر یہاں بہتر بیوی سے مراد جنت کی حورعین ہے، تو دنیا کی عورت سے کیسے بہتر ہوسکتی ہے، اس لئے کہ حدیث میں یہ منقول ہوا ہے کہ دنیا کی عورتیں اپنے نماز اور روزہ کی وجہ سے حوروں سے افضل ہونگی۔ (مرقاۃ:۳۵۶/۲، التعلیق:۲۴۱)

جنازہ کی نماز مسجد میں

﴿۱۵۶۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا لَمَّا تُوُفِّیَ سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَتِ ادْخُلُوْا بِهِ الْمَسْجِدَ حَتّٰی اُصَلِّیَ عَلَیْهِ فَاُنْکِرَ ذٰلِكَ عَلَیْهَا فَقَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی ابْنَیْ بَیْضَاءَ فِی الْمَسْجِدِ سُهَیْلٍ وَاَخِیْهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا۔ (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف:۳۱۳/۱، باب الصلوة علی الجنازة فی المسجد، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۷۳۔

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰنؒ سے روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کہ ان کے جنازہ کو مسجد کے اندر لاؤ، تاکہ میں بھی ان کی نماز جنازہ ادا کروں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس بات سے انکار کیا گیا، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ کی قسم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے "بیضا" کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی تھی۔

تشریح: قالت ادخلوا به المسجد حتی اصلی علیه:
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ امارت میں مدینہ منورہ سے دس میل دور وادیٔ عقیق میں ان کی حویلی میں ہوا، جنت البقیع میں تدفین کے لئے لوگوں نے اپنے کندھوں پر رکھ کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ کی میت مدینہ منورہ لائے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں سے کہا کہ ان کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھو، تاکہ وہ بھی اپنے حجرہ کے اندر ان کی نماز پڑھ سکیں، لیکن لوگوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اس سے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے۔

مسجد میں نماز جنازہ

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر مسجد کے ملوث ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، دلیل حدیث باب ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک مسجد میں بلا عذر نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

دلیل: "عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شیء له" (ابو داؤد شریف: ۴۵۴، باب الصلوة علی الجنازه فی المسجد، [حضرت ابو ہریرہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس نے نماز جنازہ مسجد میں پڑھی اس کے لئے کچھ (اجر) نہیں۔]

(طحاوی شریف: ۱/۳۱۷، باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ الخ)

دوسری دلیل: یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد سے الگ جنازہ گاہ مقرر تھی، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی جگہ نماز جنازہ پڑھایا کرتے تھے۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ درست ہوتی تو مسجد سے الگ نماز جنازہ کے لئے جگہ کیوں مقرر کی جاتی۔

اور امام شافعیؒ و امام احمدؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات ماننے سے انکار کرنا، عدم جواز اور نسخ کی دلیل ہے، اس لئے کہ اگر ان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نسخ کا علم نہ ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مخالفت نہ کرتے، رہا حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سہیل وسہل کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا تو یہ کسی عذر کی وجہ سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتکف تھے، چنانچہ ایک روایت میں یہ منقول ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتکف تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھی یا بارش کی حالت تھی، اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھی، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس حکم کو عام سمجھا تو یہ ان کی اجتہادی خطاء تھی۔ (مرقاۃ: ۲/۳۵۷، التعلیق: ۲/۲۲۸ تحت حدیث النجاشی) اشرف التوضیح۔

امام کا میت کے وسط میں کھڑا ہونا

﴿۱۵۶۸﴾ وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صَلَّیْتُ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی امْرَأَۃٍ مَاتَتْ فِیْ نِفَاسِہَا فَقَامَ وَسْطَہَا۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۱۷۷/ ۱، باب این یقوم الامام من المرأۃ والرجل، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۳۳۲۔ مسلم شریف: ۳۱۱/ ۱، باب این یقوم الامام من المیت للصلوۃ علیہ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۶۴۔

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک ایسی عورت کی نماز جنازہ پڑھی جو نفاس میں مرگئی تھی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازہ کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کی نماز جنازہ پڑھائی، اور نماز جنازہ کی ادائیگی کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میت کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

جنازہ میں امام میت سے بالکل متصل نہ کھڑا ہو کچھ الگ کھڑا ہو، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

اختلاف ائمہ

"وسط" اس لفظ کو دو طرح ضبط کیا گیا ہے، وسْط بسکون السین اور وسَط بفتح السین، دونوں میں بہت سے فرق بیان کئے گئے ہیں، ایک فرق یہ بھی بیان کیا گیا ہے، وسَط (بفتح السین) کہتے ہیں کسی خط وغیرہ کے بالکل درمیانی نقطہ کو، اور وسْط (بسکون السین) کا اطلاق خط کے طرفین کے درمیانی کسی بھی نقطہ پر آسکتا ہے، اسی طرح کسی دائرہ کا مرکز تو اس کا وسط کہلائے گا، اور دائرہ کے اندر کا کوئی بھی حصہ وسط کہلائے گا۔

نماز جنازہ پڑھاتے وقت امام کو کہاں کھڑا ہونا چاہئے اس میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

امام کو میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہونا چاہئے، خواہ مرد ہو یا عورت، اس لئے کہ نماز جنازہ میت کی سفارش کے لئے ہے، اور سینہ چونکہ محل قلب ہے اور قلب محل ایمان ہے، اس لئے سینہ کے بالمقابل کھڑے ہونے سے اس کی طرف اشارہ ہوگا کہ ہم اس کی سفارش اس کے ایمان کی وجہ سے کر رہے ہیں، امام شافعیؒ سے اس مسئلہ میں کوئی نص نہیں ہے، شافعیہ کے ہاں مختار یہ ہے کہ مرد کے جنازہ میں سر کے برابر اور عورت کے جنازہ میں اس کی پشت کے برابر کھڑا ہو، امام احمدؒ کے نزدیک مرد کے سینہ کے برابر اور عورت کے وسط میں کھڑا ہونا چاہئے۔ (بذل المجہود: ۵/۲۰۵)

یہ اختلاف صرف اولویت میں ہے۔

زیر بحث حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عورت کے جنازہ میں اس کے وسط میں کھڑے ہوئے، اس سے حنابلہ وشافعیہ استدلال کرتے ہیں، لیکن ان کی دلیل یہ حدیث تب بن سکتی ہے جب کہ وسط کو بفتح السین پڑھا جائے، اگر بسکون السین ہو تو ہر مذہب پر یہ حدیث منطبق ہو سکتی ہے، اس لئے کہ سر اور پاؤں کے درمیان سارا جسم وسط ہی ہے، اگر مان لیں کہ یہاں وسط بفتح السین ہے تو جواب یہ ہوگا کہ سینہ بھی وسط ہی ہے، اس لئے کہ انسان کا اصل اوپر والا دھڑ ہے، نیچے والا فرع اور تابع ہے، اور اوپر والے دھڑ میں سینہ وسط ہی ہے، اگر یہ تسلیم کرلیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عجیزہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے تو جواب یہ ہوگا کہ اس وقت جنازوں پر نعشیں وغیرہ کم ہوتی تھیں، پردہ کا انتظام کم ہوتا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہما امکن ستر کرنے کے لئے وسط میں کھڑے ہوگئے ہیں۔ اسلئے اس کو مستقل دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ (التعلیق: ۲/۲۴۲، مرقاۃ: ۲/۳۵۷)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قبر پر نماز جنازہ

﴿۱۵۶۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقَبْرٍ دُفِنَ لَيْلًا فَقَالَ مَتٰى دُفِنَ هٰذَا قَالُوْا الْبَارِحَةَ قَالَ اَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِيْ قَالُوْا دَفَنَّاهُ فِيْ ظُلْمَةِ اللَّيْلِ فَكَرِهْنَا اَنْ نُوْقِظَكَ فَقَامَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۱۶۷/ ۱، باب الاذن بالجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۲۴۷۔ مسلم شریف: ۳۰۹/ ۱، باب الصلوۃ علی القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۵۴۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گذرے جس میں رات کے وقت میت کو دفن کیا گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ان کو کب دفن کیا گیا؟ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ گذشتہ رات دفن کیا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم نے انہیں رات کی تاریکی میں دفن کیا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رات میں جگانا مناسب خیال نہیں کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صف بندی کا حکم کیا، ہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھی، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

تشریح: یہ صحابی حضرت طلحہ بن براء ابن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جن کی تدفین رات میں ہوگئی تھی۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اختلاف ائمہ

قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ صلوٰۃ علی القبر کی دوصورتیں ہیں:

(۱)...... ایک یہ کہ دفن سے پہلے اس میت کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو، اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک بھی قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ظن غالب ہو کہ ابھی تک اس کا جسم صحیح سالم ہوگا، اس میں ماہرین کی رائے دیکھی جائے گی کہ اس قسم کے موسم میں اس علاقہ میں عام طور پر کتنے دن تک میت کا جسم سالم رہ سکتا ہے؟ اتنے دنوں کے اندر نماز جنازہ قبر پر جائز ہوگی اس کے بعد نہیں؟

(۲)...... دفن سے پہلے نماز جنازہ پڑھی گئی ہو، قبر پر دوبارہ پڑھی جائے، یہ صورت شافعیہ وحنابلہ کے یہاں جائز ہے، حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں، امام مالکؒ کی روایت مشہورہ بھی اسی طرح ہے۔ (اوجز المسالک: ۲/۴۴۹)

حدیث الباب سے شافعیہ وحنابلہ استدلال کرتے ہیں، کہ اس میت کو نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا تھا، اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہے، وجہ خصوصیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان جنازہ کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شرکت سے محروم رہ جانا بہت بڑی محرومی اور بہت زیادہ باعث نقصان تھی، کسی اور کو یہ مرتبہ نہیں مل سکتا، خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ زیر بحث حدیث کے بعد والی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا: ”ان ھذہ القبور مملوۃ ظلمۃ علی اھلھا وان اللہ ینورھا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

لهم بصلوتی علیهم" (مسلم شریف: ۱/۳۱۰) [بے شک یہ قبریں اپنے اہل پر ظلمت وتاریکی سے بھری ہوئی ہیں، ان پر میری نماز جنازہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ان کو منور بنادیتا ہے۔] نیز صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین میں بھی قبروں پر نماز جنازہ پڑھنے کا رواج نہیں تھا، معلوم ہوا یہ سنت عامہ نہیں ہے۔

بعض حنفیہ کی یہ رائے بھی ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کی جنازہ میں شرکت کے بغیر جنازہ کا فرض ہی ادا نہیں ہوتا تھا۔ (اوجز المسالک: ۲/۴۵۰، مرقاۃ: ۲/۳۵۸) اگر یہ رائے لے لی جائے تو اس حدیث شریف کا دوسری مختلف فیہ صورت کے ساتھ تعلق ہی نہیں رہے گا، بلکہ یہ قبر پر نماز کی پہلی صورت میں داخل ہو جائے گی، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ دفن سے پہلے نہیں پڑھی تھی، اور صورت اولیٰ میں ہمارے نزدیک بھی صلوۃ علی القبر جائز ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۵۸، اعلاء السنن: ۸/۲۹۶، فائدہ فی الصلوٰۃ علی القبر)

حدیث الباب کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مومن کے ولی ہیں، اور ولی اگر نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے تو اس کو قبر پر بھی نماز جنازہ ادا کرنا درست ہے، میت کے پھولنے پھٹنے سڑنے سے پہلے پہلے۔ پس حدیث الباب عام قاعدہ نہیں، البتہ ولی کے حق میں اجازت کی دلیل ہوگی۔ فقط

فائدہ: حدیث الباب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کی تدفین رات میں بھی درست ہے۔

آنحضرت ﷺ کے نماز جنازہ پڑھنے سے قبروں کا منور ہو جانا

﴿۱۵۷۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ اَوْ شَآبٌّ فَفَقَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ عَنْهَا اَوْ عَنْهُ فَقَالُوْا مَاتَ قَالَ اَفَلَا كُنْتُمْ اٰذَنْتُمُوْنِيْ قَالَ فَكَاَنَّهُمْ صَغَّرُوْا اَمْرَهَا اَوْ اَمْرَهٗ فَقَالَ دُلُّوْنِيْ عَلٰى قَبْرِهٖ فَدَلُّوْهُ فَصَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَةٌ ظُلْمَةً عَلٰى اَهْلِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلٰوتِيْ عَلَيْهِمْ۔ (متفق عليه) وَلَفْظُهٗ لِمُسْلِمٍ۔

حواله: بخاری شریف:۱۷۸/۱، باب الصلوة على القبر بعد ما يدفن، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۳۳۷۔مسلم شریف:۳۰۹/۱، باب الصلوة على القبر، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۵۶۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی، یا ایک جوان جھاڑو دیا کرتا تھا، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو گم پایا، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت یا جوان کے بارے میں دریافت کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا کہ اس کا انتقال ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ مجھ کو اطلاع کیوں نہیں دی، گویا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عورت یا جوان کے معاملہ کو حقیر خیال کیا، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اس کی قبر مجھ کو بتاؤ! صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی قبر بتائی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ''بلاشبہ یہ قبریں صاحب قبر کے لئے تاریکیوں سے بھری ہوتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ میرے ان پر نماز پڑھنے کے ذریعہ سے ان کی قبروں کو ان کے حق میں روشن فرمادیتے ہیں۔''

تشریح: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وسلم کی تعظیم کی وجہ سے اس کی موت کی اطلاع نہیں دی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زحمت ہوگی، لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کی وفات کا علم ہوا تو آنحضرت نے اس کی قبر پر نماز جنازہ ادا کی، تا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی برکت سے اس کی قبر منور ہو جائے۔

ان امرأۃ سوداء: ان عورت کا نام ''خرقاء'' اور کنیت ''ام محجن'' تھی۔

فکأنھم صغروا: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان کو اتنی بلند شان والا نہ سمجھا کہ ان کی خاطر حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف دی جائے۔

ان اللہ ینورھا لھم: اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر اعادۂ صلوۃ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی، چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز پر قبروں کا منور ہونا موقوف تھا، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعادۂ صلوۃ فرماتے تھے۔

فوائد: حدیث الباب سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱)...... کسی کو کالا یا کالی وغیرہ کہنا اگر تعارف کے طور پر ہو تحقیر مقصود نہ ہو تو جائز ہے۔

(۲)...... مسجد کی خدمت کی فضیلت معلوم ہوئی۔

(۳)...... مسجد کے لئے مستقل آدمی مقرر کر سکتے ہیں۔

(۴)...... عورت بھی مسجد کی صفائی کر سکتی ہے۔ (جب کہ کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو)

(۵)...... کوئی آدمی اگر غائب ہو تو ذمہ دار کو اس کی تحقیق کرنا چاہئے کہ وہ کہاں ہے۔

(۶)...... تدفین رات میں بھی جائز ہے۔

(۷)...... قبر پر بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

(۸)...... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی برکت معلوم ہوئی۔

(۹)...... قبروں میں اندھیرا بھی ہوتا ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۱۰)...... دعا کی برکت سے اندھیرا ختم ہوکر روشنی بھی ہوجاتی ہے۔

(۱۱)...... قبروں میں نور وظلمت کا ہم کو معلوم ہونا ضروری نہیں، بلکہ مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق ضروری ہے۔

(۱۲)...... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفقت علی الامت کا اندازہ ہوا۔

(۱۳)...... غریب سے غریب شخص کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں کتنی قدر تھی۔

(۱۴)...... کسی کو بھی حقیر نہیں جاننا چاہئے۔

(۱۵)...... یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل بھی ہے اس لئے کہ ایک انتہائی غریب مفلوک الحال کالی کلوٹی عورت کی اس درجہ رعایت اور اس کی عزت افزائی ایک نبی ہی کرسکتا ہے، اور بس۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

چالیس آدمیوں کا نماز جنازہ پڑھنا

﴿۱۵۷۱﴾ وَعَنْ كُرَيْبٍ مَوْلٰى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّهٗ مَاتَ لَهٗ ابْنٌ بِقُدَيْدٍ اَوْ بِعُسْفَانَ فَقَالَ يَا كُرَيْبُ انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهٗ مِنَ النَّاسِ قَالَ فَخَرَجْتُ فَاِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ تَقُوْلُ هُمْ اَرْبَعُوْنَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَخْرِجُوْهُ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ۔ (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۳۰۸، باب من صلی علیہ اربعون شفعوا فیہ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۴۸۔

ترجمہ: حضرت کریبؒ مولی ابن عباس حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا بیٹا "قدید" یا "عسفان" میں انتقال کر گیا، تو آپ نے فرمایا: اے کریب! دیکھو کس قدر لوگ جمع ہیں، میں باہر نکلا تو دیکھا کہ کافی تعداد میں لوگ جمع ہیں، میں نے ان کو آکر اطلاع کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہارے خیال میں کیا چالیس ہوں گے؟ میں نے کہا ہاں، آپؓ نے فرمایا: کہ جنازہ نکالو، بے شک میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: کہ "جو مسلمان بھی مرتا ہے اور اس کی جنازہ کی نماز ایسے چالیس لوگ ادا کرتے ہیں جو ذرا بھی شرک نہیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ میت کے حق میں ان کی سفارش ضرور قبول فرماتے ہیں۔"

تشریح: جنازہ کی نماز میں لوگوں کی کثرت بہت بابرکت شی ہے، اور اگر چالیس نفوس جنازہ کی نماز میں شریک ہیں اور وہ ہر طرح کے شرک سے پاک وصاف ہوں تو ان کی دعاء مغفرت کی برکت سے اللہ تعالیٰ میت کو معاف فرمادیتے ہیں۔

چالیس آدمیوں کا نماز جنازہ میں شریک ہونا میت کی کامیابی اور مغفرت کی علامت ہے۔

تعارض: اس حدیث شریف میں چالیس افراد کا ذکر ہے، جب کہ مسلم میں سو کا عدد مذکور ہے، حدیث ہے: "ما من میت تصلی علیه امة من المسلمین یبلغون مائة کلهم یشفعون له الا شفعوا فیه" [جس میت پر سو آدمی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کی سفارش کریں ان کی سفارش قبول کی جاتی ہے، اور اس کی مغفرت کردی جاتی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔](مسلم شریف:۳۰۸/ ۱، باب من صلی علیه مائة الخ) جبکہ مالک بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مغفرت کے لئے تین صف کا تذکرہ ہے۔حدیث شریف میں ہے "ما من مؤمن یموت فیصلی علیه امة من المسلمین یبلغون ثلاثة صفوف الا غفر له" [جس مومن کا انتقال ہوجائے اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کی نماز جنازہ پڑھے جن کی تعداد تین صف ہو اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔](ابوداؤد شریف: ۴۵۱، باب في الصف علی الجنازة) تو قبول شفاعت کے سلسلہ میں تین روایتیں ہوگئی، اور تینوں میں بظاہر تعارض ہے۔

جواب: قاضی عیاض نے نقل کیا ہے کہ تین روایتیں مختلف سوالات کے جوابات میں وارد ہوئی ہیں، کسی نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر سو آدمی نماز جنازہ پڑھیں تو کیا میت کے گناہ معاف ہوں گے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میت کی مغفرت ہوجائے گی۔

اسی طرح کسی نے چالیس افراد کے بارے میں سوال کیا، اور کسی نے صفوف کے متعلق سوال کیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب پر مغفرت کی بشارت سنائی۔

علامہ نوویؒ نے فرمایا: کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہلے سو آدمی کے نماز جنازہ میں شرکت پر مغفرت کی اطلاع ملی، پھر چالیس آدمی کی شرکت پر شفاعت کی اطلاع ملی، پھر تین صفوف کے بارے میں اطلاع ملی، جیسی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ملی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو اسی کے متعلق بتادیا، لہٰذا روایات میں کوئی تعارض نہیں ہے، یہ بھی نقل ہوا ہے کہ یہاں کوئی خاص عدد مراد نہیں ہے، بلکہ کثرت مراد ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۴۳)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نماز جنازہ میں سولوگوں کی شرکت

﴿۱۵۷۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ۔ (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۰۸/ ۱، باب من صلی علیه مائة شفعوا فیه، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۴۷۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس میت کی نماز جنازہ مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد پڑھے کہ اس کا عدد سو تک پہونچ جائے اور وہ سب میت کے لئے شفاعت کریں تو ان کی شفاعت ضرور قبول ہوتی ہے۔''

تشریح: یبلغون مائۃ: یہاں اس بات کا ذکر ہے کہ شفاعت کے لئے نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد سو ہونا چاہئے، گذشتہ حدیث میں چالیس کا ذکر ہے، اصل بات یہ ہے کہ کوئی خاص عدد مراد نہیں ہے، بلکہ صرف کثرت مراد ہے، اور وہ دونوں عددوں سے حاصل ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۵۹)

میت کی تعریف اور برائی

﴿۱۵۷۳﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ: مَاوَجَبَتْ؟ فَقَالَ هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِيْ الْأَرْضِ۔ (متفق علیه) وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِيْ الْأَرْضِ۔

حواله: بخاری شریف: ۱/۱۸۳، باب ثناء الناس علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۳٦۷۔ مسلم شریف: ۱/۳۰۸، باب فیمن یثنی علیه خیرا وشرا من الموتی، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۴۹۔

ترجمه: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا گذر ایک جنازہ پر ہوا تو انہوں نے اس کی بہترین تعریف کی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ واجب ہوگئی۔'' پھر دوسرے جنازہ پر سے ان کا گذر ہوا تو اس کا صحابہ رضی اللہ عنہم نے برائی سے ذکر کیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ''واجب ہوگئی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ کیا چیز واجب ہوگئی؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص کی تم لوگوں نے خوبیاں بیان کیں اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، اور جس کا تذکرہ تم لوگوں نے برائی کے ساتھ کیا اس کے لئے جہنم واجب ہوگئی، تم زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ (بخاری ومسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ مومن لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہیں۔

تشریح: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے مشابہ متقی مومن حضرات کے قلوب میں اگر کسی میت کے لئے تعریف کا جذبہ موجزن رہا ہے تو یہ اس کے لئے جنتی ہونے کی علامت ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

المؤمنون شهداء الله في الارض: بعض حضرات کے نزدیک آنحضرت کا یہ فرمانا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ خاص ہے، بعض نے کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور وہ متقی مومن مراد ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشابہ ہوں، بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا ثقات مومنین کا کسی کی تعریف کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے خیر کا فیصلہ فرمایا ہے، اور کسی کی مذمت کرنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے برا فیصلہ کر رکھا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۶۰، طیبی: ۳/۳۸۴، التعلیق: ۲/۲۴۳)

میت کے حق میں چار آدمیوں کی گواہی

﴿۱۵۷۴﴾ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّمَا مُسْلِمٍ شَهِدَ لَهٗ اَرْبَعَةٌ بِخَيْرٍ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قُلْنَا وَثَلٰثَةٌ قَالَ وَثَلٰثَةٌ قُلْنَا وَاثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ ثُمَّ لَمْ نَسْأَلْهُ عَنِ الْوَاحِدِ۔ (رواه البخاری)

حواله: بخاری شریف: ۱/۱۸۳، باب ثناء الناس علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۳۶۸۔

ترجمه: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کہ جس مسلمان کی بھلائی کی چار مسلمان گواہی دے دیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔" ہم نے عرض کیا اگر تین افراد گواہی دیں تو؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تین بھی، ہم نے کہا کہ اور دو؟ تو

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دو بھی، پھر ہم نے ایک کے بارے میں دریافت نہیں کیا۔

تشریح: جس شخص کے بارے میں نیک ومتقی لوگ اچھا گمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص کو محض اپنے فضل وکرم سے جنت عطا فرمادیتے ہیں۔

ایما مسلم شھد لہ: شہادت سے مراد یہ ہے کہ میت کی نماز جنازہ پڑھیں، اس کے حق میں دعا کریں، اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی سفارش کریں، اگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے کسی شخص کے بارے میں شفاعت کرتے ہیں اور اس کا ذکر جمیل کرتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ بندہ گنہگار ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کے گمان کی لاج رکھتے ہوئے اس کے گناہوں کو معاف فرما کر اس کو جنت میں داخل کرتے ہیں، اسی لئے مقولہ ہے کہ "السنة الخلق اقلام الحق" (مرقاۃ:۲/۳۶۱)[مخلوق کی زبانیں حق تعالیٰ کے قلم ہیں۔]

لم نسالہ عن الواحد: دو پر اقتصار رکھا، اس لئے شہادت کا نصاب عام طور پر دو ہی ہوتا ہے۔(مرقاۃ:۲/۳۶۱)

میت کو برا کہنے کی ممانعت

﴿۱۵۷۵﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَإِنَّهُمْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا۔ (رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف:۱/۱۸۷، باب ماینھی من سب الاموات، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۳۹۲۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ مردوں کو برا مت کہا کرو، کیونکہ انہوں نے جو کچھ آگے بھیجا وہ اس کے بدلہ تک پہونچ گئے۔''

تشریح: اس حدیث شریف میں مردوں کی مذمت بیان کرنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو چکے ہیں، اگر وہ مجرم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف نہیں کیا ہے تو وہ اپنی سزا بھگت رہے ہیں، اور اگر معاف کردیا ہے تو رحمت خداوندی کے مستحق ہو چکے ہیں، لہٰذا دنیا والوں کا ان کی مذمت کرنا بے سود ہے۔

امام بخاریؒ نے کتاب الجنائز کا جو آخری باب تحریر کیا ہے وہ ہے: ''باب شرار الموتی'' [مردوں کی برائی کا بیان] معلوم ہوا کہ جو شریر مردے ہیں یا کفار ہیں ان کی برائی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح مجروح راویوں کا حال بیان کرنا اور محدثین نے ان پر جو طعن کیا ہے اس کو نقل کرنا درست ہے۔ وہ اس مخالفت میں داخل نہیں۔ (طیبی: ۳/۳۸۴)

شہید کی نماز جنازہ

﴿۱۵۷۶﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ مِنْ قَتْلٰی اُحُدٍ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ، ثُمَّ یَقُوْلُ اَیُّہُمْ اَکْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْآنِ فَاِذَا اُشِیْرَ لَہٗ اِلٰی اَحَدِہِمَا قَدَّمَہٗ فِی اللَّحْدِ وَقَالَ اَنَا شَہِیْدٌ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَمَرَ بِدَفْنِہِمْ بِدِمَائِہِمْ وَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْہِمْ وَلَمْ یُغَسَّلُوْا۔ (رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۹، باب من یقدم فی اللحد، کتاب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الجنائز، حدیث نمبر: ۱۳۴۷۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہدائے احد میں سے دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں جمع کرتے، پھر فرماتے ان میں سے کس کو زیادہ قرآن یاد ہے؟ جب ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو قبر میں آگے کرتے اور کہتے کہ قیامت کے دن میں ان کا گواہ ہوں گا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ان کے خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا، اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا گیا۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کپڑوں کی قلت کے پیش نظر ایک کپڑے میں دو شہیدوں کو غزوہ احد کے موقعہ پر کفن دیا، یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ آنحضرت نے جس کو زیادہ قرآن یاد تھا اس کو قبر میں پہلے اتار کر گویا اس کو امام بنایا اور اس کی تعظیم کی، شہید کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غسل دینے کا حکم نہیں دیا، اور نماز بھی نہیں پڑھی، شہید کو غسل نہ دیئے جانے پر تو اتفاق ہے، البتہ شہید کی نماز جنازہ پڑھی جائے کہ نہیں اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

شہداء کی نماز جنازہ اور اختلاف ائمہ

جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستہ میں شہید ہو جائے اس کو غسل نہیں دیا جاتا، اس پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ شہداء پر صلوۃ جنازہ پڑھنے کے بارے میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نہیں پڑھی جائے گی، نہ وجوباً اور نہ استحباباً، البتہ امام مالکؒ ذرا تفصیل کرتے ہیں کہ اگر حملہ کفار کی طرف سے ہو تو نہیں پڑھی جائے گی، اور اگر مسلمان کی طرف سے حملہ ہو تو پڑھی جائے گی۔ احناف کے نزدیک شہداء پر وجوباً نماز پڑھی جائے گی، ائمہ ثلاثہ حدیث مذکور سے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

استدلال کرتے ہیں کہ شہداء احد پر نماز نہیں پڑھی گئی، نیز قیاس پیش کرتے ہیں کہ صلوۃ جنازہ شفاعت ومغفرت کے لئے ہوتی ہے اور شہداء کو اس کی ضرورت نہیں، کیونکہ حدیث میں ہے: ''السیف محاء للخطایا'' [تلوار خطاؤں کو مٹا دینے والی ہے۔] (مشکوۃ شریف: ۲/۳۳۵، کتاب الجهاد) لہٰذا جیسا وہ غسل سے مستغنی ہیں، اسی طرح نماز سے بھی مستغنی ہیں، نیز قرآن کریم میں ان کو احیاء کہا گیا ہے، اور نماز مردوں پر ہوتی ہے، زندہ پر نہیں۔

احناف کے پاس اس سلسلہ میں تقریباً سات حدیثیں موجود ہیں، جن میں سے بعض متصل ہیں، اور بعض مرسل۔

(۱)...... عقبہ بن عامر کی حدیث ہے: ''ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم خرج یوما فصلی علی اهل احد صلوته علی المیت.'' (بخاری شریف: ۲/۵۸۵، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمین یوم احد الخ) [حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز (احد) تشریف لے گئے اور شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی۔]

(۲)...... ''عن ابن عباس قال اتی بقتلی احد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوم احد فجعل یصلی علی عشرة عشرة وحمزة کما هو.'' (ابن ماجه: ۱۰۹، باب ماجاء فی الصلوة علی الشهداء، کتاب الجنائز) [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہداء احد کے پاس تشریف لائے اور دس دس پر نماز جنازہ پڑھی، اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح رہے۔ (یعنی ان کی نماز جنازہ سب کے ساتھ ہوتی رہی)]

(۳)...... ''عن ابن عباس قال امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لحمزة فسجی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بردة ثم صلى عليه ثم اتى بالقتلىٰ فوضعوا الى حمزة فصلى عليهم وعليه معهم حتى صلى عليه ثنتين وسبعين مرة" [حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چادر اڑھادی گئی، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، پھر شہداء کو لایا گیا اور ان کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر رکھ دیا پھر ان سب پر اور ان سب کے ساتھ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز جنازہ پڑھی، حتی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی۔] (رواہ ابن ہشام فی کتابہ)

(۴)...... شداد بن الہاد کی حدیث ہے کہ ایک اعرابی آ کر مسلمان ہوا اور جہاد میں شریک ہو کر شہید ہو گیا، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ (رواہ نسائی)

(۵)...... واقدی نے فتوح شام کے بارے میں روایت کی ہے کہ اس میں ایک سوتیں مسلمان شہید ہو گئے، تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام ساتھیوں کو لے کر نماز پڑھی، اور ان کے ساتھ تقریباً نو ہزار صحابی و تابعین تھے۔

جواب: انہوں نے "لم يصلي عليهم" [ان پر نماز جنازہ نہیں پڑھی] سے جو دلیل پیش کی اس کا جواب یہ ہے کہ "لم يصلي عليهم كما صلى على حمزة" [ان پر اس طرح نماز نہیں پڑھی جس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑھی۔] اس لئے کہ ہر ایک پر ایک بار نماز پڑھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بار بار پڑھی۔

دوسرا جواب: یہ ہے کہ ہماری احادیث مثبتہ ہیں اور ان کی حدیث منفی۔ والترجیح

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

للمثبت. [اور ترجیح مثبت کو ہوتی ہے۔]

ان کے قیاس کا جواب یہ ہے کہ صلوۃ جنازہ صرف مغفرت کے لئے ہی نہیں پڑھی جاتی، بلکہ رفع درجات کے لئے بھی پڑھی جاتی ہے، اور کبھی اپنے نفع کے لئے بھی پڑھی جاتی ہے، جیسا کہ بچوں پر نماز پڑھی جاتی ہے حالانکہ ان کا کوئی گناہ نہیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نماز پڑھی گئی، حالانکہ وہاں گناہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا باقی ان کو جو احیاء کہا گیا وہ احکام اخروی کے اعتبار سے ہے جیسا کہ فرمایا گیا "احیاء عند ربھم یرزقون" [بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔] (آسان ترجمہ) لیکن احکام دنیا کے اعتبار سے وہ بھی مردے ہیں، اسی لئے تو ان کا مال میراث میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، اور ان کی بیویوں کی دوسری جگہ شادی کر دی جاتی ہے، اور صلوۃ جنازہ احکام دنیا میں سے ہے، لہٰذا ان پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (درس مشکوۃ) تفصیل ماقبل میں بھی گذر چکی ہے۔

سواری پر قبرستان سے واپس آنا

﴿۱۵۷۷﴾ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَرَسٍ مَعْرُوْرٍ فَرَكِبَهُ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ جَنَازَةِ ابْنِ الدَّحْدَاحِ وَنَحْنُ نَمْشِيْ حَوْلَهُ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۳۱۱، رکوب المصلی علی الجنازۃ اذا انصرف، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۶۵۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابن دحداح کے جنازہ سے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ کر واپس ہوئے، اس وقت ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد پیدل چل رہے تھے۔

تشریح: جنازہ کی تدفین کے بعد واپس آتے ہوئے سواری پر سوار ہو کر واپس ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ چیز بلا کراہت جائز ہے۔

ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپسی کے وقت کسی عذر کی وجہ سے گھوڑے پر سوار ہوئے ہوں، لیکن بلا عذر بھی جنازہ سے واپسی میں سوار ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ عبادت سے فراغت ہو چکی ہوتی ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۶۲)

﴿الفصل الثانی﴾

جنازہ کے ساتھ پیدل اور سوار کے چلنے کا طریقہ

﴿۱۵۷۸﴾ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّاكِبُ يَسِيْرُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ يَمْشِيْ خَلْفَهَا وَاَمَامَهَا وَعَنْ يَمِيْنِهَا وَعَنْ يَسَارِهَا قَرِيْباً مِنْهَا وَالسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَيُدْعٰى لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ۔ (رواه ابوداؤد) وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَالتِّرْمِذِيِّ وَالنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ قَالَ: الرَّاكِبُ خَلْفَ الْجَنَازَةِ وَالْمَاشِيْ حَيْثُ شَاءَ مِنْهَا وَالطِّفْلُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَفِي الْمَصَابِيْحِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ زِيَادٍ۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۳، باب المشی امام الجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۸۰۔ مسند احمد: ۴/۲۴۷، ترمذی شریف: ۱/۲۰۰، نسائی شریف: ۲۱۴، الصلوۃ علی الاطفال، ابن ماجہ شریف: ۱۰۶، باب ماجاء فی شهود الجنازۃ.

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ سوار جنازہ کے پیچھے چلے، اور پیدل اس کے پیچھے، آگے دائیں بائیں، اس سے قریب رہ کر چلے، اور ساقط ہونے والے بچے کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔ (اگر زندگی کا اثر پیدائش کے وقت موجود ہو) اور اس کے ماں باپ کے لئے دعاء مغفرت کی جائے گی۔'' (ابوداؤد) احمد ترمذی نسائی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ سوار جنازہ کے پیچھے چلے، اور پیادہ جس طرح چاہے چلے، اور بچہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ مصابیح میں یہ حدیث مغیرہ بن زیاد سے مروی ہے۔

تشریح: الراکب یسیر خلف الجنازۃ: عذر کے وقت سوار ہوکر چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن بلاعذر سوار ہوکر چلنا اگرچہ جائز ہے، لیکن مکروہ ہے، حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک جنازہ میں لوگوں کو سوار دیکھا تو ارشاد فرمایا: کہ کیا تم لوگ حیا نہیں کرتے؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے پیدل چل رہے ہیں۔ (مشکوۃ شریف: ۱۴۶) حدیث باب یا تو بیان جواز پر محمول ہے، یا پھر معذور کے حق میں ہے۔

والماشی یمشی خلفها و امامها: جنازہ کے آگے پیچھے، دائیں بائیں، ہر طرح چلنا جائز ہے، البتہ افضلیت میں اختلاف ہے، امام شافعیؒ علی الاطلاق جنازہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کے آگے چلنا افضل قرار دیتے ہیں، امام شافعیؒ اپنے موقف پر بعض دلائل کے ساتھ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ لوگ سفارش کرنے والے ہیں، اور سفارشی لوگ آگے ہوتے ہیں، اس لئے جنازہ کے آگے چلنا ہی بہتر ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مطلقاً جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے، بہت سی احادیث ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتباع جنازہ کی تاکید فرمائی ہے، امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے اپنے موقف پر دیگر دلائل کے ساتھ یہ بات بھی نقل کی جاتی ہے کہ جب جنازہ آگے ہوگا اور لوگ اس کے پیچھے ہوں گے تو اس سے عبرت حاصل کرنے کا زیادہ موقعہ ہوگا، نیز بوقت ضرورت مدد بھی سہولت سے کی جاسکتی ہے، اور امام شافعیؒ کا یہ فرمانا کہ سفارش کرنے والے آگے رہتے ہیں، یہ کوئی لازمی بات نہیں ہے اس وجہ سے کہ نماز جنازہ پڑھنے والے بھی درحقیقت میت کی سفارش کرنے والے ہوتے ہیں، لیکن وہ جنازہ کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہیں۔ (التعلیق الصبیح: ۲/۲۴۴)

و السقط یصلی علیها: ناتمام بچہ اگر وقت سے پہلے گر گیا اور اس پر چار ماہ نہیں گذرے ہیں تو بالاتفاق اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔ اور اگر چار ماہ کے بعد زائل ہوا ہے تو اس کی نماز جنازہ میں اختلاف ہے۔

ناتمام بچہ کی نماز جنازہ اور اختلاف ائمہ

امام ابوحنیفہؒ کا مذہب: امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ وغیرہ کے نزدیک اگر بچہ کی ولادت کے وقت زندگی کے آثار ہیں تو اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی، اور اگر آثار حیات نہیں ہیں تو نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

دلیل: (۱)......عن جابر مرفوعا اذا استهل الصبی صلی علیه وورث.

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

[حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ بچہ جب آواز کرے تو اس کی نماز پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی ہوگا۔](ابن ماجہ شریف:۱۰۸، باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الاطفال)

(۲)......**الطفل لا یصلی علیہ ولا یرث ولا یورث حتی یستھل.** [بچہ جب تک آواز نہ کرے نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ وہ وارث ہوگا نہ اس کی وراثت جاری ہوگی۔](مشکوۃ شریف:۱۴۸) ان دونوں حدیثوں میں استہلال، سے مراد آثارِ حیات ہیں، معلوم ہوا کہ جس بچہ میں آثار حیات نہیں ہیں اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔

امام احمدؒ کا مذھب: امام احمدؒ کے نزدیک اگر بچہ چار ماہ اور ایک روایت میں چار ماہ دس دن کے بعد پیدا ہوا تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، خواہ اس میں بوقت ولادت آثار حیات ہوں یا نہ ہوں۔

دلیل: **الطفل یصلی علیہ.** [بچہ پر نماز پڑھی جائے گی۔](ترمذی: ۱/۲۰۰، باب الصلوۃ علی الاطفال) بچہ میں چار ماہ کے بعد روح ڈالی جاتی ہے، اس لئے چار ماہ کے بعد بچہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، حدیث مذکور میں مطلق نماز پڑھنے کا تذکرہ ہے، علامت حیات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

جواب: سقط اور طفل سے مراد وہ بچہ ہے جس میں زندگی کے آثار محسوس ہوں، جیسا کہ ماقبل کی روایات میں اس کا تذکرہ بھی ہے، امام احمدؒ کی طرف سے جو حدیث پیش کی گئی ہے وہ مبہم ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اوپر جو حدیث پیش ہوئی ہے وہ مفصل ہے، اور مفصل حدیث مجمل ومبہم حدیث پر مقدم ہوتی ہے، نیز امام احمد کی دلیل مطلق کو مقید پر محمول کیا جائیگا۔(مرقاۃ:۲/۳۵۲، التعلیق:۲/۲۴۵)(درس مشکوۃ)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جنازہ کے آگے چلنا

﴿١٥٧٩﴾ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَمْشُوْنَ اَمَامَ الْجَنَازَةِ۔ (رواه احمد وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ كَاَنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ مُرْسَلًا۔

حوالہ: مسند احمد: ٨/٢، ابو داؤد شریف: ٢/٤٥٣، باب المشی امام الجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ٣١٧٩۔ ترمذی شریف: ١٩٦/١، باب ماجاء فی المشی امام الجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ١٠٠٧۔ نسائی شریف: ٢١٣/١، باب مکان الماشی من الجنازة، حدیث نمبر: ١٩٤٣۔ ابن ماجه شریف: ١٠٦، باب ماجاء فی المشی امام الجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ١٤٨٢۔

ترجمہ: حضرت زہریؒ حضرت سالمؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جنازہ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ (احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ محدثین اس حدیث کو مرسل سمجھتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث شریف سے بظاہر یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ جنازہ کے آگے چلنا بہتر ہے، کیونکہ یہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین کے عمل سے ثابت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہورہا ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک جنازہ لے جاتے وقت میت کے آگے چلنا افضل ہے، لہذا یہ حدیث امام شافعیؒ کے موقف کی تائید کرتی ہے۔

یمشون امام الجنازة: امام شافعیؒ واحمدؒ کے نزدیک جنازہ کے آگے چلنا افضل ہے، احناف کے نزدیک پیچھے چلنا افضل ہے، امام مالک کے نزدیک اگر راکب ہو تو پیچھے چلنا افضل ہے، اور اگر ماشی ہے تو آگے چلنا افضل ہے، امام شافعیؒ واحمد کی دلیل ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جنازہ کے آگے چلتے تھے۔

دوسری دلیل: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے: "**کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمشی امام الجنازة وابوبکر وعمر وعثمان**" [حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنازہ کے آگے چلتے تھے۔] (ترمذی شریف: ۱/۲۰۰)

تیسری دلیل: "**عن زیاد بن قیس قال اتیت المدینة فرأیت اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمشون امام الجنازة**" [زیاد بن قیس فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دیکھا کہ وہ جنازہ کے آگے چلتے تھے۔] (رواہ البیہقی)

چوتھی دلیل: عقلی دلیل پیش کرتے ہیں، میت کے لئے لوگ شفعاء بن کر جاتے ہیں، لہذا میت جو مجرم ہے اس کو آگے نہ رکھنا چاہئے، تا کہ حاکم اس کو دیکھ کر غضبناک نہ ہو جائے۔

امام مالکؒ کی دلیل: مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے کہ: "**الراکب یمشی امام**

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الجنازۃ والماشی حیث شاء“ [سوار جنازہ کے آگے چلے اور پیدل جہاں چاہے۔]
(ابن ماجۃ شریف: ۱۰۶، باب ماجاء فی شھود الجنازۃ، ترمذی شریف: ۱/۲۰۰، باب الصلوۃ علی الفطل)

احناف کی دلیل: صحیحین کی وہ احادیث ہیں جن میں اتباع الجنازۃ کے الفاظ آئے ہیں، یہ اس وقت ہوسکتا ہے جب کہ پیچھے چلیں، جیسے ”من اتبع جنازۃ مسلم“ [جو شخص مسلم جنازہ کے پیچھے چلے۔]”من اتبع جنازۃ.“ [جو شخص جنازہ کے پیچھے چلے۔]

دوسری دلیل: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے:”قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجنازۃ متبوعۃ لیس معھا من تقدمھا“ [حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنازہ متبوع ہوتا ہے (کہ اس کے پیچھے چلا جاتا ہے) جو شخص اس کے آگے چلے وہ اس کے ساتھ نہیں ہے۔](ترمذی شریف: ۱/۱۹۶)

نیز قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ مردہ کو بار بار دیکھ کر عبرت حاصل ہو، اور اگر کسی خدمت کی ضرورت ہو تو کر سکے، بخلاف آگے چلنے کے کہ آگے چلنے میں دونوں چیزیں حاصل نہیں ہونگیں۔

امام شافعیؒ واحمدؒ کی پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس کے مرسل و متصل ہونے میں اختلاف ہے، امام نسائی نے مرسل کو ترجیح دی اور ان حضرات کے نزدیک مرسل حجت نہیں ہے، دوسری دلیل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی نے کہا کہ ”سألت محمدا عن ھذہ الحدیث فقال خطأ“ [میں نے محمد سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا فرمایا خطا ہے۔] اگر صحیح مان لیں تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

زبان سے اس کا جواب سن لیجئے، مصنف ابن ابی شیبہ میں عبدالرحمٰن بن ابزیٰ کی روایت ہے کہ ایک جنازہ میں ہم جا رہے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے چل رہے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے، وہ حضرات آگے چل رہے ہیں، اور آپ پیچھے؟ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ وہ حضرات بھی جانتے ہیں کہ پیچھے جانا افضل ہے، لیکن لوگوں کی آسانی کے لئے آگے چل رہے ہیں، تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما افضلیت کی بناء پر آگے نہیں چلے بلکہ تیسراً للناس آگے گئے، انہوں نے عقلی دلیل جو پیش کی اس کا جواب یہ ہے کہ میت کو بطور ہدیہ دربار خداوندی میں پیش کیا جاتا ہے، لہٰذا اس کو آگے رکھنا چاہئے اور میت کو مجرم قرار دینے میں اس پر بدظنی ہے، "وھو ممنوع" [حالانکہ وہ ممنوع ہے۔] بہر حال دلائل ماسبق سے بخوبی واضح ہوگیا کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے۔ (التعلیق: ٢/٢٤٥، مرقاۃ: ٢/٣٦٣) (درس مشکوۃ)

جنازہ کے پیچھے چلنا

﴿١٥٨٠﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَازَةُ مَتْبُوْعَةٌ وَلَا تَتْبَعُ لَيْسَ مِنْهَا مَنْ تَقَدَّمَهَا۔ (رواه الترمذی وابوداؤد وابن ماجة) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْمَاجِدِ الرَّاوِيُّ رَجُلٌ مَجْهُوْلٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ١/١٩٦، باب ماجاء فی المشی خلف الجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ١٠١١۔ ابوداؤد شریف: ٢/٤٥٣، باب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الاسراع بالجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۱۸۴۔ابن ماجہ شریف: ۱۰٦، باب ماجاء فی المشی امام الجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۴۸۴۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جنازہ متبوع ہے، یعنی اس کے پیچھے چلنا چاہئے، جنازہ تابع نہیں ہے، اور وہ شخص جنازہ کے ساتھ نہیں ہے جو اس سے آگے ہوگیا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ترمذی نے نقل کیا ہے کہ ابو ماجد راوی مجہول شخص ہے۔

تشریح: الجنازة متبوعة: اس حدیث شریف سے خوب اچھی طرح واضح ہوگیا کہ جنازہ کو آگے رکھا جائے۔

ابو ماجد: امام ترمذی نے ابو ماجد راوی کو مجہول کہا ہے، لیکن اس کی جہالت سے امام صاحب کے موقف کی تائید میں کوئی کمزوری نہیں آتی ہے، کیونکہ یہ راوی امام اعظم کے زمانہ کے بعد کا ہے، جس وقت امام صاحب نے اس حدیث سے استدلال کیا تھا اس وقت وہ موجود نہیں تھا۔ (مرقاۃ: ۲/۳٦۴)

جنازہ کو کاندھا دینے کی فضیلت

﴿۱۵۸۱﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَةً وَحَمَلَهَا ثَلٰثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰی مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا۔ (رواه الترمذی) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَقَدْ رُوِیَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمَلَ جَنَازَةَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بَيْنَ الْعَمُوْدَيْنِ۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حوالہ: ترمذی شریف: ۱/۲۰۱، باب آخر کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۰۸۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جو شخص جنازہ کے پیچھے چلا اور اس نے تین بار جنازہ کو اٹھایا تو اس نے وہ حق ادا کردیا جو اس کے اوپر میت کا تھا، (ترمذی) ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اور شرح السنہ میں یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ دو لکڑیوں کے درمیان اٹھایا۔

تشریح: من تبع جنازة وحملها ثلاث مرار: جس نے جنازہ کو کاندھا دیا، اس نے جنازہ کا حق ادا کردیا، حدیث شریف میں جنازہ کو کاندھا دینے کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں ہے، مؤطا امام محمد میں لکھا ہے کہ دائیں طرف کے اگلے پایہ کو پکڑ کر دس قدم چلے پھر پچھلے پایہ کو پکڑ کر دس قدم چلے، پھر بائیں طرف کے اگلے پایہ کو پھر پچھلے پایہ کو پکڑ کر دس قدم چلے۔ یہ طریقہ لوگوں کی سہولت کے لئے تجویز کیا گیا ہے، حدیث میں نہ پایوں کی تعیین ہے، نہ قدموں کی، حسب سہولت جس طرح موقعہ ہو کاندھا دے سکتا ہے۔ (تحفۃ الالمعی)

جنازہ کو اٹھانے کا طریقہ

حمل جنازة سعد بن معاذ بين العمودين: جنازہ کیسے اٹھایا جائے؟ امام شافعیؒ کے نزدیک اس کا طریقہ یہ ہے کہ میت جس چارپائی پر ہے اس کے اگلے دونوں پایوں کے درمیان کی لکڑی کا بیچ والا حصہ پشت کی طرف سے ایک شخص کاندھوں پر رکھے اس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

عنہ کے جنازہ کو اٹھایا، جس کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ دولکڑیوں کے درمیان اٹھایا، اور دو آدمی چارپائی کے پائنتی کی طرف دونوں پٹیوں کو اپنے اپنے کاندھوں پر رکھیں گے، اسی طرح تین لوگ شروع میں جنازہ اٹھائیں گے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تربیع افضل ہے، یعنی چار آدمی جنازہ کو چاروں پایوں کی طرف سے اٹھا کر اپنے اپنے کاندھوں پر رکھ لیں، یہی طریقہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، اور جہاں تک اس طریقہ کا ذکر ہے، جس کو امام شافعیؒ نے پسند کیا ہے، اور جس کا حدیث باب میں ذکر ہے، اس کا تعلق مخصوص واقعہ سے ہے، ممکن ہے کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ جس جگہ اٹھایا گیا ہو، وہاں تین آدمی سے زیادہ کی گنجائش نہ ہو، یا عین جنازہ اٹھاتے وقت صرف تین آدمی ہی موجود رہے ہوں۔ (التعلیق الصبیح: ۲/۲۴۶، مرقاۃ: ۲/۳۶۴)

جنازہ کے ساتھ سواری پر چلنے کی ممانعت

﴿۱۵۸۲﴾ وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَةٍ فَرَاٰی نَاساً رُکْبَاناً فَقَالَ اَلَا تَسْتَحْیُوْنَ اِنَّ مَلٰئِکَةَ اللّٰهِ عَلٰی اَقْدَامِهِمْ وَاَنْتُمْ عَلٰی ظُهُوْرِ الدَّوَابِّ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة) وروی ابو دؤد نحوه قال الترمذی وَقَدْ رُوِیَ عَنْ ثَوْبَانَ مَوْقُوْفاً۔

حواله: ترمذی: ۱/۱۹۶، باب ماجاء فی کراهیة الرکوب خلف الجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۱۲۔ ابن ماجه شریف: ۱۰۶، باب ماجاء

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

فی شھود الجنائز، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۴۸۰۔ابو داؤد شریف: ۲/۴۹۲،
باب الرکوب فی الجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۱۷۷۔

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک جنازہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو سوار دیکھا، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کیا تم لوگوں کو شرم نہیں آتی، بیشک اللہ تعالیٰ کے فرشتے اپنے پیروں پر ہیں، اور تم لوگ جانوروں کی پیٹھوں پر ہو۔ (ترمذی ابن ماجہ) ابو داؤد نے بھی اسی طرح روایت نقل کی ہے، ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے پیچھے سوار ہوکر چلنا مناسب نہیں، لیکن عذر کے وقت سوار ہوکر جنازہ کے ساتھ جانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ ماقبل میں روایت گذر چکی ہے کہ "الراکب خلف الجنازۃ" سوار جنازہ کے پیچھے چلے، یہ عذر کی حالت پر محمول ہے، یہ حدیث اگرچہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہے، لیکن حکم میں حدیث مرفوع کے ہے، کیونکہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح کی بات اپنی طرف سے نہیں کہیں گے، بلکہ انہوں نے ضرور حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔ (مرقاۃ ۲/۳۶۴)

نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ

﴿۱۵۸۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ عَلَی الْجَنَازَةِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔ (رواہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الترمذی وابوداؤد وابن ماجة)

حواله: ابن ماجه شریف: ۱۰۷، باب ماجاء في القراءة على الجنازة، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۹۵۔ ترمذی شریف: ۱/۱۹۸، باب ماجاء في القراءة على الجنازة بفاتحة الكتاب، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۲۶۔ ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۶، باب مايقرأ على الجنازة، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۹۸۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی۔

تشریح: اس حدیث شریف سے بظاہر یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ آپ نے نماز جنازہ میں قراءت فرمائی ہے، نماز جنازہ میں بطور تلاوت کے سورۂ فاتحہ پڑھنا ثابت نہیں ہے، البتہ بطور دعا کے پڑھنا درست ہے، حدیث باب قابل اعتبار نہیں ہے، خود امام ترمذی نے فرمایا ہے: ''حديث ابن عباس حديث ليس استناده بذلک القوی'' [حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث قوی نہیں ہے۔]

میت کے لئے خلوص دل سے دعا

﴿۱۵۸۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ۔ (رواه ابوداؤد وابن ماجة)

حواله: ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۶، باب الدعاء للميت، كتاب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الجنائز، حدیث نمبر:۳۱۹۹۔ابن ماجه شریف:۱۰۷، باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوة علی الجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۴۹۷۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو اس کے لئے خلوص سے دعا کرو۔''

تشریح: اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی میت کی نماز جنازہ پڑھنے لگو تو خلوص اور دل سوزی کے ساتھ دعا کرو، کیونکہ نماز جنازہ کا اصلی مقصد ہی دعا ہے۔

بعض اوقات اس حدیث شریف سے نماز جنازہ کے بعد کی اجتماعی دعاء ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور حدیث کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب تم نماز جنازہ پڑھ چکو تو بعد میں میت کے لئے خلوص کے ساتھ دعاء کیا کرو، حدیث کا یہ مطلب صحیح نہیں اس لئے کہ حدیث کا اگر یہ مطلب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعینؒ میں نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کا رواج ہوتا، حالانکہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا نہ احادیث شریفہ سے ثابت ہے، اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین رحمہم اللہ میں اس کا معمول تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز جنازہ کا طریقہ نقل کیا ہے، لیکن معروف اور صحیح روایات میں سلام کے بعد دعاء کا کہیں تذکرہ نہیں ہے، اسی طرح ائمہ اربعہ میں سے بھی کوئی اس کا قائل نہیں ہے، حدیث کا یہ مطلب احادیث، تعامل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وتابعین اور ائمہ اربعہ وجمہور فقہاء رحمہم اللہ کے فہم دین کے خلاف ہے، اس لئے یہ مطلب قابل قبول نہیں ہوسکتا، خاص طور پر فقہ حنفی کے ماننے کا دعویٰ کرنے والوں کو ایسا مطلب بیان نہیں کرنا چاہئے۔

صحیح مطلب وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کردیا کہ یہاں دعاء سے نماز جنازہ کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اندرونی دعاء مراد ہے، اور ”اذا صلیتم“ کا مطلب ہے ”اذا اردتم الصلوۃ علی المیت“ جیسے ”اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا الخ“ اور اسی طرح اگلی حدیث میں ہے ”کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی علی الجنازۃ قال اللھم اغفر لحینا ومیتنا الخ“ ظاہر ہے یہ دعاء نماز جنازہ کے اندر ہی پڑھی جاتی ہے۔ (مرقاۃ: ۴/۵۹)

نماز جنازہ کی دعا

﴿۱۵۸۵﴾ وَعَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ: ”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔“ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ) وَرَوَاهُ النَّسَائِيُّ عَنْ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ الْاَشْهَلِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَانْتَهَتْ رِوَايَتُهٗ عِنْدَهٗ وَاُنْثَانَا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاؤُدَ فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِيْمَانِ وَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِسْلَامِ وَفِيْ اٰخِرِهٖ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ۔

حوالہ: مسند احمد: ۲/۳۶۸، ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۶، باب الدعاء للمیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۲۰۱۔ ترمذی شریف: ۱/۱۹۸، باب مایقول فی الصلوۃ علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۲۴۔ ابن ماجہ شریف: ۱۰۷، باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوۃ الخ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۹۸۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازہ کی نماز پڑھتے تھے تو یہ دعاء پڑھتے تھے: "**اللهم اغفر لحينا الخ**" [اے اللہ! ہمارے زندوں کی اور مردوں کی، موجودین کی اور غائبین کی، چھوٹوں کی اور بڑوں کی، مردوں کی اور عورتوں کی مغفرت فرمادیجئے، اے اللہ! آپ ہم میں سے جس کو زندہ رکھیں تو اس کو اسلام پر زندہ رکھیں اور آپ! ہم میں سے جس کو وفات دیں تو اس کو ایمان پر وفات دیں، اے اللہ ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ فرمائیے، اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈالئے۔] (ترمذی، احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ) اور نسائی نے اس روایت کو **ابراهم اشهلی عن ابيه** کی سند سے نقل کیا ہے، اور نسائی کی وہ روایت لفظ "**وانثانا**" پر منتہی ہوتی ہے، اور ابوداؤد کی ایک روایت میں **فاحيه على الايمان وتوفه على الاسلام** کے الفاظ ہیں، اور اس کے اخیر میں کلمات ہیں: "**ولا تضلنا بعده**"

تشریح: جنازہ کی نماز میں سب سے پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھنا چاہئے، دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھنا چاہئے، اور تیسری تکبیر کے بعد مذکورہ دعا پڑھنا چاہئے، نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے، لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے کہ میت کے حق میں خصوصی طور پر دعاء مغفرت ہو جائے، حدیث باب میں جو دعا مذکور ہے بہت ہی جامع دعا ہے، لہٰذا اس کو پڑھنا زیادہ بہتر ہے، چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرنا ہے، اور چونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے، لہٰذا سلام کے بعد کوئی دعا نہیں ہے۔

وصغيرنا وكبيرنا: یہ دعاء خصوصی طور پر میت کے لئے ہے، اور عمومی طور پر تمام مسلمانوں کے لئے ہے، اس کی توجیہ یہ نقل کی ہے کہ صغیر تو بے گناہ ہوتا ہے، اس کے حق میں مغفرت طلب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بلوغ کے بعد جو گناہ کریگا وہ لوح محفوظ میں لکھیں ہیں، اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ گناہ کرے تو ان کو معاف

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کردیا جائے۔

فاحییه علی الاسلام: یعنی مطیع وفرمانبردار اور اسلام کے مطابق زندگی گذارنے والا بنا کر زندہ رکھ۔

فتوفه علی الایمان: یعنی ایمان کامل پر وفات عطا فرما۔

اللھم لاتحرمنا: ایمان کے اجر اور وفات پر غم نیز صبر کرنے کے ثواب سے محروم نہ کریئے۔

ولا تفتنا بعده: میت کی وفات کے بعد ہمیں کسی آزمائش میں نہ ڈالئے، یعنی کسی ایسی چیز میں مبتلا نہ کریئے، جو مقتضیٰ ایمان کے خلاف ہو۔ (مرقاۃ:۲/۳۶۵)

ایضاً

﴿۱۵۸۶﴾ وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ. (رواه ابوداؤد وابن ماجة)

حواله: ابوداؤد شریف:۲/۴۵۷، باب الدعاء للمیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۲۰۲۔ ابن ماجه شریف:۱۰۸، باب ماجاء فی الدعاء فی الصلوۃ علی الجنائز، حدیث نمبر:۱۴۹۹۔

ترجمه: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان شخص کی نماز جنازہ ہمارے ساتھ پڑھی تو میں نے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا پڑھ رہے تھے: ''اللھم ان فلان بن فلان الخ'' [اے اللہ تیرا فلاں بندہ تیری امان اور تیری پناہ میں ہے، اس کو قبر کے فتنہ سے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمادیجئے، آپ وعدہ کو پورا کرنے والے، اور سچے کرنے والے ہیں، اے اللہ اس بندہ کی مغفرت فرمایئے، اور اس پر رحم فرمایئے، بے شک آپ قوی مغفرت کرنے والے بہت رحم کرنے والے ہیں۔]

تشریح: اس حدیث شریف میں بھی نماز جنازہ میں پڑھی جانے والی ایک دعا کا ذکر ہے، کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازہ کی نماز میں یہ دعا بھی پڑھتے تھے، اس میں صرف، میت کے حق میں ہی دعا ہے، اور نماز جنازہ میں اصلاً تو میت ہی کے حق میں دعا ہوتی ہے۔ گذشتہ حدیث میں جو دعا ہے وہ زیادہ جامع ہے۔

مردوں کے محاسن کا ذکر کرنا

﴿۱۵۸۷﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ وَکُفُّوْا عَنْ مَسَاوِیْھِمْ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۶۷۱، باب فی النھی عن سب الموتٰی، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۴۹۰۰۔ ترمذی شریف: ۱/۱۹۸، باب آخر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۱۹۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو، اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے زبان کو روکے رہو۔''

تشریح: اذکروا محاسن موتاکم: اپنے مردوں کی صرف خوبیاں بیان کرو، ان کے عیبوں کو مت چھیڑو، حضرت گنگوہیؒ کی تقریر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلق ''موتی'' نہیں فرمایا ہے، بلکہ ''موتاکم'' فرمایا ہے، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نہی کا تعلق ان اموات سے ہے جن کی موت مسلمانوں کے طریقہ پر گامزن رہتے ہوئے ہوئی ہو، اور جس کا طریقہ مسلمانوں کے خلاف ہو، مثلاً بدعت تو اس میں اس سے عیبوں سے سکوت جائز نہیں ہے، تاکہ لوگ اس کے طریقہ کو اختیار نہ کریں، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس کے عیبوں کا ذکر رضائے الٰہی کی خاطر ہو، اپنے نفس کی تشفی کے لئے نہ ہو۔ (الدر المنضود)

خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کی ان کے مرنے کے بعد مذمت کی ہے، مثلاً جس شخص نے عربوں میں بت پرستی رائج کی تھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا: کہ میں نے اس کو جہنم میں دیکھا ہے۔ (مرقاۃ:۲/۳۶۶)

نماز جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہو

﴿۱۵۸۸﴾ وَعَنْ نَافِعٍ اَبِیْ غَالِبٍ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَلٰی جَنَازَةِ رَجُلٍ فَقَامَ حِیَالَ رَأْسِهٖ ثُمَّ جَاؤُا بِجَنَازَةِ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَیْشٍ فَقَالُوْا یَا اَبَا حَمْزَةَ صَلِّ عَلَیْهَا فَقَامَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جِيَالَ وَسْطِ السَّرِيْرِ فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ بْنُ زِيَادٍ هٰكَذَا رَأَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْجَنَازَةِ مَقَامَكَ مِنْهَا وَمِنَ الرَّجُلِ مَقَامَكَ مِنْهُ قَالَ نَعَمْ۔ (رواه الترمذی وابن ماجة) وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ دَاؤُدَ نَحْوَهُ مَعَ زِيَادَةٍ وَفِيْهِ فَقَامَ عِنْدَ عَجِيْزِ الْمَرْأَةِ۔

حواله: ترمذی شریف: ۲۰۰/ ۱، باب ماجاء این یقوم الامام من الرجل والمرأة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۰۳۴۔ابن ماجه شریف: ۱۰۷، باب ماجاء فی این یقوم اذا صلی علی الجنازة، حدیث نمبر:۱۴۹۴۔ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۵، باب این یقوم الامام من المیت الخ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۱۹۴۔

ترجمه: حضرت نافع!ابوغالبؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک آدمی کی جنازہ کی نماز پڑھی تو وہ میت کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے، پھر لوگ قریش خاتون کا جنازہ لے کر آئے تو لوگوں نے کہا کہ اے ابوحمزہ! اس خاتون کی بھی نماز جنازہ پڑھادیں تو حضرت چارپائی کے بیچ حصہ کے مقابل میں کھڑے ہوئے، حضرت عبداللہ بن زیاد نے ان سے پوچھا کیا آپ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورت کے جنازہ پر جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے وہاں اورمرد کے جنازہ پر جہاں آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے وہاں کھڑے ہوکر نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں۔(ترمذی، ابن ماجہ) ابوداؤد نے بھی اس کے مانند روایت نقل کی ہے، لیکن اس میں یہ الفاظ مزید ہیں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاتون کے کولہے کے مقابل میں کھڑے ہوئے۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مردوعورت کے جنازہ پڑھانے میں

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کھڑے ہونے کی جگہ میں فرق کیا، عورت کا جنازہ پڑھاتے وقت اس کے نصف بدن کے مقابل کھڑے ہوئے، اور مرد کا جنازہ پڑھاتے وقت سینہ کے مقابل کھڑے ہوئے، اور پوچھنے پر یہ بتایا کہ اسی طرح میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے دیکھا ہے، یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اگر اس طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھڑا ہونا عام معمول تھا تو سوال کرنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ نیا کیوں معلوم ہوا؟ اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمومی معمول مرد وعورت دونوں میں سینہ کے مقابل کھڑے ہونے کا تھا، لیکن اگر عورت کے جنازہ کے اوپر چادر نہ ہوتی، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پردہ کی غرض سے عورت کے نصف بدن کے مقابل کھڑے ہو جاتے تھے۔ جیسا کہ تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ عورت کی میت کو کفن پہنانے کے بعد بھی پردہ کی ضرورت ہے تا کہ اس کے بدن کا حجم بھی نظر نہ آئے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل کو دیکھ کر اس پر عمل کیا، لیکن یہ معاملہ خصوصی حالت کا ہے، عام حالات میں دونوں میں خواہ مرد ہو یا عورت امام کو جنازہ پڑھاتے وقت سینہ کے ہی مقابل کھڑا ہونا چاہئے، کیونکہ دل محل ایمان ہے، اور نماز جنازہ ایمان کے ساتھ ہی باعث شفاعت ہے۔

ثم جاؤا بجنازۃ: اگر متعدد جنازے ہوں تو افضل یہی ہے کہ علاحدہ علاحدہ جنازہ کی نماز پڑھی جائے، اگر چہ ایک ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے، بعض لوگ غلط فہمی کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ ایک ساتھ جنازہ پڑھنا بہتر ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

﴿الفصل الثالث﴾

جنازہ کے لئے کھڑا ہونا

﴿۱۵۸۹﴾ وَعَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ لَیْلٰی کَانَ سَهْلُ بْنُ حُنَیْفٍ وَقَیْسُ بْنُ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَاعِدَیْنِ بِالْقَادِسِیَّةِ فَمُرَّ عَلَیْهِمَا بِجَنَازَةٍ فَقَامَا فَقِیْلَ لَهُمَا اَنَّهَا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَیْ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ فَقَالَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتْ بِهٖ جَنَازَةٌ فَقَامَ فَقِیْلَ لَهٗ اِنَّهَا جَنَازَةُ یَهُوْدِیٍّ فَقَالَ اَلَیْسَتْ نَفْساً۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۱۷۵/ ۱، باب من قام لجنازة یهودی، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۳۱۲۔مسلم شریف: ۳۱۰/ ۱، باب القیام للجنازة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۶۱۔

ترجمه: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی سے روایت ہے کہ حضرت سہیل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما مقام قادسیہ میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا تو یہ دونوں کھڑے ہو گئے، جب ان سے پوچھا گیا کہ یہ جنازہ یہاں کے ایک مقامی ذمی شخص کا تھا، تو دونوں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے تھے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ یہ جنازہ تو یہودی کا تھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ کیا یہ انسان نہیں تھا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تشریح: فقاما فقیل لهما انها من اهل الارض: یعنی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوگئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو اہل ذمہ میں سے ہے، اس کو دیکھ کر کھڑے ہونے کیا ضرورت ہے؟ پھر ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے تھے، حالانکہ وہ یہودی کا جنازہ تھا، اسی وجہ سے بعض علماء نے کہا ہے کہ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہونا مستحب ہے، لیکن جمہور علماء کے نزدیک جنازہ کے لئے کھڑے ہونے کی احادیث منسوخ ہیں، اور ناسخ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے "کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرنا بالقیام فی الجنازۃ ثم جلس بعد ذٰلک فامرنا بالجلوس" [حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ کے لئے ہم کو قیام کا حکم فرمایا تھا، پھر اس کے بعد خود بھی بیٹھے رہتے اور ہم کو بھی بیٹھنے کا حکم فرمایا۔] (احمد ۸۲/۲، مشکوٰۃ: ۱۴۷) اور حضرت سہل بن حنیف اور قیس بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قیام کرنا جنازہ کو دیکھ کر اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے استدلال کرنا تو ہوسکتا ہے کہ ان دونوں صحابہ کو منسوخ ہونے کا علم نہ ہو، یا علم تو ہو لیکن جواز پر عمل کرتے ہوئے کھڑے ہوئے ہوں۔ (مرقاۃ: ۳۹۷/۲)

جنازہ قبر میں رکھنے سے پہلے بیٹھنے کا حکم

﴿۱۵۹۰﴾ وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَبِعَ جَنَازَةً لَمْ يَقْعُدْ حَتّٰى تُوْضَعَ فِي اللَّحْدِ فَعَرَضَ لَهُ حِبْرٌ مِنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ لَهُ إِنَّا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

هٰكَذَا نَصْنَعُ يَا مُحَمَّدُ قَالَ فَجَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ خَالِفُوْهُمْ۔ (رواہ الترمذی وابو داؤد وابن ماجۃ) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ وَبِشْرُ ابْنُ رَافِعٍ الرَّاوِيُّ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۹۸/ ۱، باب ماجاء فی الجلوس قبل ان توضع، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۲۰۔ ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۲، باب القیام للجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۷۶۔ ابن ماجہ شریف: ۱۱۱، باب ماجاء فی القیام للجنائز، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۴۰۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب جنازہ کے ساتھ جاتے تو اس وقت تک نہ بیٹھتے جب تک کہ جنازہ کو قبر میں نہ رکھ دیا جاتا ایک موقعہ پر ایک یہودی عالم کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ اے محمد ہم لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت بیٹھ گئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ یہود کی مخالفت کرو۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے، کیونکہ اس کا راوی بشر بن رافع قوی نہیں ہے۔

تشریح: پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب تک جنازہ قبر میں اتار نہیں دیا جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھتے نہیں تھے، لیکن جب ایک یہودی عالم نے آنحضرت سے آکر عرض کیا کہ ہمارا بھی یہی طریقہ ہے، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مخالفت یہود کی غرض سے اس عمل سے اجتناب کیا، یہ حدیث ضعیف ہے، اس میں مسلسل تین راوی ضعیف ہیں، جن میں سے ایک کا امام ترمذی نے ذکر کیا ہے۔

لم يقعد حتى توضع في اللحد: جب جنازہ کاندھوں سے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اتار دیا جائے، اور زمین پر رکھ دیا جائے تو اب قبر میں اتارے جانے سے پہلے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں بیٹھتے تھے، لیکن بعد میں بیٹھنے لگے البتہ جب تک جنازہ کاندھوں پر ہے، اس وقت تک بیٹھنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر لوگ تھوڑے ہیں تو جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھ دیا جائے کوئی نہ بیٹھے، اس وجہ سے کہ اگر لوگ بیٹھ جائیں گے تو جنازہ زمین پر اتارتے وقت گرنے کا امکان ہوتا ہے، اس لئے زمین پر رکھتے وقت بسا اوقات جنازہ اٹھانے والوں کے علاوہ دیگر افراد کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

اور اگر جنازہ کے ساتھ زیادہ لوگ ہیں تو جو لوگ جنازہ کے ارد گرد ہیں وہ جنازہ میں زمین پر رکھنے سے پہلے نہ بیٹھیں، دور کے لوگ بیٹھ سکتے ہیں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۶۷)

ایضاً

﴿۱۵۹۱﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ۔ (رواه احمد)

حواله: مسند احمد: ۱/۸۲.

ترجمه: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہمیں جنازہ کے ساتھ قبرستان میں کھڑے رہنے کا حکم دیا، لیکن بعد میں خود بھی بیٹھے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔

تشریح: تفصیل اوپر والی حدیث کے ذیل میں گذر چکی۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا

﴿۱۵۹۲﴾ وَعَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ سِيْرِيْنَؒ قَالَ اِنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَقَامَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَلَمْ يَقُمْ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَقَالَ الْحَسَنُ اَلَيْسَ قَدْ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ جَلَسَ۔ (رواه النسائی)

حواله: نسائی شریف: ۱/۲۱۱، باب الرخصة فی ترک القیام، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۹۲۳۔

ترجمه: حضرت محمد بن سیرینؒ سے روایت ہے کہ ایک جنازہ حضرت حسن بن علی اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے سے گذرا تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کھڑے نہیں ہوئے، اس موقعہ پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی کے جنازہ کے لئے کھڑے نہیں ہوئے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا کہ ہاں کھڑے ہوئے تھے، لیکن بعد میں بیٹھ گئے تھے۔

تشریح: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوئے، یا تو ان کو نسخ کا علم نہیں تھا، یا پھر انہوں نے یہ سمجھا کہ نسخ کا تعلق وجوب سے نہیں ہے، یعنی جنازہ دیکھ کر کھڑا ہونا واجب نہیں ہے، البتہ کھڑا ہونا مباح ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نسخ پر عمل کیا، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کو تعجب ہوا، اور انہوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہودی کے جنازہ کے لئے کھڑے ہوئے، اور آپ مسلمان کے جنازہ کے لئے بھی کھڑے نہیں ہوئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جواب دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے کھڑے ہوئے تھے، پھر کھڑے ہونے سے رک گئے تھے۔ یعنی جنازہ کے لئے کھڑا ہونا منسوخ ہے۔

یہودی کے جنازہ کے لئے کھڑا ہونا

﴿۱۵۹۳﴾ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا كَانَ جَالِساً فَمُرَّ عَلَيْهِ بِجَنَازَةٍ فَقَامَ النَّاسُ حَتّٰى جَاوَزَتِ الْجَنَازَةُ فَقَالَ الْحَسَنُ اِنَّمَا مُرَّ بِجَنَازَةِ يَهُوْدِيٍّ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى طَرِيْقِهَا جَالِساً وَكَرِهَ اَنْ تَعْلُوَ رَأْسَهٗ جَنَازَةُ يَهُوْدِيٍّ فَقَامَ۔ (رواه النسائی)

حوالہ: نسائی شریف: ۲۱۲/ ۱، باب الرخصة فی ترک القیام، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۹۲۶۔

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمدؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس سے ایک جنازہ گذرا تو سب لوگ کھڑے ہو گئے، جب جنازہ آگے بڑھ گیا تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک یہودی کا جنازہ گذرا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند کیا کہ ایک یہودی کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے بلند ہو، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تشــریح: پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنازہ دیکھ کر کھڑے ہوتے تھے، پھر کھڑا ہونا بند کر دیا تھا، جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کی بہت سی علتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً موت سے عبرت حاصل کرنا، ملائکہ کا احترام کرنا، ایک علت حدیث باب میں بھی مذکور ہے کہ یہودی کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بلند نہ ہو، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔

جنازہ کے لئے کھڑے ہونے کی تاکید

﴿۱۵۹۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَّتْ بِکَ جَنَازَۃُ یَھُوْدِیٍّ اَوْ نَصْرَانِیٍّ اَوْ مُسْلِمٍ فَقُوْمُوْا لَھَا فَلَسْتُمْ لَھَا تَقُوْمُوْنَ اِنَّمَا تَقُوْمُوْنَ لِمَنْ مَعَھَا مِنَ الْمَلَائِکَۃِ۔ (رواہ احمد)

حوالہ: مسند احمد: ۴/۳۹۱.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تمہارے سامنے سے جنازہ گذرے خواہ یہودی کا ہو یا نصرانی کا ہو، یا مسلمان کا ہو تو تم اس کیلئے کھڑے ہو جاؤ بات یہ ہے کہ تم جنازہ کے لئے نہیں کھڑے ہوتے ہو، تم تو ان فرشتوں کیلئے کھڑے ہوتے ہو جو جنازے کے ساتھ ہیں۔

تشــریح: جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کی شروع میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرما رکھی تھی، بعد میں اس کی ممانعت ہوگئی، جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کی مختلف حکمتیں تھیں، یہاں اس کی حکمت تعظیم ملائکہ مذکور ہے، یعنی جنازہ کے ساتھ جو فرشتے ہیں ان

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کی تعظیم کی غرض سے کھڑے ہوا کرو۔

فقوموا لها: جنازہ دیکھ کر کھڑے ہونے کا حکم پہلے تھا، پھر منسوخ ہو گیا، اور مختلف وجوہات کی بنا پر تھا، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک امر کی مختلف علتیں ہوں، چنانچہ احادیث میں مختلف علتیں بیان ہوئی ہیں۔

ایضاً

﴿۱۵۹۵﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ جَنَازَةً مَرَّتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ فَقِیْلَ اِنَّهَا جَنَازَةُ یَهُوْدِیٍّ فَقَالَ اِنَّمَا قُمْتُ لِلْمَلٰئِكَةِ۔ (رواه النسائی)

حواله: نسائی شریف: ۲۱۲/ ۱، باب الرخصة فی ترک القیام، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۹۳۱.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گذرا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ میں تو فرشتوں کی وجہ سے کھڑا ہوا ہوں۔

تشریح: انما قمت للملائکۃ: معلوم ہوا کہ میت کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں، مؤمن کے جنازہ کے ساتھ رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں، جب کہ کافر و فاجر کے جنازہ کے ساتھ عذاب کے فرشتے ہوتے ہیں، اور دونوں کے دونوں قابل احترام ہیں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۶۸)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نماز جنازہ میں کتنی صفیں ہوں؟

﴿۱۵۹۶﴾ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ صُفُوْفٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا اَوْجَبَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّاَهُمْ ثَلٰثَةَ صُفُوْفٍ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ۔ (رواه ابوداؤد) وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ هُبَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّاَهُمْ ثَلٰثَةَ اَجْزَاءٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ صُفُوْفٍ اَوْجَبَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ۔

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۱، باب فی الصف علی الجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۶۶، ترمذی شریف: ۱/۱۹۹، باب کیف الصلوۃ علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۲۸۔ ابن ماجہ شریف: ۱۰۷۔ باب ماجاء فیمن صلی علیہ جماعۃ من المسلمین، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۹۰۔

ترجمہ: حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو مسلمان بھی مرتا ہے اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو واجب کر دیتے ہیں، حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آدمیوں کی تعداد کم دیکھتے تو اس حدیث کی وجہ سے ان

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کو تین صفوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ (ابو داؤد)

اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ راوی نے کہا کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی جنازہ کی نماز پڑھاتے تھے اور جنازہ میں شامل لوگوں کی تعداد کم محسوس کرتے تو ان کو تین حصوں میں تقسیم کردیتے، پھر کہتے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ جس میت پر تین صفوں کے ساتھ نماز پڑھی گئی اس کے لئے جنت واجب ہوگئی، اس طرح کی روایت ابن ماجہ نے نقل کی ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ میں تین صفوں کا بنانا افضل ہے، اور مغفرت کا باعث ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث پاک میں جو "اوجب" کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جنازہ پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھ لیں، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو واجب کردیتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۶۸)

نماز جنازہ کی دعا

﴿۱۵۹۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الصَّلٰوةِ عَلَی الْجَنَازَةِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَیْتَهَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِیَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْلَهٗ۔ (رواہ ابو داؤد)

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۲/۴۵۶، باب الدعاء للمیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۲۰۰۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز میں یہ دعا پڑھی:
"اللهم انت ربها الخ" [اے اللہ آپ ہی میت کے پروردگار ہیں، آپ ہی نے اس کو پیدا کیا ہے، آپ ہی نے اس کو اسلام کی طرف ہدایت عطا کی ہے، آپ ہی نے اس کی روح قبض کی ہے، اور آپ ہی اس کے ظاہر وباطن سے خوب واقف ہیں، ہم اس کے سفارشی بن کر حاضر ہوئے ہیں، اے اللہ! اس کو معاف فرمادیجئے۔]

تشریح: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز میں میت کے لئے مختلف مواقع پر مختلف دعائیں کی ہیں، کبھی میت کے حق میں دعا کرنے کے ساتھ عام لوگوں کے لئے بھی دعا کی ہے، اور کبھی صرف میت ہی کے حق میں دعا کی ہے، حدیث باب میں جو دعا ہے اس میں صرف میت کے لئے دعا ہے، نماز جنازہ کی جامع دعا اوپر گذر چکی، اس کا پڑھنا افضل ہے۔

بچہ کی نماز جنازہ کی دعا

﴿۱۵۹۸﴾ وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى صَبِيٍّ لَمْ يَعْمَلْ خَطِيْئَةً قَطُّ فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔ (رواه مالك)

حواله: مؤطا امام مالک: ۷۹، باب مایقول المصلی علی الجنازة، کتاب الجنائز.

ترجمه: حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے ایک ایسے بچہ کی نماز جنازہ پڑھی جس نے کبھی گناہ کیا ہی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نہیں تھا، میں نے اس موقعہ پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: "اللھم اعذہ الخ" [اے اللہ! اس کو عذاب قبر سے محفوظ رکھئے۔]

تشریح: اللھم اعذہ من عذاب القبر: بچہ سے جب گناہ کا تصور نہیں تو پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بچہ کے لئے عذاب قبر سے محفوظ رکھنے کی دعا کیوں کی، اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ احتمال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ دعا سنی ہو، تو اس پر اعتقاد کرلیا، کہ عذاب قبر عام ہے، جو ہر چھوٹے اور بڑے کو ہوگا، اس وجہ سے یہ دعا کی یا کہ یہاں عذاب قبر سے مراد سزا اور بدلہ نہیں ہے، اور نہ ہی سوال ہے، بلکہ محض رنج والم مراد ہے، جو غم وحسرت ووحشت اور ضغطہ کی وجہ سے ہوگا، اور غم وحسرت کا قبر میں ہونا ہر ایک کو ہوگا، جس میں چھوٹے اور بڑے ہر ایک داخل ہیں، اور بچہ سے سوال اس لئے نہیں ہوگا کہ وہ دنیا میں بالغ نہ ہونے کی وجہ سے احکام شرع کا مکلف نہیں بنا۔ (مرقاۃ:۳۶۹/۲)

ایضاً

﴿۱۵۹۹﴾ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقاً قَالَ يَقْرَأُ الْحَسَنُ عَلَى الطِّفْلِ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفاً وَفَرَطاً وَذُخْراً وَاَجْرًا۔

حوالہ: بخاری شریف:۱۷۸/۱، باب قرأۃ فاتحۃ الکتاب علی الجنازۃ، کتاب الجنائز۔

ترجمہ: حضرت امام بخاریؒ سے تعلیقاً مروی ہے کہ حضرت حسن بصریؒ نماز جنازہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے، اور یہ دعا مانگتے تھے کہ "اللھم اجعله لنا الخ" [اے اللہ! اس بچہ کو ہمارا پیش خیمہ، ذخیرۂ آخرت اور اجر وثواب کا ذریعہ بنا دیجئے۔]

تشریح: جنازہ کی نماز میں پہلی تکبیر کے بعد حضرت حسن بصریؒ ثنا کے طور پر سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے، اور پھر تیسری تکبیر کے بعد مذکورہ دعا پڑھتے تھے، یہ طریقہ بھی درست ہے، کیونکہ سورۂ فاتحہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے، البتہ آج کل کے غیر مقلدین سورۂ فاتحہ کو بطور تلاوت پڑھتے ہیں، وہ غلط اور سنت کے خلاف ہے۔

سلفا: سلف اس مال کو کہتے ہیں جو راحت ومنفعت کے لئے آگے بھیج دیا جائے، بچہ کو سلف بنانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بچہ ہمارے لئے آخرت میں راحت کا ذریعہ بنے اور مشکل وقت میں کام آئے، **فرطا** اس شخص کو کہتے ہیں جس کو قافلہ پہنچنے سے پہلے منزل کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے، تاکہ قافلہ کے لئے راحت وآرام کے اسباب تیار کرائے، بچہ کو فرط بنانے کی دعا سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کر کے جنت کا مستحق بنا دے۔

ذخرا: وہ مال جو چھپا کر رکھا جائے، اور بوقت ضرورت کام آئے۔

اجرا: ثواب کثیر۔ (مرقاۃ:۲/۳۶۹)

ناتمام بچہ کی نماز جنازہ

﴿۱۶۰۰﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّفْلُ لَایُصَلّٰی عَلَیْهِ وَلَا یَرِثُ وَلَایُوْرَثُ حَتّٰی یَسْتَهِلَّ۔ (رواه الترمذی) وَابْنُ مَاجَةَ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَذْکُرْ وَلَا یُوْرَثُ۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حوالہ: ترمذی شریف: ۲۰۰/۱، باب ماجاء فی ترک الصلوۃ علی الطفل حتی یستھل، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۰۳۲۔ ابن ماجہ شریف:۱۰۸، باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الطفل، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۵۰۸۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ بچہ پر نماز جنازہ نہ پڑھی جائے اور نہ تو وہ وارث ہوگا اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا، یہاں تک کہ بچہ کی پیدائش کے وقت آواز نکلے۔'' (ترمذی) ابن ماجہ کی روایت میں ''ولا یورث'' کا ذکر نہیں ہے۔

تشریح: الطفل لا یصلی علیہ: بچہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، مراد وہ بچہ ہے جس میں پیدائش کے وقت حیات کے آثار نہ ہوں، امام احمدؒ کے نزدیک جس بچہ کی تخلیق مکمل ہوگئی ہو اور وہ چار ماہ سے زائد کا ہو چکا ہو تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، خواہ اس میں حیات کے آثار ہوں یا نہ ہوں۔ تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

لا یرث و لا یورث: جب نومولود میں حیات کے آثار ظاہر ہوں تب ہی وہ دوسروں کا وارث ہوگا، اور دوسرے اس کے وارث ہوں گے، اور اگر حیات کے آثار نہیں ہیں تو نہ تو وہ وارث ہوگا، نہ مورث ہوگا، اس مسئلہ میں امام احمد بھی جمہور کے موافق ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی معارض روایت موجود نہیں ہے، اور پہلے مسئلہ میں معارض روایت ہے: ''والطفل یصلی علیہ'' (ترمذی شریف: ۲۰۰/۱، باب الصلوۃ علی الطفل) [بچہ پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔] یہاں حیات کی قید نہیں ہے۔

سوال: بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے پھر اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھی جاتی ہے؟

جواب: نماز جنازہ کا بنیادی مقصد تعظیم میت ہے، استغفار تو ضمنی مقصد ہے، اسی وجہ سے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حضرات انبیاءکرام کی بھی نماز جنازہ پڑھی جاتی رہی ہے۔

نماز جنازہ میں امام کا بلندی پر کھڑا ہونا

﴿١٦٠١﴾ وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ نِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْمَ الْاِمَامُ فَوْقَ شَیْءٍ وَالنَّاسُ خَلْفَہٗ یَعْنِیْ اَسْفَلَ مِنْہُ۔ (رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ فِیْ الْمُجْتَبٰی فِیْ کِتَابِ الْجَنَائِزِ)

حواله: دارقطني: ٢/٦٤، باب نهي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان يقوم الامام الخ، كتاب الجنائز.

ترجمه: حضرت ابن مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات کو منع فرمایا کہ امام کسی چیز کے اوپر کھڑا ہو اور لوگ اس کے پیچھے اس سے نیچے کھڑے ہوں اس روایت کو دارقطنی نے مجتبیٰ کی کتاب الجنائز میں نقل کیا ہے۔

تشـــــریـــح: تنہا امام کا کسی بلند جگہ پر کھڑا ہو کر نماز پڑھانا منع ہے، اس حدیث شریف کے الفاظ میں نماز جنازہ کا کوئی ذکر نہیں ہے، معلوم ہوا کہ یہ حکم عام ہے، تمام نمازوں کو شامل ہے، ممکن ہے کہ بعض لوگوں نے نماز جنازہ میں اس حکم پر توجہ نہ دینے کا معمول بنالیا ہو، اور امام بلند جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھاتا ہو، لہٰذا اس امر پر خصوصی توجہ دلانے کے لئے یہ حدیث کتاب الجنائز میں لائی گئی ہو۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

باب دفن المیت

(میت کو دفن کرنے کا بیان)

رقم الحدیث: ۱۶۰۲/تا۱۶۲۹۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دفن المیت

(میت کو دفن کرنے کا بیان)

دفن میت کے لئے قبر بنانا

مذہب اسلام احترام وآداب انسانیت کا سب سے بڑا علمبردار ہے، میت کے سلسلہ میں بھی اسلام کی تعلیمات وہدایات میت کے احترام، عزت وتکریم سے بھرپور ہیں، جن کو دیکھ کر ایک صحیح الفطرت انسان یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ واقعۃً اسلام ہی دین فطرت ہے، جس میں مردوں کے لئے بھی وہ احترام ہے، جس سے مافوق کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، بعض خوش قسمت حضرات اسلام کے نظام تکفین وتدفین ہی کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

اسلام نے مردہ کو نہلا دھلا کر کفن پہنا کر خوشبو لگا کر انتہائی احترام کے ساتھ قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا۔

شقی اور بغلی دونوں طرح کی قبریں بنائی جاسکتی ہیں، لیکن عام حالات میں بغلی قبر بنانا بہتر ہے، اس کی دو وجہیں ہیں:

(۱)......اس میں میت کا اکرام زیادہ ہے، کیونکہ اس میں میت کے چہرے پر مٹی نہیں پڑتی ہے، اور بلا ضرورت میت پر مٹی ڈالنا میت کی توہین کے مترادف ہے۔

(۲)......بغلی قبر میں میت مردار خور جانوروں سے محفوظ رہتی ہیں، جانور نرم مٹی کھودتا رہتا ہے،

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اور میت ایک طرف رہتی ہے، جس کی وجہ سے وہ میت تک پہونچ نہیں پاتا ہے۔

قبر کے سلسلہ میں راہِ اعتدال

قبر کی نہ تو حد درجہ تعظیم کی جائے، نہ اس کی توہین کی جائے، راہ اعتدال کو ہی اختیار کرنے کی تاکید اس باب کے تحت احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔

قبروں کو پختہ بنانا، قبروں پر روضہ بنانا، ان پر پھول چادر چڑھانا، یہ مقبروں کی تعظیم میں انتہائی مبالغہ ہے، جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔

قبروں پر بیٹھنا، ان کو روندنا، اور قبروں پر استنجا کرنا وہ اعمال ہیں جن میں قبروں کی اہانت کا پہلو ہے، ان اعمال سے قبور کی قدر ومنزلت دلوں سے ختم ہوجاتی ہے، اور لوگ ممکن ہے کہ قبرستان جانا ہی چھوڑ دیں، لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے بھی روکا ہے، سختی سے منع کیا ہے، اس سلسلہ میں راہِ اعتدال یہ ہے کہ دل میں قبروں کی قدر ومنزلت رہے، اور سنت کے مطابق قبرستان میں جایا جائے، ایصال ثواب کیا جائے، اور دعاء مغفرت کی جائے۔ باقی تمام خرافات سے اجتناب کیا جائے۔ (فیض المشکوۃ، اشرف التوضیح)

﴿الفصل الاول﴾

بغلی قبر کی تاکید

﴿١٦٠٢﴾ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ ھَلَکَ فِیْہِ اِلْحَدُوْا لِیْ لَحْداً وَانْصِبُوْا عَلَیَّ اللَّبِنَ نَصْباً کَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۳۱۱، باب فی اللحد ونصب اللبن علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۶۶۔

ترجمہ: حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میرے والد جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں فرمایا: کہ میرے لئے بغلی قبر بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں کھڑی کرنا، جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا گیا تھا۔

تشریح: قبر بنانے کے دو طریقے ہیں، ایک لحد یعنی بغلی قبر، اس میں میت رکھنے کے لئے جگہ ایک جانب قبلہ کی طرف بنائی جاتی ہے، دوسری شق، اس میں میت کے رکھنے کی جگہ درمیان میں بنائی جاتی ہے، یہ دونوں طریقے جائز ہیں، لیکن اگر زمین نرم نہ ہو اور لحد بنانے میں دقت نہ ہو تو لحد افضل ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک بھی لحد ہی کی صورت میں بنائی گئی تھی، ابتداءً حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں اختلاف ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے شق بنائی جائے، یا لحد؟ فیصلہ یہ ہوا کہ اگر لحد بنانے والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے آ گئے تو لحد بنائی جائے، اگر شق بنانے والے آ گئے تو شق بنائی جائے، حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ لحد بناتے تھے، اور حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ شق بناتے تھے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے پہونچ گئے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے لحد ہی بنائی گئی۔

اور بعض نے جو شق کو مکروہ کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اور "اللحد لنا والشق لغیرنا" [لحد (بغلی قبر) ہمارے لئے ہے، اور شق ہمارے غیر کے لئے۔] کے معنی مسلمان وغیر مسلمان نہیں ہے۔ بلکہ "لنا" سے "لاھل ملکنا" اور "لغیرنا" سے "لغیر ملکنا" مراد ہے۔ (مرقاۃ:۲/۳۷۰) (اشرف التوضیح، درس مشکوۃ)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قبر کے اندر چادر بچھانا

﴿۱۷۰۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جُعِلَ فِيْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيْفَةٌ حَمْرَاءُ۔ (رواه مسلم)

حواله: مسلم شريف: ۱/۳۱۱، باب جعل القطيفة في القبر، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۶۷۔

ترجمه: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں ایک سرخ روئیں دار چادر بچھائی گئی تھی۔

تشریح: قبر میں کفن کے علاوہ کوئی دوسرا کپڑا یا چادر رکھنا اور بچھانا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں اسراف اور تضییع مال ہے، اور اس حدیث شریف میں جو چادر بچھانے کا تذکرہ ہے، علماء نے اس کے مختلف جوابات دیئے ہیں:

(۱)...... علامہ نوویؒ فرماتے ہیں یہ چادر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مولیٰ حضرت شقران رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اجازت اور مرضی کے بغیر قبر میں رکھی تھی، اور رکھنے کی وجہ یہ بیان فرمائی تھی کہ مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس چادر کو کوئی دوسرا شخص پہنے۔

یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف میں کفن کے علاوہ سرخ رنگ کی چادر رکھی گئی تھی، یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مولیٰ شقران نے جذبات میں رکھ دی تھی، تا کہ یہ چادر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اور پر نظر نہ آئے، اور صحیح یہ ہے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کہ یہ چادر نکال بھی لی گئی تھی، چنانچہ حافظ عراقی الفیہ فی السیرۃ میں فرماتے ہیں:

وفــرشـــت فــی قبــره قـطیـفة
وقیــل اخــرجــت وهــذا اثبـت

(مرقاۃ: ۲/۳۷۱، اشرف التوضیح)

(۲)...... یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔

(۳)...... یا یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح بعض احکام دنیوی کے اعتبار سے دوسرے لوگوں سے ممتاز تھے، ایسے ہی بعض احکام موت میں بھی ممتاز تھے، جیسا کہ نص صحیح سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اور نماز پڑھتے ہیں، اور ان کا جسم گلنے اور مٹی ہونے سے محفوظ ہے تو جس طرح زندہ شخص کے لئے چادر کپڑا بچھایا جاتا ہے، اسی طرح اس شخص کے لئے جو قبر میں زندہ ہے اس کے لئے کپڑا بچھانے میں مضائقہ نہیں، لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قبر میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو محفوظ رکھا ہے، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے چادر بچھانا مناسب ہوگا۔ لیکن اس سے دوسروں کے لئے اجازت نہ ہوگی۔ (التعلیق: ۲/۲۵۰، مرقاۃ: ۲/۳۷۱)

قبر کو کوہان نما بنانا

﴿۱۶۰۴﴾ وَعَنْ سُفْيَانَ التَّمَّارِ أَنَّهُ رَأَى قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّماً۔ (رواه البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۸۶، باب ماجاء فی قبر النبی صلی اللہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تعالیٰ علیه وسلم، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۳۹۰۔

ترجمه: حضرت سفیان تمار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو کوہان نما دیکھا ہے۔

تشریح: قبر کے بارے میں سنت یہ ہے کہ زمین سے تقریباً ایک بالشت کے بقدر اونچی ہو، یعنی بالکل زمین کے برابر نہ ہو اور نہ زمین سے بہت زیادہ بلند ہو، بس تھوڑی سی بلند ہو، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ جو قبر کی اونچائی ہوگی اس کی شکل "مسنم" یعنی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوگی، حدیث باب سے اسی کی تائید بھی ہو رہی ہے۔

قبر کو مسنم بنانا اصل ہے یا مسطح؟

اتنی بات تو طے ہے کہ قبر کا زمین سے ایک بالشت کے بقدر بلند ہونا مسنون ہے، لیکن یہ بلندی مسطح شکل میں ہو یا مسنم شکل میں ہو، اس سلسلہ میں ائمہ میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کا مذهب: امام شافعیؒ کے نزدیک قبر کا مسطح یعنی چار گوشہ کر کے ہموار بنانا افضل ہے۔

دلیل: ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم سطح قبر ابنه (ابراهیم) ورش علیه الماء. [کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مسطح بنائی اور اس پر پانی چھڑکا۔] (مرقاۃ: ۲/۳۷۱)

ائمه ثلاثه کا مذهب: امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد وغیرہ کے نزدیک قبر کا مسنم بنانا یعنی کوہان شتر کی شکل میں بنانا بہتر ہے۔

دلیل: (۱)...... حدیث باب ان حضرات کی مضبوط دلیل ہے۔

(۲)...... عن سفیان قال دخلت البیت الذی فیه قبر النبی صلی الله تعالیٰ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

علیه وسلم وقبر ابی بکر وعمر مسنما. [حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس حجرہ مبارکہ میں داخل ہوا جس میں حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں ہیں اور وہ مسنم ہیں۔] (مرقاۃ:۱۷۱/۲/۳)

امام شافعیؒ کی دلیل کا جواب: حضرت ابراہیم بن حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مسطح بنائی گئی تھی پھر مسنم کردی گئی تھی۔ (مرقاۃ:۱۷۱/۲/۳، التعلیق:۲۵۱/۲)

قبر کو بہت بلند کرنے کی ممانعت

{۱۶۰۵} وَعَنْ اَبِی الْهَيَّاجِ الْاَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ۔ (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف:۳۱۲/۱، باب الامر بتسویۃ القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۶۹۔

ترجمہ: حضرت ابوالہیاج اسدی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں تم کو ایسی مہم پر نہ بھیجوں جس پر مجھ کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کیا تھا؟ اور وہ مہم یہ ہے کہ تم جو بھی تصویر دیکھو اس کو مٹادو، اور جو بھی اونچی قبر دیکھو اس کو برابر کردو۔

تشریح: تمثال کے معنی تصویر کے ہیں، اب وہ تصویر خواہ کسی کاغذ پر ہو یا کسی دیوار پر مجسمہ اور مورتی کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں بہر حال اگر وہ جاندار کی تصویر ہے تو

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اس کا بنانا رکھنا یا آویزاں کرنا حرام ہے، بلکہ اس کا توڑنا اور مٹانا واجب ہے، حتی کہ اس کے سامنے بیٹھنا بھی جائز نہیں۔

ولا قبرا مشرفا الا سویته: قبر کو زمین سے تھوڑا سا بلند رکھنا جس سے پتہ چلے کہ یہ قبر ہے، جائز ہے، اگلی فصل میں قاسم بن محمد کی روایت آرہی ہے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبور مبارکہ کی زیارت کی تھی، قاسم بن محمد ان کے متعلق فرماتے ہیں: "**لامشرفة ولا لاطئة**" یعنی نہ وہ بہت زیادہ اونچی تھیں، نہ بالکل زمین کے ساتھ لگی ہوئی تھیں، امام بخاریؒ نے سفیان تمارؒ کی روایت نقل کی ہے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کی تھی، وہ مسنم تھی۔ (فتح الملہم: ۲/۵۰۶)

تسنیم کے معنی ہیں قبر کو اونٹ کے کوہان کی شکل میں بنانا۔ غرضیکہ قبر کو زمین سے کچھ بلند رکھنا جائز ہے، بعض نے کہا ہے کہ تقریباً ایک بالشت زمین سے اونچی ہونی چاہئے، اس حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہر اونچی قبر کے برابر کرنے کا حکم دیا ہے، اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ قبر مشرف سے مراد وہ قبر ہے جو حد سے زیادہ اونچی ہو، محقق ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ قبر مشرف سے مراد قبروں پر بنی ہوئی عمارتیں ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان عمارات کو گرانے کا حکم دیا تھا۔ (فتح الملہم: ۲/۵۰۶)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک

لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ اس پر حجرہ پہلے سے بنا ہوا تھا، اسی حجرہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، اور انبیاء کرام علیہ السلام کو جس جگہ انتقال ہو، انہیں وہیں دفن کیا جاتا ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حجرہ کے اندر دفن کیا گیا، دفن کے بعد حجرہ نہیں بنایا گیا، لیکن کسی اور کی قبر پر یہ تاویل کر کے عمارت نہیں بنائی جا سکتی، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو یہ خصوصیت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جہاں انتقال ہو وہیں تدفین ہو۔ (اشرف التوضیح، مرقاۃ: ۲/۳۷۲)

پختہ قبر بنانے کی ممانعت

﴿١٦٠٦﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ۔ (رواه مسلم)

حواله: مسلم شریف: ۱/۳۱۲، باب النهی عن تجصیص القبر والبناء علیه، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۷۰۔

ترجمه: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ کرنے، اور اس پر عمارت بنانے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں قبر کو پختہ بنانے کی بھی ممانعت ہے، اور قبر کے اوپر کوئی عمارت بنانے کی بھی ممانعت ہے، نیز قبر پر بیٹھنا بھی ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ پہلی صورتوں میں اگر حد سے زیادہ تعظیم کا پہلو ہے، جو کہ شرک کا ذریعہ ثابت ہوتا ہے، تو دوسری صورت میں میت مومن کی تحقیر ہے۔ اور وہ بھی ممنوع ہے۔

اگر گارہ سے قبر کی لپائی کر دی جائے تا کہ قبر کی مٹی جمی رہے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر بلا وجہ کیا جائے تو یہ بھی ممنوع ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قبر کے اوپر پتھر اور اینٹ وغیرہ سے عمارت بنائی جائے تو اس میں مال کا ضیاع بھی ہے، اور فعل عبث بھی ہے، نیز یہ رسم جاہلیت بھی ہے، کفار کی مشابہت بھی ہے، زینت وتفاخر بھی ہے، اس لئے یہ بالکل ممنوع اور حرام ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ مرقاۃ:۲/۳۷۲۔

قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی ممانعت

﴿۱۶۰۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْھَا۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف:۲/۳۱۲/۱، باب النھی عن الجلوس علی القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۷۲۔

ترجمہ: حضرت ابومرثد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ قبروں کے اوپر مت بیٹھو اور ان کی طرف منہ کر کے نماز مت پڑھو۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں بھی قبر پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے، اس لئے یہ احترام میت کے خلاف ہے۔

ولا تصلوا الیھا: قبر کی طرف رخ کر کے نماز مت پڑھو، اگر کوئی شخص قبر کی طرف رخ کر کے نماز صاحب قبر کی عظمت کی بنا پر پڑھ رہا ہے تو کھلا ہوا شرک ہے، اور اگر مقصود یہ نہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مرقاۃ:۲/۳۷۲۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قبر پر بیٹھنا

﴿۱۶۰۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَنْ يَّجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰی جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰی جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّجْلِسَ عَلٰی قَبْرِهٖ۔ (رواه مسلم)

حواله: مسلم شریف: ۱/۳۱۲، باب النهی عن الجلوس علی القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۷۱۔

ترجمه: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے پر بیٹھے اور یہ انگارا اس کے کپڑوں کو جلاتا ہوا اس کے جسم تک پہونچ جائے یہ بات بہتر ہے اس سے کہ کوئی شخص کسی کی قبر پر بیٹھے۔''

تشریح: قبر کے اوپر بیٹھنا بہت بڑا گناہ ہے، اس کی جو سزا آخرت میں بندہ کو ملے گی وہ دنیا کی تکلیف سے کہیں شدید ہے، حتی کہ انگارہ پر بیٹھنا اور انگارے سے جسم کا جلنا یہ قبر پر بیٹھنے کی صورت میں جو عذاب آخرت میں ملتا ہے اس سے کہیں کم ہے، لہٰذا آدمی کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

اور جس طرح قبر پر بیٹھنا ممنوع ہے، اسی طرح قبر سے ٹیک لگانا بھی منع ہے، اس سے بھی اجتناب ضروری ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (التعلیق الصبیح: ۲/۲۵۲، مرقاۃ: ۲/۳۷۳)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

﴿الفصل الثانی﴾

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک

﴿۱۶۰۹﴾ وَعَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا يَلْحَدُ وَالْاٰخَرُ لَايَلْحَدُ فَقَالُوْا اَيُّهُمَا جَاءَ اَوَّلًا عَمِلَ عَمَلَهٗ فَجَاءَ الَّذِيْ يَلْحَدُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَحَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (رواه فی شرح السنة)

حواله: شرح السنة للبغوی: ۳/۵۲۱، باب اللحد، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۵۱۰۔

ترجمه: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں دو لوگ تھے، ان میں سے ایک لحدی قبر بناتے تھے، اور دوسرے لحدی قبر نہیں بناتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ فیصلہ کیا کہ جو صاحب ان میں سے پہلے آجائیں وہی اپنا کام کریں، اتفاقاً لحدی بنانے والے پہلے آگئے، چنانچہ انہوں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لحدی قبر تیار کی۔

تشریح: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھودنے کے سلسلہ میں کچھ اختلاف ہوگیا تھا، انصار مدینہ چاہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مدینہ والوں کے طرز پر لحدی کھودی جائے، جب کہ حضرات مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بغلی کے بجائے صندوقی قبر بنوانا چاہتے تھے، کیونکہ مکہ والوں کا یہی طریقہ تھا، آپس

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میں اتفاق اس بات پر ہوا کہ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ لحدی قبر کھودنے میں ماہر تھے، ان کو اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو جو کہ صندوقی قبر کھودنے میں ماہر تھے، بلایا جائے جو پہلے آ جائے وہ اپنے حساب سے قبر کھودے۔ چنانچہ اس موقعہ پر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ پہلے تشریف لے آئے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک بغلی کھودی گئی، اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ دونوں طرح کی قبریں مشروع ہیں، صرف افضلیت کا اختلاف ہے، تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ مرقاۃ:۳۷۳/۲، التعلیق:۲۵۲/۲۔

لحدی قبر کی افضلیت

﴿۱۶۱۰﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللَّحْدُ لَنَا وَالشِّقُّ لِغَيْرِنَا۔ (رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجة) وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ۔

حوالہ: ابوداؤد شریف:۴۵۸/۲، باب فی اللحد، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۲۰۸۔ ترمذی شریف:۲۰۳، باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللحد لنا، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۰۴۵۔ نسائی شریف:۲۱۹/۱، باب اللحد والشق، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۲۰۰۸۔ ابن ماجة:۱۱۱، باب ماجاء فی استحباب اللحد، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۵۵۴۔ مسند احمد:۳۵۷/۴.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’کہ بغلی قبر ہمارے لئے ہے، اور صندوقی قبر ہمارے علاوہ لوگوں کے لئے ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی) احمد نے اس کو جریر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: قبر کھودنے کے بعد میں قبلہ کی طرف کو کھودنا لحد کہلاتا ہے، اور قبر کے بیچ میں کھودنا شق کہلاتا ہے، شق کے مقابلہ میں لحد زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ اس حدیث شریف کے کئی مطلب بیان کئے گئے ہیں۔

(۱)...... ایک مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ لحد ہمارے لئے ہے، یعنی اس امت کے لئے ہے، اور شق پہلی امتوں کے لئے ہے، یعنی ان کے لئے شق زیادہ پسندیدہ تھا، اور لحد ہمارے لئے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲)...... ’’اللحد لنا ای لمعشر الانبیاء‘‘ یعنی لحد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہے۔ اس پر اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ مطلب ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے لحد یا شق بنانے میں تردد نہ ہوتا۔

(۳)...... لحد ہمارے لئے ہے، یعنی مدینہ والوں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے ہے جن کی زمین زیادہ نرم نہیں ہے، اور شق غیر کے لئے یعنی ان لوگوں کے لئے ہے جن کی زمین نرم ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۷۳) اشرف التوضیح۔

کشادہ قبر کھودنے کی تاکید

﴿۱۶۱۱﴾ وَعَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ اُحُدٍ احْفِرُوْا وَاَوْسِعُوْا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَاَعْمِقُوْا وَاَحْسِنُوْا وَادْفِنُوْا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلٰثَةَ فِيْ قَبْرٍ وَاحِدٍ وَقَدِّمُوْا اَكْثَرَهُمْ قُرْاٰناً۔ (رواه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی) وَرَوَی ابْنُ مَاجَةَ اِلٰی قَوْلِهٖ وَاَحْسِنُوْا۔

حوالہ: مسند احمد: ۱۹/ ۴، ابو داؤد شریف: ۴۵۸/ ۲، باب فی تعمیق القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۲۱۵۔ ترمذی شریف: ۲۰۱/ ۱، باب ماجاء فی دفن الشهداء، کتاب الجهاد، حدیث نمبر: ۱۷۱۳۔ نسائی شریف: ۲۲۰/ ۱، باب ما يستحب من توسيع القبر، کتاب الجنائز، ابن ماجه شریف: ۱۱۲، باب ماجاء فی حفر القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۵۶۰۔

ترجمہ: حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے روز ارشاد فرمایا: ’’کہ قبریں کھودو، اور قبروں کو کشادہ رکھو، گہرا کھودو، اور اچھی طرح کھودو، اور دو دو تین تین شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرو، اور جس کو قرآن کریم زیادہ یاد ہو اس کو آگے رکھو۔‘‘ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ابن ماجہ نے اس روایت کو ’’احسنوا‘‘ تک نقل کیا ہے۔

تشریح: قبر کشادہ ہونا چاہئے تاکہ میت کو قبر میں آسانی سے اتارا جا سکے، قبر کچھ گہری ہونی چاہئے تاکہ میت کی نعش درندوں سے اچھی طرح محفوظ رہے، اور بوقت ضرورت ایک قبر میں ایک سے زائد مردہ دفن کرنا جائز ہے، لیکن جو قرآن کا حافظ یا عالم ہو اس کا زندگی میں تو اکرام کیا ہی جاتا ہے، مرنے کے بعد بھی اس کا احترام کیا جائے، چنانچہ سب سے پہلے قبر میں عالم یا حافظ کو اتارا جائے۔

جنگ احد کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم سب بہت مشقت میں ہیں، زخموں سے چور ہیں، ایسی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حالت میں ستر قبریں کھودنا دشوارترین عمل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کہ قبریں گہری اور وسیع کھودلو، اور دو تین شہیدوں کو ایک ایک قبر میں دفن کردو۔ (مرقاۃ: ۴/۳۷۴/۲)

فوائد: حدیث پاک سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱)...... قبر گہری اور عمدہ کھودنا چاہئے۔

(۲)...... بوقت ضرورت ایک قبر میں ایک سے زائد مردوں کو دفن کرنا جائز ہے۔

(۳)...... حافظ اور عالم کا احترام زندگی میں بھی ضروری ہے، مرنے کے بعد بھی لازم ہے۔

میت کو منتقل کرنا

﴿۱۶۱۲﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ أُحُدٍ جَاءَتْ عَمَّتِيْ بِأَبِيْ لِتَدْفِنَهُ فِيْ مَقَابِرِنَا فَنَادٰى مُنَادِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُدُّوا الْقَتْلٰى إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ۔ (رواه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی) وَلَفْظُهُ لِلتِّرْمِذِيِّ۔

حواله: مسند احمد: ۳/۲۹۷، ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۱، باب فی المیت یحمل من ارض، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۶۵۔ ترمذی شریف: ۱/۳۰۲، باب ماجاء فی دفن القتیل فی مقتله، کتاب الجهاد، حدیث نمبر: ۱۷۱۷۔ نسائی شریف: ۲/۲۱۹، باب این یدفن الشهید، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۲۰۰۳۔ دارمی: ۱/۲۳، باب ما اکرم به النبی صلی الله علیه وسلم فی برکة الطعام، حدیث نمبر: ۴۵۔

ترجمه: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جنگ احد کے دن میری پھوپھی میرے والد کی نعش کو اپنے قبرستان میں دفن کرنے کے لئے لے آئیں، لیکن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ شہیدوں کو ان کے شہید ہونے کی جگہ لوٹا دو، یعنی وہیں دفن کرو۔ (احمد، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، دارمی) روایت کے الفاظ ترمذی کے ہیں۔

تشریح: شہداء کی نعش کو منتقل کرنا ممنوع ہے، اور اس پر اتفاق ہے۔

جنازہ دوسرے شہر لے جانا

عام میت کے نقل مکانی میں کچھ اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک دفن سے قبل ایک دو میل منتقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اولیٰ وافضل یہ ہے کہ میت کا جس شہر میں انتقال ہوا ہے اسی شہر میں تدفین کی جائے، البتہ اگر کسی معقول عذر کی وجہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے، بشرطیکہ زیادہ تاخیر نہ ہو۔ (کتاب المسائل: ۱/۵۶۷)

دفن کے بعد میت کو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں ہے، ہاں اگر کوئی عذر شرعی ہے تو قبر کھود کر میت کو منتقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً غصب کی ہوئی زمین میں میت کو دفن کردیا گیا، بعد میں معلوم ہوا تو اب میت کو وہاں سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا، امام شافعیؒ تدفین سے قبل اور تدفین کے بعد ہر صورت میں انتقال میت کے قائل ہیں، اور وہ حدیث باب کو شہداء کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں، لیکن امام شافعیؒ بھی نقل میت کے لئے مصلحت کے قائل ہیں، یعنی نقل میت کسی مصلحت کی وجہ سے ہو تب درست ہے، جیسے صلحاء کا جوار حاصل ہو جائے، یا مدینہ منورہ میں تدفین ہو جائے ان اغراض سے میت کو منتقل کیا جائے تو درست ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۷۵)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میت کو قبر میں اتارنے کا طریقہ

﴿١٦١٣﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ سُلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِه۔ (رواه الشافعي)

حواله: ترتيب مسند الامام الشافعي: ٢١٥/١، باب ى صلوة الجنائز واحكامها. حدیث نمبر: ٥٩٨۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سر مبارک کی طرف سے آہستہ آہستہ کھینچا گیا۔

تشریح: یعنی وہاں دیوار وغیرہ تھی اور کشادہ جگہ نہ تھی، اس وجہ سے مجبوراً آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سر کی جانب سے اتارا گیا۔

سل رسول اللہ ﷺ من قبل رأسہ: "سل" کی دو صورتیں ہیں:

(۱)...... یہ کہ سریر میت کو قبر کی پائنتی جانب اس طرح رکھا جائے کہ میت کا سر قبر کے موضع پیر والے کنارے کے مقابلہ میں ہو، پھر میت کو سر کی جانب سے آہستہ آہستہ قبر کے اندر داخل کیا جائے۔

(۲)...... یہ کہ میت کا پیر قبر کے موضع سر والے کنارے کے مقابل میں ہو، پھر میت کو پیر کی طرف سے قبر میں داخل کیا جائے، امام شافعیؒ کے نزدیک پہلی شکل افضل ہے، اور وہ اسی کے قائل ہیں جب کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک میت کو قبلہ کی جانب سے اتارنا افضل ہے، اس لئے کہ جانب قبلہ معظم ہے، لہٰذا اسی طرف سے داخل کرنا افضل ہوگا۔

احناف کی دلیل: عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل قبرا لیلا فاسرج له بسراج فاخذ من قبل

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

القبلة." [ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قبر میں رات میں داخل ہوئے آپ کے لئے چراغ جلایا گیا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (میت کو) قبلہ کی جناب سے لیا۔] (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن: ۱/۲۰۴)

دوسری دلیل: اخرج الطبرانی فی الکبیر عن العباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یدخلون المیت من قبل القبلة" (۱۱/۶۷) [حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (میت کو) قبلہ کی جانب سے داخل کیا کرتے تھے۔]

امام شافعیؒ کی دلیل: حدیث باب ہے۔

(۲)......"واخرج البیھقی عن ابی اسحاق قال اوصانی الحارث ان یصلی علی عبداللہ بن یزید الحطمی فصلی علیہ ثم ادخلہ القبر من قبل رجل القبر" اس حدیث شریف میں ہے کہ قبر کے پیروں کی جانب سے میت کو قبر میں داخل کیا گیا۔

جواب: امام شافعیؒ کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبر اطہر میں داخل کرنے کی کیفیت کے بارے میں روایتوں میں اختلاف ہے، کہ آپ کو کس سمت سے قبر میں داخل کیا گیا، حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کو سر کی جانب سے قبر میں اتارا گیا، جب کہ ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں نقل کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قبلہ کی جانب سے قبر میں اتارا گیا، تو دونوں روایتوں میں تعارض ہوا، لہٰذا دونوں ساقط ہوگئی، اور حنفیہ کی دلیل میں گذر چکا ہے کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل میت کو قبر میں قبلہ کی جانب سے داخل کرنے کا تھا، لہٰذا اس حدیث پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۷۶، التعلیق: ۲/۲۵۴)

میت کو قبلہ کی جانب سے اتارنا

﴿۱۶۱۴﴾ وَعَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ قَبْرًا لَیْلًا فَاُسْرِجَ لَهٗ بِسِرَاجٍ فَاَخَذَهٗ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتَ لَاَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْآنِ۔ (رواه الترمذی) وَقَالَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ اِسْنَادُهٗ ضَعِیْفٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱/۲۰۴، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الدفن باللیل، حدیث نمبر: ۱۰۵۷۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات میں قبر میں اترے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے چراغ جلایا گیا، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت کو قبلہ کی جانب سے لیا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے، آپؓ اللہ کے خوف سے بہت زیادہ رونے والے اور بہت زیادہ قرآن پڑھنے والے تھے۔ (ترمذی شریف) اور شرح السنہ میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔

تشریح: غزوۂ تبوک میں ایک صاحب کا انتقال ہوا، جن کا نام نامی اسم گرامی عبداللہ ذوالبجادین تھا، ان کی تدفین رات میں کی گئی، اور ان کو قبر میں اتارنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذاتِ خود قبر میں اترے، اور روشنی کے واسطے چراغ جلایا گیا،

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تاکہ قبر میں میت کو اتارنے میں آسانی ہو، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت کو قبلہ کی جانب سے لیا اور اتارا۔

فوائد

اس حدیث شریف سے چند فوائد حاصل ہوئے۔

(۱)......میت کو رات میں دفن کرنا بلا کراہیت جائز ہے۔

(۲)......روشنی کے لئے بتیاں ساتھ لے جانا جائز ہے، اور حدیث شریف میں جو میت کے ساتھ آگ لیجانے کی ممانعت آئی ہے یہ اس کا مصداق نہیں۔ اس سے مراد وہ آگ ہے جو ہندو میت کو جلانے کے لئے ساتھ لے جاتے ہیں، جیسے قبر پر چراغاں کرنا ممنوع ہے۔

(۳)......قبر میں میت کو قبلہ کی جانب سے لینا اور اتارنا افضل ہے، اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے، اور یہ حدیث حنفیہ کی واضح دلیل ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۷/۲، تحفۃ الالمعی: ۱۷۱/۳/۴)

قبر میں اتارتے وقت کی دعا

﴿۱۶۱۵﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَدْخَلَ الْمَیِّتَ الْقَبْرَ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَعَلٰی سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ) وَرَوَی اَبُوْدَاوٗدُ الثَّانِیَۃَ۔

حوالہ: مسند احمد: ۱/۵۹، ابو داؤد شریف: ۴۵۸، باب فی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الــدعــاء لــلـمیـت الخ، کتــاب الـجـنــائز، حدیث نمبر:۳۲۱۳۔تــرمـذی شـریف:۲۰۲/۱، بـاب مـایـقـول اذا ادخـل الـمیـت القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۰۴۶۔ابـن مـاجـه شـریف:۱۱۱، بـاب مـاجـاء فی ادخال المیت القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۵۵۰۔

ترجمه: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں رکھتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:"**بسم الله وعلی الخ**" [اللہ کے نام سے اور اللہ کے حکم سے اور اللہ کے رسول کی شریعت پر] (اس میت کو قبر میں دفن کرتے ہیں) اور ایک روایت میں:"**وعلی سنة رسول الله**" [اللہ کے رسول کے طریقہ پر] الفاظ منقول ہیں۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ابوداؤد نے دوسری روایت کو نقل کیا ہے۔

تشریح: حدیث باب میں جو دعا مذکور ہے بڑی اہم ہے، میت کو دفن کرتے وقت اس دعا کو پڑھنا چاہئے، اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میت کے اوپر رحمتیں نازل ہونے کی امید ہے۔

قال بسم الله: میت کے دفن کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی مذکورہ دعاء پڑھتے تھے، اور اس کی تعلیم بھی فرماتے تھے۔

بسم الله: اللہ کے نام سے میت کو قبر میں داخل کر دیا۔

و بالله: اللہ کے حکم سے یا اسی کی مدد سے میں نے یہ کام کیا۔

وعلی ملة رسول الله (**صلی الله تعالیٰ علیه وسلم**): یعنی شریعت کاملہ اور حضرت محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک طریقہ پر یہ عمل انجام دیا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قبر پر پانی چھڑکنا

﴿١٦١٦﴾ وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ مُرْسَلاً أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَثٰى عَلَى الْمَيِّتِ ثَلٰثَ حَثَيَاتٍ بِيَدَيْهِ جَمِيْعاً وَأَنَّهُ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ ابْنِهِ إِبْرٰهِيْمَ وَوَضَعَ حَصْبَاءَ۔ (رواه فی شرح السنة) وَرَوَى الشَّافِعِيُّ مِنْ قَوْلِهِ رَشَّ۔

حواله: شرح السنة للبغوی: ٥٢٩/٣، باب کراهية قبيل تجصيص القبر، ترتيب مسند الامام الشافعیؒ: ٢١٥/١، باب فی صلوة الجنازة واحکامها، حدیث نمبر:٦٠١۔

ترجمه: حضرت جعفر بن محمد سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے بطریق ارسال نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپیں مٹی اٹھا کر کے اٹھائی اور میت پر ڈالی، اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا، اور اس پر سنگریزے بھی رکھے۔ (شرح السنۃ) امام شافعیؒ نے صرف مٹی ڈالنے تک الفاظ نقل کئے ہیں۔

تشریح: قبر کا گڑھا جب بند ہو جائے تو تین مرتبہ دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر پر ڈالنا سنت ہے، اسی طرح جب تدفین کا عمل پورا ہو جائے تو قبر پر پانی چھڑکنا بھی سنت ہے۔

قبر پر مٹی ڈالنے کے وقت کی دعا

مسند احمد میں ضعیف روایت ہے اس میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلی مرتبہ قبر پر مٹی ڈالتے وقت "منها خلقناکم" [اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا۔]

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اور دوسری مرتبہ "وفیھا نعیدکم" [اور اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے۔] اور تیسری مرتبہ میں "وفیھا نخرجکم تارۃ اخری" [اور اسی سے ایک مرتبہ پھر تمہیں نکال لائیں گے۔] پڑھتے تھے، ابن الملک کہتے ہیں کہ جو شخص تدفین کے عمل میں شریک ہو اس کے لئے مسنون ہے کہ تین مرتبہ لپ بھر کر مٹی اٹھائے اور گڑھا بھر جانے کے بعد وہ مٹی قبر پر ڈالے۔

ایک خواب

صاحب مرقاۃ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا: تو اس نے کہا کہ میری نیکیاں وزن کی گئیں تو برائیوں کا وزن نیکیوں کے وزن سے بڑھ گیا، پھر اچانک ایک تھیلی نیکیوں کے پلڑے میں آگری تو نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا، اس تھیلی کو دیکھا تو اس میں وہ مٹی تھی جو کہ میں نے ایک مسلمان کی قبر پر ڈالی تھی، اس واقعہ سے مسلمان کی قبر پر مٹی ڈالنے کی اہمیت سمجھ میں آ گئی ہے۔

رش علی قبر: قبر پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی ڈالا، قبر پر ٹھنڈا پاک پانی ڈالنے کا مقصد اس بات سے نیک فالی لینا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اس قبر کو ٹھنڈی رکھیں گے۔ نیز یہ بھی مقصد ہے کہ مٹی جم جائے۔

ووضع علیه حصباء: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور علامت کے چند کنکریاں صاحبزادہ کی قبر کے پاس رکھدی تھیں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۷۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قبر پر علامت کیلئے کوئی نشانی وغیرہ رکھدینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

قبر پر لکھنے کی ممانعت

﴿۱۶۱۷﴾ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّجَصَّصَ الْقُبُوْرُ وَاَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْھَا وَاَنْ تُوْطَأَ۔ (رواہ الترمذی)

حوالہ: ترمذی شریف: ٢٠٣/ ١، باب ماجاء فی کراھیۃ تجصیص القبور، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ١٠٥٢۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے، اس پر لکھنے اور اس کو روندنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں تین باتوں سے منع کیا گیا ہے:

(١)...... قبر کو پختہ بنانے سے، چونکہ اس میں مال کا ضیاع اور بے محل زینت ہے، اور جاہلانہ رسوم کا دروازہ کھولنا ہے، اس لئے آنحضرت نے اس سے منع فرمایا ہے۔

(٢)...... قبر پر لکھنا منع ہے، خاص طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ یا قرآن مجید کی آیت لکھنے سے گریز کرنا چاہئے، کیونکہ اس میں ان بابرکت ناموں کی توہین کا خطرہ ہے۔

(٣)...... قبروں پر چلنا منع ہے، کیونکہ اس میں میت کی توہین ہوتی ہے۔ (التعلیق: ٢/٢٥٥، مرقاۃ: ٢/٣٧٨)

قبر پر کتبہ لگانا

ان یکتب علیھا: قبر پر کتبہ لگانا یا اور کچھ لکھنا منع ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ میت کے نام کا کتبہ لگانا جائز ہے، خصوصاً جب کہ میت صلحاء میں سے کوئی ہوتا کہ اس کی قبر کی پہچان باقی رہے۔ (مرقاۃ: ٢/٣٧٨)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قبر پر پانی چھڑکنا

﴿۱۶۱۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ رُشَّ قَبْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الَّذِيْ رَشَّ الْمَاءَ عَلٰى قَبْرِهٖ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِقِرْبَةٍ بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى رِجْلَيْهِ۔ (رواه البیهقی فی دلائل النبوة)

حواله: بیهقی فی دلائل النبوة: ۲۶۴/۷، باب ماجاء فی صفة قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

ترجمه: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا، اور پانی چھڑکاؤ کا کام جن صاحب نے مشک کے ذریعہ انجام دیا وہ بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، سرہانے سے پانی چھڑکنا شروع کیا اور قدموں تک آئے۔

تشریح: ماقبل حدیث میں یہ بات گذر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر پر پانی چھڑکا تھا، یہاں اس بات کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر پر پانی چھڑکا گیا، علامہ طیبیؒ کہتے ہیں کہ پانی کا چھڑکنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے وسائل کو طلب کرنے کے لئے ہے، جیسا کہ دعاء ماثورہ میں ہے کہ "اللهم اغسل خطایاه بالماء و الثلج و البرد" [اے اللہ! اس کی خطاؤں کو دھودے، پانی سے برف سے اور اولے سے۔] (مرقاة: ۳۷۸/۲)

نیز یہ بھی مقصد ہے کہ مٹی جم جائے اور منتشر نہ ہو، بہر حال قبر پر پانی چھڑکنے کا مسنون ہونا معلوم ہوگیا۔ فقط

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قبر پر نشانی رکھنا

﴿۱۶۱۹﴾ وَعَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ اَبِیْ وَدَاعَةَ قَالَ لَمَّا مَاتَ عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اُخْرِجَ بِجَنَازَتِهٖ فَدُفِنَ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا اَنْ یَّأْتِیَهٗ بِحَجَرٍ فَلَمْ یَسْتَطِعْ حَمْلَهَا فَقَامَ اِلَیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَحَسَرَ عَنْ ذِرَاعَیْهِ قَالَ الْمُطَّلِبُ قَالَ الَّذِیْ یُخْبِرُنِیْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِ ذِرَاعَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حِیْنَ حَسَرَ عَنْهُمَا فَوَضَعَ عِنْدَ رَأْسِهٖ وَقَالَ اُعْلِمُ قَبْرَ اَخِیْ وَاَدْفِنُ اِلَیْهِ مَنْ مَاتَ مِنْ اَهْلِیْ۔ (رواہ ابوداؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۵۷، باب فی جمع الموتی فی قبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۲۰۷۔

ترجمہ: حضرت مطلب بن ابی وداعہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اور ان کے جنازہ کو دفنایا گیا تو حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو پتھر لانے کا حکم دیا، لیکن وہ پتھر بھاری تھا، جس کو وہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھا نہیں سکے، تو اس کو اٹھانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود کھڑے ہوئے اور اپنی دونوں آستینیں چڑھائیں، حضرت مطلبؓ کہتے ہیں کہ جس راوی نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی وہ فرماتے تھے کہ گویا کہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بازوؤں کی سفیدی دیکھ رہا ہوں، جس وقت کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی آستینیں

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

چڑھائیں، پھرآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو اٹھایا اور اس کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کے سرہانے رکھ دیا، اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنے بھائی کی قبر کی نشانی بنا دیا ہے، اور میرے اہل میں سے جو انتقال کرے گا اس کو میں ان کے قریب دفن کروں گا۔

تشریح: حضرت عثمان بن مظعون قرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، ابتدا ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا، ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے صرف تیرہ افراد ہی حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے، زمانۂ جاہلیت ہی میں شراب کو حرام قرار دیا، دومرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی، اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اصحابِ صفہ میں ہوتا ہے، مہاجرین میں سب سے پہلے مدینہ میں آپ کا ہی انتقال ہوا، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں، اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بھائی کہا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قرابتداروں میں سے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب دفن کیا گیا۔ (کتاب الازہار)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (مرقاۃ: ۳۷۹/۲، التعلیق: ۲۵۵/۲)

فوائد: حدیث پاک سے مندرجہ ذیل فوائد اور معلوم ہوئے۔

(۱)...... قبر پر پہچان کے لئے کوئی نشانی لگانا درست ہے۔

(۲)...... قرابت داروں کو ایک جگہ دفن کرنا مستحب ہے۔

(۳)...... صلحاء کے قریب دفن کرنا مستحب ہے۔

(۴)...... آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوت اور بہادری کا علم ہوا۔

(۵)...... کام کے وقت آستین وغیرہ چڑھالینا مستحب ہے تاکہ کپڑے کی حفاظت ہو۔

(۶)...... نہ کلائی کے کھولنے میں مضائقہ ہے نہ اس کے دیکھنے میں۔

(۷)...... قرابت دار کی قرابت داری کا اظہار اور اس کے حق کی ادائیگی کا بھی علم ہوا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمٖ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی ہیئت

﴿۱۶۲۰﴾ وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فَقُلْتُ یَا اُمَّاہُ! اکْشِفِیْ لِیْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبَیْہِ فَکَشَفَتْ لِیْ عَنْ ثَلٰثَةِ قُبُوْرٍ لَامُشْرِفَةٍ وَلَا لَاطِئَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ۔ (رواہ ابو داؤد)

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۲/۴۵۹، باب تسویة القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۲۲۰۔

ترجمہ: حضرت قاسم بن محمدؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ اماں جان! مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں رفقاء کی قبر مبارک کی زیارت کرادیں، چنانچہ ام المؤمنین نے پردہ ہٹا کر مجھے تینوں قبروں کی زیارت کرائی، وہ قبریں نہ تو بہت اونچی تھیں، اور نہ زمین سے ملی ہوئیں، ان کے آس پاس سرخ کنکریاں پڑی ہوئی تھیں۔

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں محبوب ساتھی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں ہیں، اور جب تک اس حجرہ کا دروازہ بند نہیں کیا گیا تھا تو اس پر پردہ پڑا رہتا تھا، اور جب کسی کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اطہر کی زیارت کا شوق ہوتا تھا، تو وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اجازت لیکر پردہ اٹھاتا اور زیارت سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۷۹)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قبر نہ زیادہ بلند ہو، نہ بالکل زمین کے ہموار اور برابر ہو۔

قبرستان میں تدفین کے انتظار میں بیٹھنا

﴿۱۶۲۱﴾ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃِ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ فَانْتَھَیْنَا اِلَی الْقَبْرِ وَلَمَّا یُلْحَدْ بَعْدُ فَجَلَسَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ وَجَلَسْنَا مَعَہٗ۔ (رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ) وَزَادَ فِیْ اٰخِرِہٖ کَاَنَّ عَلٰی رُؤُسِنَا الطَّیْرَ۔

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۲/۴۵۹، باب فی تسویۃ القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۶۱۲۔ نسائی شریف: ۲/۲۱۹، باب الوقوف للجنازۃ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۲۰۰۰۔ ابن ماجہ شریف: ۱۱۱، باب ماجاء فی الجلوس فی المقابر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۵۴۹۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری شخص کے جنازہ میں گئے، ہم قبر کے پاس گئے، جب کہ ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی، چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبلہ رخ ہوکر بیٹھ گئے، اور ہم بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھ گئے۔ (ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ) اور ابن ماجہ نے اخیر میں یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں: ”کان علی رؤسنا الطیر“

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

یعنی ہم اس طور پر بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

فوائد: (۱)......معلوم ہوا کہ قبرستان میں قبر کے تیار ہونے کے انتظار میں بیٹھنا درست ہے۔

(۲)......مگر قبلہ رخ بیٹھنا خاموش اور وقار کے ساتھ بیٹھنا چاہئے۔

(۳)......غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔مرقاۃ:۲/۳۸۰۔

میت کا احترام

﴿۱۶۲۲﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهٖ حَيًّا۔ (رواه مالك وابو داؤد وابن ماجة)

حوالہ: مؤطا امام مالک:۸۳، باب ماجاء في الاختفاء، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۵۶۴۔ابو داؤد شریف:۲/۴۵۷، باب في الحفار يجد العظم، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۳۲۰۷۔ابن ماجه شریف:۱۱۶، باب النهي عن كسر عظام الميت، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۶۱۶۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"کہ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے کہ زندہ کی ہڈی توڑنا۔"

تشریح: میت کی توہین وتذلیل کرنا منع ہے، اور جن امور سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے، ان امور سے مردہ کو بھی تکلیف پہونچتی ہے، اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نے قبروں پر چلنے اور ان پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا ہے، اس لئے کہ اس میں بھی میت کی توہین ہوتی ہے۔

پوسٹ مارٹم کا حکم

اس حدیث پاک اور اس مضمون کی دیگر احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کے جسم کو کاٹنا اور اس کی ہڈیوں کو توڑنا ناجائز و گناہ ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پوسٹ مارٹم بھی حرام ہے، کیونکہ اس میں بھی میت کے اعضاء کو کاٹا جاتا ہے، اور اس کی ہڈی کو توڑا جاتا ہے، البتہ اگر پوسٹ مارٹم کے ذریعہ کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ درپیش ہو تو پھر ممانعت باقی نہ رہے گی، کیونکہ ضابطہ ہے کہ "**الضرورات تبیح المحظورات**" لیکن عام حالات میں اس سے اجتناب لازم ہے۔

قبر میں ہڈی نکل آئے تو کیا کیا جائے؟

سوال: قبر کی کھودائی کے وقت ہڈی نکل آئے تو کیا کیا جائے؟ کیا اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ قبر کھودی جائے؟

جواب: حضرت سہارنپوریؒ نے بذل میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کی تدفین کی غرض سے قبرستان گئے، جب ہم وہاں پہونچے تو قبر کھودی جارہی تھی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے کنارے بیٹھ گئے، گورکن نے قبر کی کھودائی کے دوران ایک ہڈی نکال کر دکھائی، جس کو وہ توڑنے لگا، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو توڑنے سے منع فرمایا، اور اس ہڈی کو اسی قبر میں ایک کنارے دبانے کا حکم فرمایا، معلوم ہوا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کہ جس قبر میں ہڈی نکل آئے تو اس ہڈی کو اسی قبر میں دبا دیا جائے، دوسری قبر کھودنے کی ضرورت نہیں ہے۔(مرقاۃ: ۲/۳۸۰، بذل المجھود:۱۰/۴۹۷)

الفصل الثالث

عورت کا جنازہ قبر میں کون اتارے

﴿۱۶۲۳﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ شَهِدْنَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُدْفَنُ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ اَحَدٍ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ فَقَالَ اَبُوْطَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَا قَالَ فَانْزِلْ فِيْ قَبْرِهَا فَنَزَلَ۔ (رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۱، باب یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۲۸۵۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی تدفین کے وقت موجود تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے قریب زمین پر بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے آج رات اپنی بیوی سے ہمبستری نہ کی ہو، ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں ایسا شخص ہوں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ پھر تم ہی اس کی قبر

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میں اترو، چنانچہ وہ قبر میں اترے۔

تشریح: لم یقارف: علماء نے لکھا ہے کہ خاوند اور محارم، عورت کو قبر میں اتارنے کے لئے بنسبت ان لوگوں کے جو نیک اور صالح تو ہوں مگر غیر محرم ہوں اولیٰ ہیں، تو پھر اس حدیث پر یہ اشکال ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر میں کیوں نہیں اترے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی عذر ہو، جس کی وجہ سے وہ قبر میں نہ اترے ہوں۔ (التعلیق: ۲/۲۵۶)

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ مقصود تھی چونکہ شب میں انہوں نے اپنی باندی سے مجامعت کی تھی جب کہ بیوی سخت بیمار تھیں، اور اس شب میں بیوی نے انتقال فرمایا، اور اہلیہ کی طویل علالت کی وجہ سے وہ معذور بھی ہو سکتے ہیں، اور ان کو یہ احساس بھی نہیں تھا کہ آج ہی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہو جائے گا۔

دفن کے بعد کچھ دیر ٹھہرنا

﴿۱۶۲۴﴾ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِابْنِهٖ وَهُوَ فِيْ سِيَاقِ الْمَوْتِ اِذَا اَنَا مِتُّ فَلَا تَصْحَبْنِيْ نَائِحَةٌ وَلَا نَارٌ فَاِذَا دَفَنْتُمُوْنِيْ فَشُنُّوْا عَلَيَّ التُّرَابَ شَيْئًا ثُمَّ اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِيْ قَدْرَ مَا يُنْحَرُ جَزُوْرٌ وَيُقَسَّمُ لَحْمُهَا حَتّٰى اَسْتَانِسَ بِكُمْ وَاَعْلَمَ مَاذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّيْ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۷۶، باب کون الاسلام، یهدم ماقبله

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وکذا الحج والھجرۃ، کتاب الایمان، حدیث نمبر:۱۲۱۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ سے جان کنی کی حالت میں فرمایا: کہ جب میں مر جاؤں تو میرے جنازہ کے ساتھ نہ تو کوئی نوحہ کرنے والی ہو، اور نہ آگ ساتھ جائے، اور جب تم لوگ مجھ کو دفن کردو تو میری قبر پر مٹی آہستہ ڈالنا، پھر میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، تاکہ میں قبر کے ماحول سے تمہاری وجہ سے مانوس ہو جاؤں، اور جان لوں کہ میں اپنے رب کے قاصد کو کیا پیغام دیتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو رسوم جاہلیت سے احتراز کرنے اور بعد دفن کچھ دیر ٹھہرنے اور دعائے مغفرت کی تاکید کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے رحم وکرم کا معاملہ ہو، اور قبر میں ہونے والے سوالوں کا جواب دینا آسان ہو۔

لاتصحبنی نائحۃ: جنازہ کے ساتھ نوحہ کرنے والی نہ رہے، زمانہ جاہلیت میں جنازہ کے ساتھ رونے والیاں بھی چلا کرتی تھیں، اور اس کو ایک شان کا اظہار سمجھا جاتا تھا، اس لئے خاص طور پر اس سے منع کیا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے سے بھی منع کیا ہے، اور جس جنازہ میں نوحہ کرنے والی ہوں اس میں شرکت سے بھی منع کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تتبع جنازۃ نائحۃ“ [رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کسی جنازہ کے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی ہو۔]

ولا نار: کفار فخر وغرور اور شوکت کے اظہار کے لئے جنازہ کے ساتھ آگ بھی لے کر چلتے تھے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا ہے، البتہ اگر کوئی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

عذر ہے تو آگ جلائی جاسکتی ہے، جیسے کہ رات کے وقت تدفین ہورہی ہے تو روشنی کے لئے آگ درست ہے۔

ثم اقیموا: دفن کے بعد کچھ دیر ٹھہرنے کی تاکید کی، اس لئے کہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے: ''اذا فرغ من دفن الرجل یقیم علیه ویقول استغفروا الله لاخیکم واسألوا له التثبیت'' جب کسی کی تدفین سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہوجایا کرتے اور لوگوں سے کہتے کہ اپنے بھائی کے لئے دعاء مغفرت کرو، اور اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔ (مرقاۃ:۲/۳۸۱)

دفن کے بعد سورہ بقرہ کا اول آخر پڑھنا

﴿۱۷۲۵﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ إِلٰی قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَءُ عِنْدَ رَأْسِهٖ فَاتِحَةُ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ۔ (رواه البیهقی فی شعب الایمان) وَقَالَ وَالصَّحِيْحُ اَنَّهٗ مَوْقُوْفٌ عَلَيْهِ۔

حواله: بیهقی فی شعب الایمان: ۷/۱۶، باب فی الصلوة علی من مات من اهل القبلة، حدیث نمبر: ۹۲۹۴۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ: جب تم میں سے کوئی شخص وفات پائے تو تم لوگ اس کو روک کر مت رکھو، اس کو قبر تک پہونچانے میں جلدی کرو، اور

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میت کے سرہانے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پائنتی میں سورۂ بقرہ کی آخری آیات تلاوت کی جانی چاہئے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں یہ روایت نقل کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر موقوف ہے۔

تشــریح: میت کے انتقال کے بعد بلاوجہ تاخیر نہ کرنا چاہئے، انتقال کے فوراً بعد ہی تجہیز و تکفین کے انتظامات شروع کردینا چاہئے، اور جنازہ لے کر چلتے وقت بھی تیز قدموں سے چلنا چاہئے۔

دفن کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہوکر سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات **"اولـئک هـم الـمفلحون"** تک اور پائنتی کی طرف سورۂ بقرہ کی آخری آیات **"آمـن الرسول"** سے سورت کے ختم تک پڑھنا مستحب ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۸۱، التعلیق: ۲/۲۵۷)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی کی قبر پر آنا

﴿۱۶۲۶﴾ وَعَنِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّیَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ بِالْحُبْشِیِّ وَهُوَ مَوْضِعٌ فَحُمِلَ اِلٰی مَکَّةَ فَدُفِنَ بِهَا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَتْ:

وَکُنَّا کَنَدْمَانَیْ جَذِیْمَةَ حِقْبَةً
مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰی قِیْلَ لَنْ یَّتَصَدَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا کَاَنِّیْ وَمَالِکاً
لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَیْلَةً مَّعاً

ثُمَّ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَوْ حَضَرْتُكَ مَادُفِنْتَ اِلَّا حَیْثُ مُتَّ وَلَوْ شَهِدْتُّكَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مَازُرْتُكَ۔ (رواہ الترمذی)

حوالہ: ترمذی شریف: ۲۰۳/ ۱، باب ماجاء فی زیارۃ القبور للنساء، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۰۵۵۔

ترجمہ: حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال مقام ''حبشی'' میں جو کہ ایک موضع ہے میں ہوا، تو آپ کی لاش مکہ لائی گئی، اور ان کو وہاں دفن کیا گیا، جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج کے لئے مکہ تشریف لائیں تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی قبر پر آ کر یہ اشعار پڑھے: ''کنا کندمانی الخ'' [ہم اور تم جذیمہ کے دو ہمنشینوں کی طرح اتنی مدت دراز تک ساتھ رہے کہ لوگ کہنے لگے کہ یہ جدا نہ ہوں گے، لیکن جب میں اور مالک طویل مدت تک ساتھ رہنے کے باوجود جدا ہوئے تو ایسا لگا کہ ہم نے ایک رات بھی اکٹھا نہیں گذاری، یہ اشعار پڑھ کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اگر اس وقت میں موجود ہوتی تو تمہیں وہیں دفن کیا جاتا جہاں تمہارا انتقال ہوا تھا، اور اگر میں موت کے وقت تمہارے پاس موجود ہوتی تو اس وقت تمہاری قبر کی زیارت کو نہ آتی۔

تشریح: توفی عبدالرحمن بن ابی بکر بالحبشی: حبشی مکہ سے قریب جگہ کا نام ہے، جوہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک پہاڑ کا نام ہے، جو کہ مکہ کے نشیب میں واقع ہے۔ (مرقاۃ:۳۸۳/۲، التعلیق:۲/۲۵۷)

وکنا کندمانی: یہ دونوں اشعار متمم بن نویرہ کے ہیں[1]، جو کہ اس نے اپنے

[1] مرقاۃ:۳۸۳/۴، میں ''شمستی'' کے حوالہ سے شاعر کا نام تمیم لکھا گیا ہے۔ اشعۃ اللمعات:۶۹۸/۱ میں بھی اسی طرح نقل کر دیا گیا ہے، لمعات، التعلیق الصبیح اور مشکوۃ شریف کے حاشیہ میں بھی اسی طرح ہے، لیکن یہ مرقاۃ کے کسی قدیم ناسخ کا سہو معلوم ہوتا ہے، یہ شاعر متمم بن نویرہ ہیں، یہ عربی زبان کے مشہور مرثیہ گو شاعر ہیں، ان کے ایک بھائی کا نام مالک تھا، یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں..... (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے، اس کا بھائی مالک واقعۂ ردت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک لشکری حضرت ضرار ابن الازور کے ہاتھوں قتل ہوا تھا، متمم کو اپنے بھائی مالک سے بہت محبت تھی، اس نے بھائی کی محبت میں بہت سے قصائد مرثیہ کے طور پر کہے تھے، فن ادب میں مراثی کا بلند مقام ہے، مذکورہ اشعار میں متمم نے اپنے آپ کو اور اپنے بھائی کو جذیمہ بادشاہ کے دو اہم ہم نشینوں کے مانند قرار دیا ہے، جذیمہ عراق کے ایک بادشاہ کا نام ہے، اس کے دو مصاحب تھے: (۱) مالک۔ (۲) عقیل۔ یہ دونوں چالیس سال تک ساتھ رہے، ان دونوں میں اتنی محبت تھی کہ یہ طولِ رفاقت میں ضرب المثل بن گئے تھے۔ شاعر کہہ رہا ہے کہ میں اور میرا بھائی جذیمہ کے دو ہم نشینوں کی طرح ایک طویل عرصہ تک اکٹھے رہے ہیں، ہماری اس لمبی رفاقت کی وجہ سے یہ کہا جانے لگا تھا کہ یہ دونوں کبھی بھی جدا نہیں ہوں گے، لیکن جب ہم میں جدائی ہوئی تو یوں محسوس ہونے لگا کہ ہم کبھی تھوڑا سا عرصہ بھی ایک ساتھ نہیں رہے۔ (اشرف التوضیح)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی کے ساتھ طول رفاقت اور قلبی محبت کے اظہار کے لئے ہی ان اشعار کو پڑھا تھا۔

وما دفنت الا حيث مت: معلوم ہوا جہاں انتقال ہو اسی جگہ دفن کرنا افضل ہے، وہاں سے دوسری جگہ منتقل کرنا پسندیدہ نہیں ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی لئے اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)...... حروب ردت وغیرہ کے اندر مارا گیا تھا، متمم بن نویرہ نے اس کے بہت سے مرثیے کہے ہیں، اور یہ مراثی قدیم عربی ادب کے اندر ایک خاص مقام رکھتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے مرثیے یاد کرتے تھے، انہی مراثی میں سے ان کے یہ دو شعر بھی ہیں، حافظؒ نے صراحۃً ان کی نسبت متمم کی طرف کی ہے۔ (الاصابہ: ۳/۳۶۰) متمم و مالک کے متعلق مزید دیکھئے: الاصابہ: ۳/۳۶۰،۳۵۷، الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۳/۳۷۸۔ (اشرف التوضیح)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ولو شهدتک مازرتک الخ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زیارت قبر کا عذر بیان کیا کہ میں وفات کے وقت چونکہ موجود نہ تھی اس لئے قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہوگئی ہوں، اگر وقت وفات موجود ہوتی تو قبر کی زیارت کو نہ آتی، معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کے لئے قبروں کی زیارت کو پسند نہیں فرماتی تھیں، اس لئے کہ جو عورتیں کثرت سے قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں ان پر حدیث شریف میں لعنت کی گئی ہے۔

فائدہ: (۱)......اس سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دین پر پختگی کا اندازہ ہوا۔

(۲)......جذبہ اصلاح کا اندازہ ہوا، کہ کوئی چیز خلاف سنت ہرگز گوارا نہ تھی، اور جس چیز کو خلاف سمجھتی تھیں اس کی اصلاح کی فکر فرماتی تھیں۔ جزاها الله تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمين خيرا الجزاء.

میت کو سر کے بل قبر میں اتارنا

﴿١٦٢٧﴾ وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ سَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْداً رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ وَرَشَّ عَلٰى قَبْرِهٖ مَاءً۔ (رواه ابن ماجة)

حواله: ابن ماجه شريف: ١١١، باب حثو ماجاء في ادخال الميت القبر، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ١٥٢٥۔

ترجمہ: حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت کو سر کی طرف سے آہستہ آہستہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کھینچتے ہوئے قبر میں داخل کیا، اوران کی قبر پر پانی چھڑکا۔

تشریح: سل رسول اللہ ﷺ: میت کو قبر میں اتارنے کا جو اصل طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ میت کو قبر میں قبلہ کی جانب سے اتارا جائے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کبھی اس کے خلاف بیان جواز یا عذر کی وجہ سے کیا ہے۔ تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔ (مرقاۃ: ۲/۳۸۳)

مٹی ڈالنے کا طریقہ

﴿۱۶۲۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ ثُمَّ اَتَی الْقَبْرَ فَحَثٰی عَلَیْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ ثَلَاثًا۔ (رواه ابن ماجة)

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۱۱۲/، باب ماجاء فی حثو التراب فی القبر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۵۶۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر اس کی قبر کے پاس آئے، پھر اس کے سرہانے کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین لپ مٹی ڈالی۔

تشریح: قبر جب برابر ہو جائے تو تین مرتبہ مٹی ڈالنا مسنون ہے، اور مٹی سرہانے کی جانب سے ڈالنا بہتر ہے، تین مرتبہ دونوں ہاتھوں میں مٹی بھری جائے، اور دعا پڑھتے ہوئے مٹی ڈالی جائے، پہلی مرتبہ مٹی ڈالتے وقت "منها خلقنكم" دوسری مرتبہ "وفيها نعيدكم" اور تیسری مرتبہ "ومنها نخرجكم تارةً اخرى" پڑھا جائے۔ تفصیل ماقبل میں گذر چکی۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قبر پر ٹیک لگانے کی ممانعت

﴿۱۶۲۹﴾ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَاٰنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِأً عَلٰی قَبْرٍ فَقَالَ لَاتُؤْذِ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ اَوْ لَاتُؤْذِہٖ۔ (رواہ احمد)

حوالہ: مسند احمد. لم یروہ الامام احمد فی المسند ولا غیرہ. ہامش مشکوٰۃ المصابیح جلد الاول:۴۷۸. (دار الفکر بیرو)

ترجمہ: حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: کہ اس قبر والے کو تکلیف مت دو، یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا: کہ اس کو ایذا مت دو۔

تشریح: اصل بات یہ ہے کہ جس طرح زندہ لوگوں کو تکلیف پہونچانا اور ان کی توہین کرنا ممنوع ہے، اسی طرح میت کی توہین اور اس کو ایذا پہونچانا ممنوع ہے، قبر پر ٹیک لگانے میں میت کی توہین ہوتی ہے، اور اس توہین سے اس کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر ٹیک لگانے سے منع فرمایا۔

علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں: "لایھان میتا کما لا یھان حیا" یعنی جن امور سے زندہ کی توہین ہوتی ہے، ان امور سے مردہ بھی اہانت محسوس کرتے ہیں، لہٰذا جس طرح زندوں کی توہین کرنے سے گریز کرنا لازم ہے، اسی طرح مردوں کی توہین کرنے سے بھی بچنا ضروری ہے۔ (طیبی:۳/۴۰۵)

■

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

باب البکاء علی المیت

(میت پر رونے کا بیان)

رقم الحدیث: ۱۶۲۹/تا۱۶۶۹۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب البکاء علی المیت

(میت پر رونے کا بیان)

کسی کی وفات پر دل کا غمگین ہونا اور آنکھوں کا اشکبار ہونا عین فطرت انسانی ہے، لہٰذا رونا اور غمگین ہونا قابل مذمت عمل نہیں ہے، نوحہ و ماتم کرنا، گریبان پھاڑنا، سینہ کوبی کرنا، ممنوع ہے، اس عمل کو انجام دینے والے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں، صبر کرنے والے کے لئے اجر وثواب بھی ہے، جن کے چھوٹے بچے اس دنیا سے والدین کی حیات میں رخصت ہو گئے اور والدین نے صبر کیا تو ان کے لئے جنت کی بشارت بھی ہے۔

میت پر نوحہ تین وجہ سے ممنوع ہے

(۱)...... یہ چیزیں ہیجان پیدا کرتی ہیں، جس کا کوئی عزیز فوت ہوگیا تو وہ مریض کے درجہ میں ہے، جس طرح مریض کا علاج بہتر ہے، اور اس کے مرض میں اضافہ کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے، اس طرح مصیبت زدہ کے حق میں جو بات بہتر ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے، اور جو چیز اس کو تکلیف پہونچائے اس سے گریز کرنا چاہئے، ظاہر

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بات ہے کہ حادثہ کے کچھ وقفہ کے بعد مصیبت زدہ کا ذہن ادھر سے ہٹنے لگتا ہے، لہٰذا اس صدمہ پر روتے رہنے اور بالقصد اس کا ذکر کرتے رہنے سے پسماندگان کو کبھی چین نہیں ملے گا۔

(۲)...... اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنا ضروری ہے، نوحہ و ماتم اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر شکوہ شکایت کا ذریعہ بنتا ہے، لہٰذا اس سے رکنا ضروری ہے۔

(۳)...... زمانۂ جاہلیت میں لوگ بناوٹی طور پر نوحہ و ماتم کرتے تھے، اور غم کا اظہار کرتے تھے، اس جاہلانہ رسم سے بچنے کے لئے ہماری شریعت نے مکمل طور پر نوحہ و ماتم پر پابندی عائد کردی۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ)

میت پر رونے کی اجازت کی حکمت

چونکہ حادثہ پیش آنے کے وقت آنکھوں سے آنسو نکلنا رقت قلب کا نتیجہ ہے، اور حزن وملال کا طاری ہونا ایک فطری امر ہے، لہٰذا اس سے روکنا نفس کو ایسی چیز کا مکلف بنانا ہے، جو طاقت سے باہر ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف رونے کی اجازت دی ہے، بلکہ حادثہ کے وقت خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھیں بھی اشکبار ہوئی ہیں۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

﴿الفصل الاول﴾

رنج کے موقعہ پر رونا

﴿۱۶۳۰﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ سَیْفٍ الْقَیْنِ وَکَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاھِیْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْرَاھِیْمَ فَقَبَّلَہٗ وَشَمَّہٗ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَیْہِ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاِبْرَاھِیْمُ یَجُوْدُ بِنَفْسِہٖ فَجَعَلَتْ عَیْنَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَہٗ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ یَاابْنَ عَوْفٍ! اِنَّھَا رَحْمَۃٌ ثُمَّ اَتْبَعَھَا بِاُخْرٰی فَقَالَ اِنَّ الْعَیْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ یَحْزَنُ وَلَانَقُوْلُ اِلَّا مَایَرْضٰی رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۴، باب قول النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم "انا بفراقک یا براھیم لمحزونون"، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۳۰۳۔مسلم شریف: ۲/۲۵۴، باب رحمۃ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم الصبیان و العیال، کتاب الفضائل، حدیث نمبر:۲۳۱۵۔

حل لغات: ظئرا دایہ، دایہ کے شوہر کو بھی "ظئر" کہتے ہیں، "قبلہ" باب تفعیل سے بوسہ لینا، "شمہ" (ن) سے سونگھنا۔ "یجود" (ن) جودا بنفسہ عند الموت مرنے کے قریب ہونا۔ "تذرفان" ذرف (س) ذرفا، "الدمع" آنسو بہنا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دایہ کے شوہر ابو سیف قین کے گھر آئے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کو گود میں لے کر پیار کیا، اور ان کو سونگھا، اس کے بعد ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پھر ان کے گھر گئے، اس وقت جب کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حالت نزع میں تھے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے اشک جاری تھے، اس موقعہ پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ یہ اللہ کی رحمت ہے، اے ابن عوف! پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ آنکھ سے آنسو جاری ہیں، دل بے چین ہے، اس کے بعد باوجود ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے، اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے غمگین ہیں۔

تشریح: علی ابی سیف القین: آپ کا نام براء تھا، پیشہ سے لوہار تھے، اور اہلیہ کا نام خولہ بنت منذر تھا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دایہ تھیں، اور آپ کی تربیت میں فرزند رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرورش پا رہے تھے، اور آپ ہی کے یہاں ۱۶ ریا ۱۷ ر مہینہ کی عمر میں حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۸۳، التعلیق: ۲/۲۵۸)

فقبلہ و شمہ: اس سے یہ معلوم ہوا کہ بچوں سے محبت کرنا اور ان سے نرمی وشفقت کا برتاؤ کرنا ان کو چومنا، بوسہ دینا سنت ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۸۳)

وانت یا رسول اللہ!: یعنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نے آنسو جاری ہونے کو صبر اور رضا بالقضاء کے خلاف سمجھ کر بطور تعجب عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں؟ اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "انھا رحمة" [کہ یہ رونا تقاضائے رحمت ہے۔] اللہ تعالیٰ نے جو بچوں کی محبت وشفقت دلوں میں رکھی ہے اس کا تقاضا ہے کہ بچے کے انتقال پر رنج ہو، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوں، آنکھوں سے آنسو جاری ہونا غیر اختیاری ہے، نہ یہ کوئی جرم ہے نہ یہ صبر کے خلاف ہے، نہ اس پر کوئی گرفت ہے۔ "ان العین تدمع والقلب یحزن" [آنکھ آنسو بہاتی ہے، دل رنجیدہ ہے۔] اس پر گرفت نہیں، گرفت تو اس وقت ہے جب کہ زبان سے شکوہ شکایت کیا جائے "ولا نقول الا مایرضی ربنا" [ہم زبان سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کہتے۔] یعنی زبان سے نہ کوئی شکوہ ہے نہ شکایت ہم اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ہر طرح راضی ہیں اس لئے اس حالت میں صرف آنکھوں سے آنسو جاری ہونے سے کوئی حرج نہیں۔

فوائد: حدیث پاک سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(۱)...... رنج کے موقعہ پر رنجیدہ ہونے دل غمگین ہونے آنکھوں سے آنسو جاری ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۲)...... زبان سے شکوہ شکایت کرنا ممنوع ہے۔

(۳)...... دل میں بھی کوئی شکوہ نہیں ہونا چاہئے، بلکہ دل اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر پوری طرح راضی ہو۔

(۴)...... البتہ اس میں اختلاف ہے کہ رنج وغم کے موقعہ پر تقدیر خداوندی پر کمال رضا وخوشنودی کے اظہار کے لئے رنج وغم کا اظہار نہ کرنا یہ زیادہ اعلیٰ ہے۔ یا کمال رضا وخوشنودی کے باوجود رنج وغم کا اظہار کرنا زیادہ اعلیٰ ہے، یہ فیصلہ کرنا تو بڑے حضرات کا کام ہے، باقی عدل وانصاف کا مقتضی اور انسانیت کا وصف کمال تو یہ معلوم ہوتا ہے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کہ ہر حالت اور ہر وقت کا حق ادا کیا جائے۔ رنج کے موقعہ پر رنج کا اظہار ہو، فرحت ومسرت کے موقعہ پر خوشی کا اظہار، یہی کی عبدیت اور اقرب الی السنۃ ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ بذل: ۱۰/۳۹۷، مرقاۃ: ۲/۳۸۴۔

ایضاً

﴿۱۶۳۱﴾ وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَرْسَلَتْ ابْنَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِ أَنَّ ابْنًا لِيْ قُبِضَ فَأْتِنَا فَأَرْسَلَ يَقْرَأُ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ إِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ فَأَرْسَلَتْ إِلَيْهِ تُقْسِمُ عَلَيْهِ لَيَأْتِيَنَّهَا فَقَامَ وَمَعَهُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَرِجَالٌ فَرُفِعَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّبِيُّ وَنَفْسُهُ تَتَقَعْقَعُ فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ سَعْدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَا هٰذَا فَقَالَ هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ فَإِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ. (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۱/۱۷۱، باب قول النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اهله علیه، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۲۸۴۔ مسلم شریف: ۱/۳۰۱، باب البکاء علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۲۳۔

ترجمه: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خبر بھیجی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائیں، میرا بچہ قریب المرگ ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہلا بھیجا کہ تم جاکر میرا سلام کہہ کر یہ کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا، ہر چیز کی اس کے یہاں عمر مقرر ہے، لہٰذا بندہ کو صبر کرنا چاہئے، اور ثواب کی امید رکھنی چاہئے، صاحبزادی نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ قسم دیتی ہیں کہ ضرور تشریف لائیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے، پھر اس بچہ کو اٹھا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ وہ بچہ دم توڑ رہا تھا، یہ منظر دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اس وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ یہ رحمت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحم کھانے والے بندوں پر ہی رحمت نازل کرتا ہے۔''

تشــریح: ارسلت ابنتہ: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جن صاحبزادی کا واقعہ حدیث پاک میں مذکور ہے، وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، بعض نے نقل کیا ہے کہ وہ بچی ''امامہ'' تھیں، جن کی حالت بہت نازک تھی۔

اشــکــال: حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ صاحبزادی ہیں جن سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کیا، اور یہ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کے وقت بھی زندہ تھیں، پھر کیسے ان کی وفات کا ذکر حدیث میں ہے؟

جواب: حدیث باب کا حاصل یہ ہے کہ وہ قریب المرگ تھیں، لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا عطا فرمادی تھی، اور پھر ان کی طویل عمر ہوئی۔ (فتح الملہم: ۲/۴۷۰)

ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی: یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیز عطا کی تھی، وقت موعود پر اگر اس چیز کو واپس لے لیا ہے تو اس پر جزع فزع کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ جس شخص کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے ایک متعین وقت کے لئے پھر وہ شخص اپنی چیز واپس لینا چاہے تو امین کو جزع فزع کرنا مناسب نہیں اس لئے کہ صاحب مال کو اپنا سامان واپس لینے کا حق ہے۔ (مرقاۃ: ج ۲/۳۸۴)

فقال یا رسول اللہ! ماھذا؟: یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ گمان کیا کہ رونے کی تمام صورتیں حرام ہیں، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاید کہ بھول گئے ہیں اس لئے نواسی کے غم میں رو رہے ہیں، چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے اس خیال کی تردید کی، اور انہیں بتایا کہ محض آنسوؤں کے ساتھ رونا یہ حرام نہیں ہے، بلکہ یہ تو رحمت ہے، اور اللہ تعالیٰ یہ صفت اپنے ان بندوں میں رکھتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں، اور غمی کے وقت رونا جو حرام ہے، وہ اس وقت ہے جب کہ نوحہ کے ساتھ ہو، میت کے محاسن وفضائل بیان کر کر کے رویا جائے، گریبان کو چاک کیا جائے، رخساروں کو پیٹا جائے۔ وغیرہ وغیرہ (بذل المجہود: ۱/۳۹۶، مرقاۃ: ۲/۳۸۵)

اہل میت کا رونا میت کے لئے باعث عذاب ہے

﴿۱۶۳۲﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قَالَ اشْتَكىٰ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ شَكْوىً لَهٗ فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُوْدُهٗ مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمْ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ وَجَدَهٗ فِيْ غَاشِيَةٍ فَقَالَ قَدْ قُضِيَ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَبَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَى الْقَوْمُ بُكَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَوْا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ بِدَمْعِ الْعَيْنِ وَلَا بِحُزْنِ الْقَلْبِ وَلٰكِنْ يُعَذِّبُ بِهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى لِسَانِهٖ اَوْ يَرْحَمُ وَاِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ۔ (متفق عليه)

حواله: بخاری شریف: ۱/۱۷۴، باب البكاء عند المريض، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۳۰۴، مسلم شریف: ۱/۳۰۱، باب البكاء على الميت، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۲۴۔

حل لغات: اشتكى باب افتعال سے، بیمار ہونا، غاشية غشى (س) غشا الموت فلاں کو موت نے آ پکڑا، المغشى عليه بے ہوش۔ قضى يقضى (ض) قضاء پورا کرنا، بكى (ض) بكاء رونا۔ دمع ج: دموع آنسو۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے، تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ عیادت کے لئے تشریف لے گئے، جب ان کے گھر پہونچے تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے گھر میں (بے ہوشی کی حالت میں) پایا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا سعدؓ کا انتقال ہوگیا؟ لوگوں نے کہا کہ نہیں اے اللہ کے رسول! اس وقت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رو پڑے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روتے دیکھا تو وہ بھی رو پڑے، اس پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کیا تم لوگوں نے یہ نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ سے آنسو نکلنے پر اور دل کے غم پر عذاب نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے عذاب دیتا ہے یا رحم فرماتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا، اور گھر والوں کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب ہوتا ہے۔''

تشریح: اس مضمون کی متعدد احادیث صحیحہ مروی ہیں چونکہ ان کا تعارض آیت کریمہ ''ولا تزر وازرة وزر اخریٰ'' [اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔] (آسان ترجمہ) سے ہو رہا ہے، اور اسی وجہ سے اس مسئلہ میں حضرات فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس حدیث کا انکار کیا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسیان کی نسبت کی کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک یہودی عورت کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ اس عورت کو کفر کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے، اور اس کے گھر والے اس کو رو رہے ہیں۔ مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات یاد نہیں رہی، اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہر مردے کو اس کے عزیز و اقارب کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیت کریمہ ''ولا تزر وازرة وزر اخریٰ'' سے استدلال کیا ہے کہ ہر آدمی اپنے کئے کی سزا بھگتے گا لہٰذا دوسرے کے رونے کی وجہ سے میت کو عذاب کیوں دیا جائے گا، لیکن عذاب دیئے جانے کی روایات مختلف سندوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے منقول ہیں، اس لئے اس کا انکار ممکن نہیں ہے، اسی وجہ سے علماء نے اس کی توجیہات

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بیان کیں، جن میں سے چند کو نقل کیا جاتا ہے۔

(۱)...... جمہور علماء یہ کہتے ہیں اور یہی زیادہ راجح قول ہے کہ "ان المیت یعذب ببکاء اھلہ" یہ اس شخص کے متعلق ہے جس نے بوقت موت اس پر بکاء اور نوحہ وغیرہ کرنے کی وصیت کی ہو، جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اس طرح کی وصیت کیا کرتے تھے، چنانچہ مرنے کے بعد اگر اس کی وصیت کو پورا کیا گیا تو اس کو اس کی وصیت کی وجہ سے عذاب دیئے جانے کو بتایا گیا ہے، اس لئے کہ وہی اس کا سبب بنا، لہٰذا اب آیت سے کوئی تعارض نہیں ہوگا۔

(۲)...... داؤد ظاہری کا قول یہ ہے کہ ترک نوحہ کے لئے وصیت کرنا واجب ہے، جب کہ اسے معلوم ہے کہ اس کے گھر والے نوحہ کریں گے، لہٰذا جس نے وصیت نہیں کی اس کو ترک واجب کی وجہ سے عذاب ہوگا۔

(۳)...... امام بخاری نے یہ توجیہ کی ہے کہ "ان المیت یعذب" اس شخص کے ساتھ خاص ہے جس کا طریقہ نوحہ کرنا ہو، لہٰذا اگر اس کا طریقہ نوحہ وغیرہ کرنے کا نہیں تو اس میں یہ داخل نہیں ہے۔ (التعلیق: ۲/۳۵۹، مرقاۃ: ۲/۳۸۶)

اظہار غم کا غیر شرعی طریقہ

﴿۱۶۳۳﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔ (متفق علیه)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۲، باب لیس منا من شق الجیوب،

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۲۹۴۔مسلم شریف: ۷۰/ ۱، باب تحریم ضرب الخدود، کتاب الایمان، حدیث نمبر:۱۰۳۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو منہ پیٹے، گریبان چاک کرے، اور جاہلیت کے طور طریقوں کو اپنائے۔''

تشریح: غیر اسلامی طریقہ سے اظہار غم کرنا حرام اور ممنوع ہے، غیر اسلامی طریقہ سے اظہار غم میں نوحہ، ماتم، سینہ کوبی، گریبان پھاڑنا بالوں کو بکھیرنا سب داخل ہیں، جو شخص مذکورہ طریقے سے اظہار غم کرے گا اس کا اسلامی معاشرہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

لیس منا: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ "لیس من ھدینا'' یعنی مذکورہ طریقہ پر غم کا اظہار کرنے والا مسلمانوں کے طریقہ پر چلنے والا نہیں ہے، وہ تو کافروں کے روش اپنانے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد زجر وتوبیخ کی بنا پر ہے، اس لئے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ گناہ سے مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ (مرقاۃ:۲/۳۸٦، التعلیق:۲/۲۵۹)

نوحہ کرنے کی ممانعت

﴿۱٦۳۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ قَالَ اُغْمِیَ عَلٰی اَبِیْ مُوْسٰی فَاَقْبَلَتْ امْرَاَتُہٗ اُمُّ عَبْدِاللّٰہِ تَصِیْحُ بِرَنَّۃٍ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِیْ وَکَانَ یُحَدِّثُہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَصَلَقَ وَخَرَقَ۔ (متفق علیہ) وَلَفْظُہٗ لِمُسْلِمٍ۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حوالہ: بخاری شریف: ۱۷۳/۱، باب ماینهی عن الحلق عند المصیبة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۲۹۶۔ مسلم شریف: ۷۰/۱، باب تحریم ضرب الخدود، کتاب الایمان، حدیث نمبر:۱۰۴۔

ترجمہ: حضرت ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مرض الوفات میں غشی طاری ہوئی، تو ان کی بیوی ام عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چلا کر رونے لگیں، پھر جب ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوش آیا اور انہوں نے بیوی کو روتے ہوئے دیکھا تو کہا کیا تمہیں معلوم نہیں، راوی کہتے ہیں اس وقت حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ حدیث بیان کرنے لگے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ میں اس شخص سے بری ہوں جو اپنے سر کے بال منڈوائے، اور چلا کر روئے، اور اپنے کپڑوں کو پھاڑے۔'' (بخاری ومسلم) روایت کے الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔

تشریح: میت پر نوحہ کرنا، بال وغیرہ منڈوانا یہ کافروں کا شعار ہے، مسلمانوں کو اس سے گریز کرنا چاہئے، لوگوں کو اس سے منع کرنا چاہئے، اور اس سے براءت کا اظہار کرنا چاہئے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ میں اس عمل سے بے زار ہوں، جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے زار ہیں۔ (التعلیق: ۲۶۰/۲، مرقاۃ: ۳۸۷/۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف کوئی طریقہ کسی حالت میں بھی گوارا نہیں تھا۔

نوحہ کرنے پر سزا

﴿۱۶۳۵﴾ وَعَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَايَتْرُكُوْنَهُنَّ الْفَخْرُ فِي الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّيَاحَةُ وَالنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ۔ (رواه مسلم)

حواله: مسلم شريف: ۳۰۳/ ۱، باب التشديد في النياحة، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۳۴۔

ترجمه: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ چار چیزیں میری امت میں زمانۂ جاہلیت کی ہیں، لوگ انہیں ترک نہ کریں گے: (۱) حسب پر فخر کرنا۔ (۲) دوسروں کے نسب پر طعن کرنا۔ (۳) ستاروں سے بارش طلب کرنا۔ (۴) نوحہ کرنا۔“ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ”نوحہ کرنے والی نے اگر مرنے سے پہلے توبہ نہیں کی تو وہ قیامت میں اس حال میں ہوگی کہ اس پر گندھک کا لباس اور کھجلی کا کرتا ہوگا۔“

تشریح: اس حدیث پاک میں جن باتوں کا تذکرہ ہے وہ باتیں اسلامی نہیں ہیں، یہ غیر اسلامی چیزیں ہیں، اسلام نے حسب ونسب کو عزت وذلت کا معیار نہیں بنایا ہے، لہٰذا اگر کوئی صرف حسب ونسب کی بنا پر اپنے کو معزز سمجھتا ہے، اور دیگر خاندان کے لوگوں کو ذلیل سمجھتا ہے، تو وہ غیر اسلامی طریقہ پر عمل کرتا ہے، اسی طرح اسلامی طریقہ یہ ہے کہ بارش محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے، اب اگر کوئی ستاروں کی چالوں کا اس میں داخل مانتا ہے، تو وہ مشرکانہ عقیدہ اپناتا ہے، نیز مردوں پر نوحہ کرنا یہ کافروں کا عمل ہے، اس سے گریز کرنا چاہئے، اور سابقہ عمل پر توبہ کرنا چاہئے، اور اگر توبہ کی توفیق نہ ملی تو سخت سزا مقدر ہوگی۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

لا یترکونھن: مطلب یہ ہے کہ مکمل طور پر ان خصلتوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ کچھ اگر چھوڑیں گے تو کچھ لوگ اس کو اپنائیں گے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔(التعلیق:۲/۲۶۰،مرقاۃ:۲/۳۸۷)

صبر کامل کیا ہے؟

﴿۱۶۳۶﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِامْرَأَۃٍ تَبْکِی عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ اتَّقِی اللّٰہَ وَاصْبِرِیْ قَالَتْ اِلَیْکَ عَنِّیْ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِیْبَتِیْ وَلَمْ تَعْرِفْہُ فَقِیْلَ لَھَا اِنَّہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَتْ بَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَہٗ بَوَّابِیْنَ فَقَالَتْ لَمْ اَعْرِفْکَ فَقَالَ اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۱، باب زیارۃ القبور، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۲۸۳۔مسلم شریف: ۱/۳۰۲، باب فی الصبر علی المصیبة عند الصدمة الاولیٰ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۲۶۔

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گذرے جو قبر کے پاس بیٹھی رو رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر، اس عورت نے جواب دیا آپ! یہاں سے ہٹ جائیں، آپ! پر مجھ جیسی مصیبت نہیں پڑی ہے، اور اس عورت نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانا نہیں، لوگوں نے اس کو بتایا کہ یہ تو حضور

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے، تو وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دروازہ پر آئی، اور وہاں کسی دربان کو نہیں پایا، اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: صبر تو صدمہ کی ابتداء ہی میں ہوتا ہے۔

تشــریح: جس صبر کی قرآن واحادیث میں تعریف کی گئی ہے اور جس پر بشارت سنائی گئی ہے وہ صبر ہے جو صدمہ کے شروع میں کیا جائے ورنہ آہستہ آہستہ تو صبر آ ہی جاتا ہے۔

شاید اس عورت نے اس سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی تھی، یا شدت غم کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچان نہیں سکی، لہٰذا اس نے یوں کہہ دیا کہ آپ اپنا کام کریں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صبر کی تلقین اس وجہ سے کر رہے ہیں میری جیسی مصیبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آئی ہی نہیں، اگر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی میرے جیسے غم سے دوچار ہوتے تو صبر کی تلقین نہ کرتے۔

فاتت باب النبی صلی اللہ تعالی علیہ و سلم: پھر وہ عورت حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کوتاہی کی معذرت کی خاطر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ (فتح الملہم: ۲/۴۷)

الصبر عنہ الصدمۃ الاولی: جوں ہی مصیبت پڑے اسی وقت صبر کرنا کمال کی بات بھی ہے، اور اسی پر ثواب بھی ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں کہ جو صبر کہ دشوار ہے، اور جس پر ثواب بھی بہت زیادہ ہے، مصیبت کے وقوع کے وقت ہے، ورنہ مصیبت پر آخر کار صبر آ ہی جاتا ہے۔ (فتح الملہم: ۲/۴۷، التعلیق: ۲/۲۶۱، مرقاۃ: ۲/۳۸۸)

فائدہ: معلوم ہوا کہ ناواقف لوگوں کی کوتاہیوں کو درگذر کر دینا چاہئے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تین بچوں کی موت پر صبر کا اجر

﴿۱۶۳۷﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَمُوْتُ لِمُسْلِمٍ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَیَلِجَ النَّارَ اِلَّا تَحِلَّةَ الْقَسَمِ۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۲/۹۸۵، باب قول الله تعالیٰ واقسموا بالله جهد ایمانهم، کتاب الایمان والنذور. حدیث نمبر: ۶۶۵۶۔ مسلم شریف: ۲/۳۳۰، باب فضل من یموت له ولد فیحتسبه، کتاب البر والصلة والادب، حدیث نمبر: ۲۶۳۲۔

ترجمه: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اگر کسی مسلمان کے تین بچے فوت ہو گئے تو وہ قسم حلال کرنے کے لئے ہی صرف آگ تک پہونچے گا۔''

تشریح: فیلج النار الا تحلة القسم: قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وان منکم الا واردها'' مطلب یہ ہے کہ جہنم پر سے ہر ایک کو گذرنا ہے، چاہے پلک جھپکنے کے بقدر ہی کیوں نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات قسم کھا کر فرمائی ہے، چنانچہ مفسرین لفظ ''و اللہ'' کو مقدر مانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ عبارت یوں ہے: ''وان منکم واللہ الا واردها'' اور لمحہ بھر ہی کیوں نہ ہو، جہنم میں داخل ہونے سے مراد پل صراط سے گذرنا ہے، پل صراط جہنم کے اوپر ہوگا، اور اس پر سے ہر ایک کو گذرنا ہوگا، اب حدیث باب کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے تین بچے فوت ہو گئے اس کو بس اتنی ہی مقدار میں جہنم کا سامنا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کرنا پڑے گا، جس سے اللہ تعالیٰ کی مذکورہ قسم پوری ہو جائے، اور یہ بشارت اس کے لئے ہے جو بچوں کے فوت ہونے پر صبر کرے۔ (التعلیق: ۲/۲۶۲، مرقاۃ: ۲/۳۸۸)

دو بچوں کی وفات پر صبر کا صلہ

﴿۱۶۳۸﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنِسْوَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ لَايَمُوْتُ لِاِحْدَاكُنَّ ثَلٰثَةٌ مِّنَ الْوَلَدِ فَتَحْتَسِبَهٗ اِلَّا دَخَلَتِ الْجَنَّةَ فَقَالَتْ اِمْرَاَةٌ مِنْهُنَّ اَوْ اِثْنَانِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اَوْ اِثْنَانِ۔ (رواہ مسلم) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُمَا ثَلٰثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوْا الْحِنْثَ۔

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۳۰، باب فضل من یموت لہ ولد فیحتسبہ، کتاب البر و الصلۃ والآداب، حدیث نمبر: ۲۶۳۲۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی خواتین سے ارشاد فرمایا: ''کہ تم میں سے کسی خاتون کے تین بچے فوت ہو جائیں اور وہ ثواب کی امیدوار ہو تو اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔'' ان میں سے ایک خاتون نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر کسی کے دو بچے فوت ہوں؟ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ہاں اگر دو بھی فوت ہوئے ہوں۔ (تو بھی یہ بشارت ہے۔) (مسلم) اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ وہ فوت ہونے والے بچے اگر سن بلوغ کو نہ پہنچے ہوں۔

تشریح: گذشتہ حدیث میں باپ کے لئے بشارت تھی، اس حدیث میں ماں کے لئے بشارت ہے، حاصل یہ ہے کہ اگر کسی کے تین بچے بلکہ دو بچے بھی بچپن میں فوت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہو گئے، اور ماں باپ نے صبر کیا، تقدیر الٰہی پر راضی رہے، اور اللہ تعالیٰ سے بہتر بدلہ کی امید رکھی تو یہ دونوں جنت میں جائیں گے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۸۹، التعلیق: ۲/۲۶۲)

عزیز کی وفات پر صبر کا ثواب

﴿۱۶۳۹﴾ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ مَالِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ إِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهٗ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهٗ إِلَّا الْجَنَّةَ۔ (رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۹۵۰، باب العمل الذی یبتغی بہ وجہ اللہ، کتاب الرقاق، حدیث نمبر: ۶۴۲۴۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس بندۂ مومن کے لئے میرے پاس اور جزاء نہیں جب کہ دنیا میں اس کی محبوب شخصیت کو موت سے ہمکنار کرتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرکے جنت کا طالب گار ہوتا ہے، تو اس کے لئے صرف جنت ہی ہے۔''

تشریح: اگر انسان کا کوئی عزیز اس دنیا سے رخصت ہو گیا، جس سے اس کو گہری الفت و محبت تھی اور اس کے وفات پر اس نے صبر کیا تو اس صبر وضبط کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطاء کریں گے۔

اذا قبضت صفیہ: مرنے والا محبوب ہو خواہ لڑکا یا باپ ہو، یا ان کے علاوہ کوئی نہایت ہی قریبی عزیز ہو۔

من اھل الدنیا: دنیا والوں کی قید سے اس بات کا علم ہوا کہ اگر کسی سے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

آخرت کا تعلق ہو یعنی اس سے دینی رشتہ ہو، اور اس کی وفات سے تکلیف پہونچے اور اس پر صبر کرے تو اس کا بدلہ تو بہت ہی بڑا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، جس کے مقابلہ میں ہر اعزاز ہیچ اور کمتر ہے۔

احتسبہ: یعنی دوست کے انتقال پر صبر کر کے عظیم ثواب کی امید رکھتا ہو۔

الا الجنۃ: گذشتہ احادیث میں تین اور دو بچوں کے انتقال پر صبر کا بدلہ جنت بتایا گیا تھا، اس حدیث پاک میں فضل رب کا مزید اظہار ہے کہ ایک عزیز کی موت پر بھی صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائیں گے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۹۰)

﴿الفصل الثانی﴾

نوحہ کرنے والی پر لعنت

﴿۱۶۴۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّائِحَةَ وَالْمُسْتَمِعَةَ۔ (رواه ابوداؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۲/۴۴۶، باب فی النوح، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۲۸۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نوحہ کرنے والی عورت اور نوحہ سننے والی عورت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

تشریح: جو بھی نوحہ گری کو پیشہ بنائے اور میت کے اوصاف بیان کر کر کے روئے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اوررلائے، اور جواس کو برضاو رغبت سنے اور پسند کرے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ رحمت خداوندی سے دور ہے، اور ملعون ہے۔

مومن کا شیوہ صبر وشکر

﴿۱۶۴۱﴾ وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَجَبٌ لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَهٗ خَیْرٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَشَکَرَ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ مُصِیْبَةٌ حَمِدَ اللّٰهَ وَصَبَرَ فَالْمُؤْمِنُ یُؤْجَرُ فِیْ کُلِّ اَمْرِهٖ حَتّٰی فِی اللُّقْمَةِ یَرْفَعُهَا اِلٰی فِیْ اِمْرَاَتِهٖ۔

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حوالہ: بیھقی فی شعب الایمان: ۴/۱۱۶، باب فی تقدیر نعم اللہ عزوجل وشکرھا، حدیث نمبر: ۴۴۸۵۔

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ مؤمن کی عجیب شان ہے، جب اس کوخوشی نصیب ہوتی ہےتو وہ شکرادا کرتا ہے، اور اللہ کی حمد وثنا کرتا ہے، اور اگر وہ کسی مصیبت کا شکار ہوتا ہےتو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرتا ہے، اور صبر کرتا ہے، چنانچہ مؤمن کو اس کے ہر عمل کے عوض میں ثواب دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کے اس لقمہ میں بھی جو وہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔''

تشریح: مؤمن کا ہر جائز عمل اگر حسن نیت کے ساتھ ہوتو وہ عبادت میں شمار ہوتا ہے، اوراس کواپنے عمل پر ثواب ملتاہے، حتیٰ کہ بیوی سے اظہار محبت پر بھی مؤمن کوثواب ملتاہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

شکر : مؤمن کا شیوہ ہے کہ وہ نعمتوں پر شکر بجالاتا ہے، اور مصیبت پر صبر کرتا ہے، حدیث پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آدھا ایمان صبر ہے، اور آدھا ایمان شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "ان فی ذلک لایات لکل صبار شکور" [یقیناً اس واقعہ میں ہر اس شخص کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو صبر وشکر کا خوگر ہو۔] (آسان ترجمہ) حدیث میں شکر کو اس لئے مقدم کیا ہے کہ نعمتیں بہت زیادہ ہیں، اور قرآن میں صبر کو مقدم اس لئے کیا کہ بندہ کو صبر کی زیادہ ضرورت ہے، صبر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)...... صبر علی الطاعة. [اطاعت خداوندی پر جمے رہنا صبر علی الطاعۃ ہے۔]

(۲)...... صبر عن المعصية. [معصیت ونافرمانی سے کلی اجتناب صبر عن المعصیۃ ہے۔]

(۳)...... صبر فی المصيبة. [مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا جزع فزع نہ کرنا صبر فی المصیبۃ ہے۔] (مرقاۃ: ۴/۹۳)

تینوں پر عمل کرنے والا ہی کامل صابر ہے۔

مؤمن کی موت کا رنج

﴿۱۶۴۲﴾ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَلَهٗ بَابَانِ بَابٌ یَصْعَدُ مِنْهُ عَمَلُهٗ وَبَابٌ یَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَا مَاتَ بَکَیَا عَلَیْهِ فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ فَمَا بَکَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ۔ (رواه الترمذی)

حوالہ: ترمذی شریف: ۱۶۱/۲، باب ومن سورة الدخان، کتاب تفسیر القرآن، حدیث نمبر: ۳۲۵۵۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کوئی مؤمن ایسا نہیں ہے کہ جس کے دو دروازے نہ ہوں، ایک دروازہ سے اس کا عمل آسمان پر چڑھتا ہے، اور دوسرے دروازے سے اس کا رزق آسمان سے اترتا ہے، اور اس بندہ کا جب انتقال ہوتا ہے تو یہ دونوں اس کے لئے روتے ہیں، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے فرمان سے سمجھ میں آتی ہے، "**فما بکت علیهم الخ**" ان پر آسمان وزمین روئے نہیں۔''

تشریح: بندۂ مومن نہ صرف اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے، بلکہ مخلوق خدا بھی اس سے محبت کرتی ہے، اور اس کے فیض سے لطف اندوز ہوتی ہے، تو مؤمن کی موت پر آسمان وزمین سب کو غم ہوتا ہے۔

باب یصعد منه عمله: اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مؤمن کا ہر عمل نیک ہوتا ہے، مؤمن کے اعمالِ صالحہ زمین پر لکھ لئے جاتے ہیں، پھر آسمان پر رکھنے کی جگہ پر پہونچائے جاتے ہیں، جس دروازہ سے یہ اعمال صالحہ چڑھتے ہیں وہ دروازہ مؤمن کی وفات کے بعد روتا ہے۔ (مرقاۃ: ۴/۹۴)

فما بکت علیهم: جو لوگ زمین وآسمان کے لئے باعث برکت نہیں ہوتے ان پر زمین وآسمان روتے بھی نہیں ہیں، یہی وجہ ہے کہ کافروں کے مرنے پر آسمان وزمین نہیں روتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ مؤمنوں کے مرنے پر روتے ہیں۔

فوائد: حدیث پاک سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱)...... آسمان ایک حقیقت ہے، جو اس کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں اس سے ان کی تردید ہوجاتی ہے۔

(۲)...... آسمان میں بے شمار دروازے ہیں یہاں تک کہ ہر مومن کیلئے دو دو دروازے ہیں۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۳)...... عمل اور رزق کا دروازہ الگ الگ ہونے سے اس کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے کہ رزق کا عمل سے کوئی تعلق نہیں، رزق تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عطا فرماتے ہیں۔

(۴)...... مومن بندہ اللہ کا محبوب ہوتا ہے، تب ہی تو وہ مخلوق کے نزدیک بھی محبوب ہوتا ہے۔

(۵)...... محبوب کی موت پر رونا عین فطرت ہے، حتی کہ آسمان کے دروازے تک روتے ہیں، پس معلوم ہوا محبوب کی موت پر رونے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اولاد کے فوت ہونے پر ثواب

﴿۱۶۴۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ بِہِمَا الْجَنَّۃَ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ فَمَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِکَ قَالَ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَرَطٌ یَا مُوَفَّقَۃُ فَقَالَتْ فَمَنْ لَمْ یَکُنْ لَہٗ فَرَطٌ مِنْ اُمَّتِکَ قَالَ فَاَنَا فَرَطُ اُمَّتِیْ لَنْ یُّصَابُوْا بِمِثْلِیْ۔ (رواہ الترمذی) وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲۰۴/۱، باب ماجاء فی ثواب من قدم ولدا، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۶۲۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس شخص کے دو بچے انتقال کر گئے ہوں، تو ان بچوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیں گے۔'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں سے جس کا صرف ایک ہی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بچہ فوت ہوا ہو؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ "ہاں اے نیک بخت" پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اور آپ کی امت میں سے جس کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا ہو؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر لوگوں کا فوت شدہ میں ہوں، مجھ جیسی اذیت ان کو نہیں پہونچے گی۔" (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: فرطا من امتی: "فرط" کا مطلب پیش خیمہ، یعنی وہ جو لوگوں کے منزل پر پہونچنے سے پہلے منزل پر پہونچ جائے، تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے ہر طرح کا بہتر سے بہتر انتظام کر سکے، جس شخص کے دو بچے فوت ہو گئے، تو وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے یہاں پیش خیمہ ثابت ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان بچوں سے کہیں گے کہ اپنے والدین کا ہاتھ پکڑ کر ان کو جنت میں داخل کر دو۔

یا موفقۃ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر کسی کا ایک بچہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تو وہ اپنے والدین کے لئے دخولِ جنت کا ذریعہ بنے گا؟ چونکہ اس سوال کے ذریعہ تمام امت کے حق میں شفقت طلب کرنا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دینے کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو "موفقۃ" یعنی نیک بخت قرار دیا۔ جس سے اس طرف اشارہ ہے یہ سوال کرنے کی توفیق ان کو منجانب اللہ ہوئی ہے، اور ان کو اللہ تعالیٰ نے خیر کی بہت توفیق سے نوازا تھا۔

ومن لم یکن لہ فرط: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں کے بچے صغر سنی میں فوت نہ ہوئے ان کی شفاعت کون کرے گا، اور ان کے لئے پیش خیمہ کون بنے گا؟ آنحضرت نے جواب میں فرمایا: کہ اپنی امت کے

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

لئے میں خود ''فرط'' ہوں، یعنی پہلے پہونچ جاؤں گا، اورکل امت کے لئے سفارش کروں گا، ساتھ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی بتادیا کہ میرا اس دنیا سے رخصت ہونا اتنی بڑی مصیبت ہے کہ اس سے بڑی مصیبت کوئی نہیں ہوسکتی، اسی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال پر کہا تھا کہ:

صبت علی مصائب لو انها
صبت علی الایام صرن لیالیا

[یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے جو مصیبت مجھ پر آپڑی ہے، وہ اتنی شدید ہے کہ اگر دن پر آپڑے تو دن رات میں تبدیل ہوجائیں۔]
(التعلیق: ۲/۲۵۴، مرقاۃ: ۲/۳۹۲)

اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ قیامت تک آنے والے مومنین کو ہوگا، اور ایسا صدمہ ہوگا کہ ان کو ایسا صدمہ اپنے کسی عزیز سے عزیز کی موت پر بھی نہ ہوگا، اور ان کا یہ صدمہ کرنا اور پھر اس پر صبر کرنا ان کے لئے باعث نجات ہوگا، جس طرح اولاد کی موت پر صبر کرنا موجب نجات ہے۔ پس اس میں ہر مومن کے لئے بڑی تسلی کا سامان ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

فوائد: حدیث پاک سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔

(۱)......ایک بچہ کی موت پر صبر بھی باعث نجات ہے۔

(۲)......جن کا کوئی بچہ فوت نہیں ہوا ان کو بھی ناامید نہیں ہونا چاہئے۔

(۳)...... ہر مومن کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعلیٰ درجہ کی محبت ضروری ہے، جو دنیا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کی ہر چیز سے زائد ہو۔

(۴)...... بیوی کو اچھا خطاب دینا درست ہے۔

(۵)...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت ثابت ہوئی کہ ان کو حق تعالیٰ شانہ نے خیر کی توفیقات سے نوازا تھا۔

(۶)...... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا امت پر احسان عظیم معلوم ہوا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک ایک چیز دریافت کر کے پھر اس کو محفوظ رکھ کر پھر امت تک پہنچا کر کتنا عظیم احسان فرمایا ہے۔ فجزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین خیر الجزاء.

(۷)...... زبان سے اگر رنج کا اظہار ہو تو اس میں بھی مضائقہ نہیں، اس لئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اشعار میں رنج کا اظہار فرمایا ہے۔

اولاد کی موت پر صبر کا انعام

﴿۱۶۴۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ وَلَدُ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ لِمَلٰئِکَتِہٖ قَبَضْتُمْ وَلَدَ عَبْدِیْ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ قَبَضْتُمْ ثَمَرَۃَ فُؤَادِہٖ فَیَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَیَقُوْلُ مَاذَا قَالَ عَبْدِیْ فَیَقُوْلُوْنَ حَمِدَکَ وَاسْتَرْجَعَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ ابْنُوْا لِعَبْدِیْ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ وَسَمُّوْہُ بَیْتَ الْحَمْدِ۔ (رواہ احمد والترمذی)

حوالہ: مسند احمد: ۴/۴۱۵، ترمذی شریف: ۱/۱۹۸، باب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

فضل المصيبة اذا احتسب، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۰۲۱۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب کسی بندہ کا بچہ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی، فرشتے کہتے ہیں جی ہاں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے اس کے دل کا پھل چھین لیا، فرشتے کہتے ہیں جی ہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا؟ تو فرشتے کہتے ہیں کہ اس نے آپ کی تعریف کی اور ''انا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا، تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میرے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر بنادو، اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھدو۔''

تشریح: تقدیر پر راضی رہنا اور صبر وشکر سے کام لینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

وسموہ بیت الحمد: اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے صبر کی بنا پر فرشتوں سے جنت میں اس کے لئے جو محل تعمیر کرائیں گے، اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ محل اس کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے اور تقدیر پر راضی رہنے کی وجہ سے ہی ملے گا۔ (التعلیق:۲/۲۵۴، مرقاۃ:۲/۳۹۲)

مکان کا نام رکھنا

فائدہ: معلوم ہوا کہ مکان کا نام رکھنا بھی درست ہے۔

تعزیت کی فضیلت

﴿۱۶۴۵﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰی مُصَاباً فَلَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ) وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ لَانَعْرِفُہٗ مَرْفُوْعاً اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ عَلِیِّ بْنِ عَاصِمٍ الرَّاوِیْ وَقَالَ وَرَوَاہُ بَعْضُھُمْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سُوْقَۃَ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مَوْقُوْفاً۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲۰۵/۱، باب ماجاء فی اجر من عزی مصابا، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۷۳۔ ابن ماجہ شریف: ۱۱۵، باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۶۰۲۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس نے مصیبت زدہ کو تسلی دی تو اس کے لئے بھی اتنا ہی اجر ہے جتنا کہ مصیبت زدہ کے لئے ہے۔'' (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی کہتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو علی بن عاصم کی مرفوع روایت کے علاوہ نہیں جانتے، اور بعض محدثین نے محمد بن سوقہ سے عبداللہ بن مسعود تک موقوف کیا ہے۔

تشریح: من عزی مصابا: مصیبت زدہ کو تسلی دینا بہت ہی مبارک عمل ہے، تسلی مصیبت زدہ کے پاس جا کر بھی ہوسکتی ہے، خط وکتابت کے ذریعہ سے بھی ہوسکتی ہے، اور ہر اس شکل سے ہوسکتی ہے جس سے غمزدہ کا غم کم ہوجائے، مصیبت زدہ سے ایسی بات کرنا چاہئے جو صبر کو ابھارنے والی ہو، مثلاً یوں دعاء دے ''اعظم اللّٰہ لک الاجر والھمک الصبر ورزقک الشکر'' [اللہ تعالیٰ تجھ کو اجر عظیم عطا فرمائے، صبر کا الہام کرے، شکر کی توفیق دے۔] جتنا ثواب مصیبت زدہ کو مصیبت پر صبر کرنے پر ملے گا اتنا ہی ثواب تسلی دینے والے کو بھی ملے گا، اس لئے کہ حدیث صحیح ہے: ''الدال علی الخیر کفاعلہ'' اچھی بات کی طرف رہنمائی کرنے والا اس کے کرنے والے کے مثل

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ہے، یعنی اس کو بھی ایسا ہی اجر ملتا ہے، جیسا اس کے کرنے والے کو ملتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۳۹۲)

ایضاً

﴿۱۶۴۶﴾ وَعَنْ أَبِیْ بَرْزَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَزّٰی ثَکْلٰی کُسِیَ بُرْدًا فِی الْجَنَّةِ۔ (رواہ الترمذی) وقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۲۰۶/۱، باب آخر فی فضل تعزیة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۷۶۔

ترجمہ: حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس نے ایسی عورت کی تعزیت کی جس کا بچہ فوت ہوگیا ہو تو اس کو جنت میں لباس پہنایا جائے گا۔'' (ترمذی) ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: تعزیت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائیں گے، اور قیمتی پوشاک پہنائیں گے۔

من عزی: تعزیت کے معنی کسی کو صبر کی ترغیب دینا۔ اور صبر کی تلقین کرنا، نیز صبر کے اجر و ثواب کا تذکرہ کرنا، تا کہ مصیبت زدہ کو تسلی ہو۔

ثکلی: یعنی وہ عورت جس کا بچہ فوت ہوگیا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۹۳)

فائدہ: جب تعزیت کرنے والے کے لئے یہ اجر ہے تو خود مصیبت پر صبر کرنے والے کا کیا اجر ہوگا۔ اللہ اکبر۔

(۲)...... جب موت پر صبر کرنے والوں اور تعزیت کرنے والوں کے لئے یہ اجر ہے تو خود

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اس میت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کیسی عظیم عنایت کا معاملہ ہوگا۔

اہل میت کے لئے کھانا بھیجنا

﴿۱۶۴۷﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ اَتَاهُمْ مَايَشْغَلُهُمْ۔ (رواه الترمذی وابو داؤد وابن ماجة)

حوالہ: ابو داؤد شریف: ۴۴۷/ ۱، باب صنعة الطعام لاهل المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۳۲۔ ترمذی شریف: ۱۹۵/ ۱، باب ماجاء فی الطعام یصنع لاهل المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۹۸۔ ابن ماجه شریف: ۱۱۵، باب ماجاء فی الطعام یبعث الی اهل المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۶۱۰۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب میرے والد کی وفات کی اطلاع آئی تو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ ال جعفر کے لئے کھانا تیار کرو، کیونکہ ان کو وہ حادثہ پیش آیا ہے جو کھانے پکانے سے روک دیتا ہے۔''

تشریح: اصنعوا لآل جعفر طعاما: میت کے گھر والوں کو پڑوس اور اقارب کے لوگ کھانا بھیجیں، تین دن جو کہ ایام تعزیت ہیں کھانا بھیجتے رہنا افضل ہے۔ جس طرح کھانا تیار کر کے بھیجنا مستحب اور مسنون ہے، ایسا ہی ان کو اصرار کر کے کھانا کھلانا بھی مسنون ہے، تاکہ وہ کھانا چھوڑنے کی وجہ سے کمزور نہ ہوں۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سوال: میت کے گھر والوں کے لئے جو کھانا آیا ہے اس کو گھر والوں کے علاوہ دیگر لوگ کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کھا سکتے ہیں، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ نہیں کھا سکتے، البتہ وہ لوگ کھا سکتے ہیں، کہ جو میت کی تجہیز و تکفین وغیرہ میں مشغول ہوں، یا دور دراز کے مہمان ہوں۔ (مرقاۃ: ۲/۳۹۳)

فائدہ: آج کل جو رواج پڑا ہوا ہے کہ اہل میت خود آنے والے مہمانوں، پڑوسیوں رشتہ داروں کے لئے شادی کی طرح کھانے کا انتظام کرتے ہیں، اور خود مصیبت زدہ ہونے کے باوجود زیر بار بلکہ مقروض تک ہوتے ہیں، یہ بالکل بے اصل ہے، کھانے والوں کے لئے بھی بے حیائی اور بے غیرتی کی بات ہے، اس لئے اس کا ترک کرنا لازم ہے۔

﴿الفصل الثالث﴾

نوحہ کرنے سے میت کو تکلیف پہونچتی ہے

﴿۱۶۴۸﴾ وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ نِيْحَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ يُعَذَّبُ بِمَا نِيْحَ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (متفق عليه)

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۲، باب مایکرہ من النیاحۃ علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۲۹۲۔ مسلم شریف: ۱/۳۰۳، باب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

المیت یعذب ببکاء اھلہ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۳۳۔

ترجمہ: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جس پر نوحہ کیا جاتا ہے، تو اس کو نوحہ کئے جانے کی وجہ سے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔"

تشریح: اس کی تفصیل اوپر گذر چکی۔

ایضاً

﴿۱۶۴۹﴾ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا وَذُكِرَ لَهَا اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ الْحَيِّ عَلَيْهِ تَقُوْلُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهُ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهُ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاَ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلىٰ يَهُوْدِيَّةٍ يُبْكىٰ عَلَيْهَا فَقَالَ اِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَاِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا۔ (متفق علیه)

حوالہ: بخاری شریف: ۱۷۲/۱، باب یعذب المیت ببعض بکاء اھله علیه، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۲۸۹۔ مسلم شریف: ۳۰۳/۱، بعض المیت یعذب ببکاء اھله، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۳۲۔

ترجمہ: حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا ہے کہ ان کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مردہ کو اس پر زندہ کے رونے کے سبب عذاب ہوتا ہے۔ حضرت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ ابو عبد الرحمٰن کو اللہ تعالیٰ معاف کرے انہوں نے جھوٹ نہیں کہا، لیکن ان کو یاد نہیں رہا، یا ان سے غلطی ہوگئی ہے، اصل بات یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ کی قبر کے پاس سے گذرے جس پر نوحہ کیا جارہا تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ یہ لوگ مرنے والی پر رو رہے ہیں، اور اس پر اس کی قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

تشریح: اس کی تفصیل اوپر گذر چکی۔

ایضاً

﴿۱۶۵۰﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ اَبِیْ مُلَیْکَةَ قَالَ تُوُفِّیَتْ بِنْتٌ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بِمَكَّةَ فَجِئْنَا لِنَشْهَدَهَا وَحَضَرَهَا ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ فَاِنِّیْ لَجَالِسٌ بَیْنَهُمَا فَقَالَ عَبْدُاللّٰهِ بِنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لِعَمْرِو بْنِ عُثْمَانَ وَهُوَ مُوَاجِهُهٗ اَلَا تَنْهٰی عَنِ الْبُكَاءِ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُكَاءِ اَهْلِهٖ عَلَیْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ كَانَ عُمَرُ یَقُوْلُ بَعْضَ ذٰلِكَ ثُمَّ حَدَّثَ فَقَالَ صَدَرْتُ مَعَ عُمَرَ مِنْ مَكَّةَ حَتّٰی اِذَا كُنَّا بِالْبَیْدَاءِ فَاِذَا هُوَ بِرَكْبٍ تَحْتَ ظِلِّ سَمُرَةٍ فَقَالَ اذْهَبْ فَانْظُرْ مَنْ هٰؤُلَاءِ الرَّكْبُ فَنَظَرْتُ فَاِذَا هُوَ صُهَیْبٌ قَالَ فَاَخْبَرْتُهٗ فَقَالَ ادْعُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰی صُهَیْبٍ فَقُلْتُ ارْتَحِلْ فَالْحَقْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَلَمَّا اَنْ اُصِیْبَ عُمَرُ دَخَلَ صُهَیْبٌ یَبْكِیْ یَقُوْلُ وَاَخَاهُ وَاصَاحِبَاهُ فَقَالَ عُمَرُ یَا صُهَیْبُ!

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

أَتَبْكِي عَلَيَّ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمَّا مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَرْحَمُ اللّٰهُ عُمَرَ لَا وَاللّٰهِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَيِّتَ لَيُعَذَّبُ بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَلٰكِنْ إِنَّ اللّٰهَ يَزِيْدُ الْكَافِرَ عَذَاباً بِبُكَاءِ أَهْلِهِ عَلَيْهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ حَسْبُكُمُ الْقُرْآنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ ذٰلِكَ وَاللّٰهُ أَضْحَكَ وَأَبْكٰى قَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ فَمَا قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شَيْئاً۔ (متفق علیه)

حواله: بخاری شریف: ۱۷۱/۲۷۱/۱، باب یعذب المیت ببکاء اهله علیه، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۲۸۸۔ مسلم شریف: ۳۰۲/۱، باب المیت یعذب ببکاء اهله، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۲۸۔

ترجمه: حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کا مکہ میں انتقال ہوگیا تو ہم وہاں آئے، تا کہ تدفین میں موجود رہیں، اس موقعہ پر حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تشریف لائے، میں ان ہی کے درمیان بیٹھا ہوا تھا، حضرت عثمان کے صاحبزادے حضرت عمرو بن عثمان حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے، ان سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تم رونے سے روکتے کیوں نہیں ہو؟ بلاشبہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ میت کے اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے مردے کو عذاب ہوتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کچھ سنا ہے، پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نے بیان کیا کہ مکہ سے حضرت عمر کے ساتھ واپس ہوا، جب مقام ''بیداء'' پہونچے تو دیکھا کہ کیکر کے درخت کے نیچے ایک قافلہ مقیم ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جا کر دیکھو کون لوگ ہیں؟ میں نے جا کر دیکھا تو وہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، میں نے اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ان کو بلا کر لاؤ، میں نے حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ امیر المؤمنین سے آپ ملاقات کریں، جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے تو حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ اے میرے بھائی! اے میرے ساتھی! اور روتے جاتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے صہیب! تم مجھ پر رو رہے ہو، حالانکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میت کو اس کے بعض اہل خانہ کے رونے کی بناء پر عذاب ہوتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ اللہ عمر پر رحم کرے، نہیں! اللہ کی قسم حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد نہیں فرمایا ہے، کہ میت پر اس کے رشتہ داروں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کافر مردے پر اس کے اہل خانہ کے رونے کے سبب عذاب میں اضافہ کر دیتے ہیں، پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ تمہارے لئے قرآن مجید کا یہ ارشاد کافی ہے: "**ولا تزر وازرۃ وزر اخری**" [کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے قریب اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ "**اللہ اضحک وابکی**" [اللہ تعالیٰ ہنساتا ہے وہی رلاتا ہے] ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت کچھ بھی نہیں کہا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تشــریح: دورصحابہ میں ہی اس بات میں اختلاف تھا کہ میت کے اہل خانہ کے نوحہ کرنے سے میت کوعذاب ہوتا ہے یانہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان سے استدلال کرتے تھے، اور قرآن مجید کی مذکورہ آیت کی تاویل کرتے تھے، جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قرآن مجید کی آیت سے استدلال کرتی تھیں، اور حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عموم کوخصوص پر محمول کرتی تھیں، اس حدیث پاک میں دونوں طرح کی باتیں مذکور ہیں، جس کی وضاحت گذشتہ صفحات میں بھی ہوچکی ہے۔

ماحدث رسول الله ﷺ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ حدیث شریف کا انکارنہیں کیا، کیونکہ یہ حدیث پاک تو بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے منقول ہے، بلکہ اس مفہوم کا انکار کیا ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث پاک سے سمجھا تھا۔(مـرقـاۃ: ۲/۳۹۵، التعلیق: ۲/۲۶۶،۲۶۵)

نوحہ سے منع کرنے کا حکم

﴿۱۶۵۱﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَتْلُ ابْنِ حَارِثَةَ وَجَعْفَرٍ وَابْنِ رَوَاحَةَ جَلَسَ يُعْرَفُ فِيْهِ الْحُزْنُ، وَأَنَا أَنْظُرُ مِنْ صَائِرِ الْبَابِ تَعْنِي شَقَّ الْبَابِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ نِسَاءَ جَعْفَرٍ وَذَكَرَ بُكَاءَهُنَّ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْهَاهُنَّ فَذَهَبَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ لَمْ يُطِعْنَهُ فَقَالَ انْهَهُنَّ فَأَتَاهُ الثَّالِثَةَ قَالَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَاللّٰہِ غَلَبْنَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! فَزَعَمَتْ اَنَّہٗ قَالَ فَاحْثُ فِیْ اَفْوَاھِھِنَّ التُّرَابَ فَقُلْتُ اَرْغَمَ اللّٰہُ اَنْفَکَ لَمْ تَفْعَلْ مَا اَمَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ تَتْرُکْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَنَاءِ۔ (متفق علیہ)

حوالہ: بخاری شریف: ۱۷۳/۱، باب من جلس عند المصیبة یعرف فیه الحزن، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۲۹۹۔ مسلم شریف: ۳۰۳، ۳۰۴/۱، باب الوعید للنائحة اذا لم تتب، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۳۵۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غزوۂ موتہ میں زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر ملی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح بیٹھے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ سے رنج کے آثار ظاہر تھے، اور میں یہ دروازہ کی جھری سے دیکھ رہی تھی، یا دروازہ کے دراڑ سے دیکھ رہی تھی، اتنے میں ایک صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی عورتیں رو رہی ہیں، اور نوحہ کر رہی ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ ان عورتوں کو جا کر منع کرو، وہ صاحب گئے اور واپس آ کر کہا کہ وہ خواتین ان کا کہنا نہیں مان رہی ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ پھر جا کر روکو، وہ شخص گئے پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں تیسری مرتبہ آ کر کہا کہ اے اللہ کے رسول! وہ عورتیں ہم پر غالب آ گئی ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ ان عورتوں کے منہ پر مٹی ڈال دو۔'' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں نے اس شخص سے کہا کہ اللہ تیری ناک خاک

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

آلود کرے، تو وہ کام بھی نہیں کر سکا جس کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تجھ کو حکم دیا، اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف پہونچانے سے بھی باز نہیں رہا۔

تشریح: جلس: غزوہ موتہ میں جب مذکورہ سالاروں کی وفات کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا، لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسجد میں بیٹھنا حسب معمول تھا، اس وجہ سے نہیں تھا کہ لوگ آکر اظہار تعزیت کریں۔

یعرف فیہ الحزن: علامہ طیبیؒ نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رنج وغم کو پی رکھا تھا، لیکن پھر بھی کچھ اثرات چہرے پر ظاہر تھے، اصل بات یہ ہے کہ اظہار غم میں اعتدال ہی صراط مستقیم ہے، اور یہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے، اظہار غم اتنا زیادہ بھی نہ ہو کہ نوحہ وماتم بن جائے اور اتنی بے پرواہی بھی نہ ہو کہ قساوت قلب کی دلیل سمجھی جائے۔ (طیبی: ۴۲۳/۳، مرقاۃ: ۳۹۶/۲)

ولم تترک: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ جب وہ صاحب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان پر عورتوں کو عمل نہیں کرا پا رہے تھے، تو ادب سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کر دینا چاہئے تھا کہ یہ کام میرے بس میں نہیں ہے، اس کو انجام دینے کے لئے کسی دوسرے کا انتخاب فرمادیجئے۔ (طیبی: ۴۲۴/۳، مرقاۃ: ۳۹۶/۲، التعلیق: ۲۶۷/۲)

نوحہ کرنے سے شیطان گھر میں داخل ہوتا ہے

﴿۱۶۵۲﴾ وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مَاتَ اَبُوْسَلَمَةَ قُلْتُ غَرِيْبٌ وَفِيْ اَرْضٍ غُرْبَةٍ لَاَبْكِيَنَّهُ بُكَاءً يُتَحَدَّثُ عَنْهُ فَكُنْتُ قَدْ تَهَيَّأْتُ لِلْبُكَاءِ عَلَيْهِ اِذْ اَقْبَلَتْ امْرَأَةٌ تُرِيْدُ اَنْ تُسْعِدَنِيْ فَاسْتَقْبَلَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تُدْخِلِيْ الشَّيْطَانَ بَيْتاً اَخْرَجَهُ اللّٰهُ مِنْهُ مَرَّتَيْنِ وَكَفَفْتُ عَنِ الْبُكَاءِ فَلَمْ اَبْكِ۔ (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۳۰۱، باب البکاء علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۲۲۔

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے سوچا کہ میں پردیسی ہوں، اور ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال غریب الوطن میں ہوا ہے، لہٰذا میں ان کے لئے اتنا روؤں گی کہ لوگ یاد کریں گے، چنانچہ میں نے ان پر رونے کی تیاری کرلی، ایک عورت میرا ساتھ دینے کے لئے بھی آئی، اسی وقت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کیا تم اس گھر میں شیطان کو داخل کرنا چاہتی ہو؟ جس کو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ نکال دیا ہے، یہ سن کر میں رونے سے رک گئی، پھر میں نہیں روئی۔

تشریح: بندہ جب ایمان لاتا ہے، یا نیک کام کرتا ہے تو شیطان ذلیل ہو کر چلا جاتا ہے، اور جب معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ ہو لیتا ہے، چونکہ میت پر نوحہ کرنا معصیت ہے، لہٰذا ایسا کرنے والے شیطان کو اپنے گھر میں گھسنے کا موقعہ فراہم کرتے ہیں، اس عمل سے گریز کرنا چاہئے، تا کہ شیطان کے شر و رفتن سے گھر محفوظ رہے۔

غریب و فی ارض غربۃ: چونکہ ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکی تھے، اور ان کا انتقال مدینہ میں ہوا، اس وجہ سے ان کی بیوی یعنی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بات

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کہی کہ ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال پر دیس میں ہوا۔

فکنت تہیأت للبکاء علیہ: یعنی ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال پر نوحہ کرنے کے لئے سارے انتظامات مکمل کر لئے، مثلاً کالے کپڑے پہن لئے، اور جو بھی اس دور کے نوحہ کرنے والیوں کے لئے لوازمات تھے جمع کر لئے۔

اتریدین ان تدخلی الشیطان: یعنی معصیت کا ارتکاب کروگی تو گھر میں شیطان داخل ہو جائے گا، تو کیا تم لوگ شیطان کو گھر میں لانا چاہتی ہو۔

اخرجہ اللہ منہ مرتین: اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دو مرتبہ نکال دیا، پہلی مرتبہ ایمان اور اسلام کے ذریعہ اور دوسری مرتبہ دنیا سے اسلام کے ساتھ آخرت کی طرف ہجرت کے ذریعہ، یا پھر پہلی مرتبہ سے مراد مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کرنا ہے اور دوسری مرتبہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا ہے، حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو ہجرتیں کی تھیں۔ (فتح الملہم: ۲/۲۷۰)

نوحہ کی ممانعت

﴿۱۶۵۳﴾ وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ رَوَاحَةَ فَجَعَلَتْ أُخْتُهٗ عَمْرَةُ تَبْكِيْ وَاجَبَلَاهُ وَاكَذَا وَكَذَا تُعَدِّدُ عَلَيْهِ فَقَالَ حِيْنَ اَفَاقَ مَاقُلْتِ شَيْئاً اِلَّا قِيْلَ لِيْ اَنْتَ كَذٰلِكَ زَادَ فِيْ رِوَايَةٍ فَلَمَّا مَاتَ لَمْ تَبْكِ عَلَيْهِ۔ (رواہ البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۶۱۱، باب غزوۃ موتہ، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۴۲۶۷۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر سکرات کے عالم میں غشی طاری ہوئی تو ان کی بہن عمرہ نے رونا شروع کیا، اور اے پہاڑ، اور ہائے میرے ایسے اور ہائے میرے ویسے کہہ کر رونے لگیں، جب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوش آیا تو انہوں نے فرمایا کہ تو جو کچھ بھی کہتی تھی اس پر مجھ پر کہا جاتا تھا کیا تم ایسے ہو؟ ایک روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں: **"فلما مات الخ"** جب ان کا انتقال ہوا تو ان پر کوئی بھی نوحہ کے طور پر نہیں رویا۔

تشریح: اصل بات یہ ہے کہ میت کے اوصاف بیان کر کے رونا منع ہے، اس سے میت کو تکلیف پہونچتی ہے، کیونکہ اگر کوئی میت کے بڑھا چڑھا کر اوصاف بیان کر کے روتا ہے، تو فرشتے میت کے سینہ پر مارتے ہیں کہ کیا تمہارے اندر یہ اوصاف ہیں؟ اس سے بندہ کو ایک طرف جہاں سخت تکلیف ہوتی ہے، وہیں بے حد شرمندگی بھی ہوتی ہے، عبداللہ بن رواحہ کے ساتھ ایک مرتبہ یہ معاملہ پیش آیا کہ وہ قریب المرگ ہو گئے، بہن یہ سمجھیں کہ وہ مر گئے اور ان کے اوصاف بیان کر کے رونے لگیں، خلاف عادت حضرت عبداللہ بن رواحہ کی زندگی ہی میں فرشتوں نے ان کے نالہ کی وجہ سے پوچھ لیا کہ کیا تمہارے اندر یہ اوصاف ہیں، حضرت عبداللہ بن رواحہ جب غشی سے ہوش میں آئے، تو انہوں نے اپنی بہن کو اپنے ساتھ پیش آمدہ معاملہ سے مطلع کیا، اور نوحہ کرنے سے منع کیا، چنانچہ جب غزوہ موتہ کے موقعہ پر شہید ہوئے تو ان کے گھر والے غمزدہ ضرور ہوئے، لیکن زیادہ رونے سے گریز کیا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۹۷)

میت کو نوحہ سے تکلیف

﴿۱۶۵۴﴾ وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مَیِّتٍ یَمُوْتُ فَیَقُوْمُ بَاکِیْھِمْ فَیَقُوْلُ وَاجَبَلَاہُ وَاسَیِّدَاہُ وَنَحْوَ ذٰلِکَ اِلَّا وُکِّلَ اللّٰہُ بِہٖ مَلَکَیْنِ یَلْھَزَانِہٖ وَیَقُوْلَانِ اَھٰکَذَا کُنْتَ۔ (رواہ الترمذی) وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ حَسَنٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف:۱۹۵/۱، باب ماجاء فی کراھیۃ البکاء علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۰۰۳۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب کوئی مرنے والا مرتا ہے، اور اس پر رونے والا کھڑا ہوکر کہتا ہے کہ ہائے میرے پہاڑ! ہائے میرے سردار! اور اسی طرح کے دوسرے الفاظ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس مردہ پر دو فرشتے مسلط کردیتے ہیں، جو اس کے سینہ پر مکا مار کر کہتے ہیں کہ کیا تو ایسا ہی تھا، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

تشریح: و اجبلاہ: میت کے اوپر نوحہ کرنا اور اس کے غیر واقعی اوصاف بیان کرنا ممنوع ہے، اگر اس گناہ کا باعث میت خود ہے بایں طور پر کہ اس نے اس عمل کی وصیت کی ہو، یا اس عمل پر رضامندی کا اظہار کیا ہو، تو میت کو عذاب برداشت کرنا پڑے گا، اور اگر اس عمل میں اس کا دخل نہیں ہے، تو پھر مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ اس عمل سے اس کو شرمندگی ہوگی، اور رنج وملال ہوگا، جس کو بعض احادیث میں عذاب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مرقاۃ:۲/۳۹۸۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وفات پر آنسوؤں کا نکلنا

﴿١٦٥٥﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ مَاتَ مَیِّتٌ مِنْ اٰلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاجْتَمَعَ النِّسَاءُ یَبْکِیْنَ عَلَیْهِ فَقَامَ عُمَرُ یَنْهَاهُنَّ وَیَطْرُدُهُنَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُنَّ یَا عُمَرُ! فَاِنَّ الْعَیْنَ دَامِعَةٌ وَالْقَلْبُ مُصَابٌ وَالْعَهْدُ قَرِیْبٌ۔ (رواہ احمد والنسائی)

حوالہ: مسند احمد: ۱۱۰/۲، نسائی شریف: ۲۰۶/۱، باب الرخصة فی البکاء علی المیت، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۸۵۸۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خانوادہ میں کسی کا انتقال ہوگیا، عورتیں رونے کے لئے جمع ہوگئیں، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو منع کرنے لگے، اور ان کو بھگانے لگے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ اے عمر! ان عورتوں کو چھوڑ دو، اس لئے کہ آنکھیں روتی ہیں، قلب رنجیدہ ہے، اور موت کے سانحہ کا زمانہ قریب ہے۔''

تشریح: کسی سانحہ کے پیش آنے کے وقت دل پر چوٹ لگنا اور آنکھوں سے آنسوں کا جاری ہونا فطری بات ہے، لہٰذا کسی کے انتقال پر نفس رونا منع نہیں ہے، بلکہ واویلا کرنا، چیخنا، چلانا اور نوحہ وماتم کرنا منع ہے۔

مات میت: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تھا، اس کی صراحت اگلی حدیث میں موجود ہے۔

ینهاهن: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو قریبی رشتہ دار عورتیں تھیں، ان کو

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تو رونے سے منع کیا اور جو اجنبیہ عورتیں تھیں ان کو مار بھگایا۔

فان العین دامعة: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کا مقصد تھا کہ رشتہ دار کے انتقال پر آنکھ سے آنسو کا جاری ہونا فطری بات ہے۔

و القلب مصاب: یعنی جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو دل کا رنجیدہ ہونا طبعی امر ہے، جیسا کہ نعمت کے حصول کے وقت دل شاداں وفرحاں ہوتا ہے۔

و العهد قریب: مصیبت کے وقوع کا وقت قریب ہے، ایسے میں صبر کرنا دشوار ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ کامل صبر تو مصیبت کے وقوع کے وقت صبر کرنے کا نام ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کے رونے سے اس لئے منع کیا تھا کہ کہیں یہ بڑھ کر نوحہ کی شکل نہ اختیار کرلے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منع کرنے سے روک دیا، اور عورتوں کے عذاب کو بھی بیان کردیا۔ (مرقاۃ: ۲/۳۹۸)

چیخ کر رونا شیطانی طریقہ ہے

﴿١٦٥٦﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ مَاتَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكَتِ النِّسَاءُ فَجَعَلَ عُمَرُ يَضْرِبُهُنَّ بِسَوْطِهِ فَأَخَّرَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ فَقَالَ مَهْلًا يَا عُمَرُ! ثُمَّ قَالَ إِيَّاكُنَّ وَنَعِيْقَ الشَّيْطَانِ ثُمَّ قَالَ إِنَّهُ مَهْمَا كَانَ مِنَ الْعَيْنِ وَمِنَ الْقَلْبِ فَمِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَمِنَ الرَّحْمَةِ وَمَا كَانَ مِنَ الْيَدِ وَ مِنَ اللِّسَانِ فَمِنَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الشَّیْطَانِ۔ (رواہ احمد)

حوالہ: مسند احمد: ۲۳۷/۱.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو عورتیں رونے لگیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان خواتین کو کوڑے سے مارنے لگے، حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنے دست مبارک سے پیچھے ہٹا کر ارشاد فرمایا: "کہ عمر! نرمی وآہستگی اختیار کرو" پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے ارشاد فرمایا: کہ شیطان کی چیخ پکار سے دور رہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کچھ آنکھ سے ہے، اور جو کچھ دل سے ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور باعث رحمت ہے، اور جو کچھ ہاتھ سے ہے اور زبان سے ہے وہ شیطانی عمل ہے۔

تشریح: غم اور مصیبت کے نازل ہونے کے وقت آنکھوں سے آنسو کا نکلنا اور دل کا رنجیدہ ہونا فطری بات ہے، اور یہ وہ عمل ہے جس پر ثواب ملے گا، اس لئے کہ مومن کو کوئی بھی تکلیف پہونچتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور درجات بلند ہوتے ہیں، البتہ اگر غم کے موقعہ پر کوئی زبان سے شکوہ شکایت کرتا ہے یا خلاف شرع بات نکالتا ہے اور نوحہ کرتا ہے یا اپنے ہاتھ سے چہرے پر تھپڑ مارتا ہے بال نوچتا ہے تو یہ زبان اور ہاتھ سے انجام دیئے جانے والے کام شیطان کے بہکاوے کا نتیجہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذریعہ ہیں۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوحہ کرنے والی عورت پر کوڑا اچھالا یا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو منع کیا، اور انہیں پیچھے ہٹا دیا، معلوم ہوا کہ نوحہ کرنے والیوں کو نصیحت کی جائے گی، سمجھایا جائے گا، مارا پیٹا نہیں جائے گا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

فمن اللّٰہ عز وجل: آنسو نکلنے یا رنجیدہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مواخذہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتے ہیں، اور اس پر رحمت نازل فرماتے ہیں، اس لئے اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

فمن الشیطان: نوحہ و ماتم شکوہ شکایت اور چہرے کو پیٹنا، کپڑے پھاڑنا وغیرہ شیطان کے بہکانے سے ہوتا ہے، اور شیطان اس پر خوش ہوتا ہے، اس لئے اس عمل کی نسبت شیطان کی طرف ہے۔ (التعلیق: ۲/۲۶۸، مرقاۃ: ۲/۳۹۹)

فائدہ: سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جذبۂ اصلاح کا علم ہوا۔

(۲)...... دعوت و تبلیغ میں نرمی اختیار کرنا چاہئے۔

قبر کے پاس خیمہ لگانا

﴿۱۶۵۷﴾ وَعَنِ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقاً قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ضَرَبَتْ امْرَأَتُهُ الْقُبَّةَ عَلَى قَبْرِهِ سَنَةً ثُمَّ رَفَعَتْ فَسَمِعَتْ صَائِحاً يَقُوْلُ اَلَا هَلْ وَجَدُوْا مَا فَقَدُوْا فَاَجَابَهُ اٰخَرُ بَلْ يَئِسُوْا فَانْقَلَبُوْا۔

حوالہ: بخاری شریف: ۱/۱۷۷، باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، کتاب الجنائز.

ترجمہ: حضرت امام بخاریؒ نے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ جب حضرت حسنؒ بن حسنؓ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر ایک سال تک خیمہ لگوائے رکھا، اس کے بعد اٹھالیا، اس موقعہ پر ایک آواز سنی گئی اے لوگو! تم نے جو کچھ کھویا تھا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کیا اس کو پالیا؟ تو دوسرے نے اس کو جواب دیا کہ بلکہ وہ نا امید ہوئے اور واپس ہو گئے۔

تشریح: حضرت حسنؓ ابن حسنؓ ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے موقعہ پر ان کی اہلیہ نے جو قبہ بنایا تھا، وہ گنبد نہیں تھا، بلکہ خیمہ تھا، وہ اس میں مقیم تھیں، اسی میں وہ ذکر واذکار اور دعائے مغفرت کرتی تھیں۔ اور چونکہ لوگ کثرت سے ایصال ثواب کے لئے حاضر ہوتے تھے ان آنے والوں کی ضیافت کا انتظام کرتی تھیں۔

ثم رفعت: سال بھر کے بعد خیمہ اکھاڑ لیا، جب خیمہ اکھاڑا گیا تو کوئی آواز آئی جس کے کہنے والے کا علم نہ تھا، اس غیبی آواز کا جواب تھا کہ مقصد حاصل نہیں ہوا، بلکہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے، یعنی کسی جن یا فرشتے کی آواز اور مکالمہ کے ذریعہ یہ سمجھایا گیا کہ خیمہ گاڑنا غیر مفید ہے، اس لئے اس عمل سے جانے والا واپس نہیں آسکتا۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۰، التعلیق: ۲/۲۶۸)

جاہلیت کے طریقہ پر غم کی ممانعت

﴿۱۶۵۸﴾ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَأَبِي بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَنَازَةٍ فَرَأٰى قَوْماً قَدْ طَرَحُوْا أَرْدِيَتَهُمْ يَمْشُوْنَ فِيْ قُمُصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبِفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَأْخُذُوْنَ أَوْ بِصَنِيْعِ الْجَاهِلِيَّةِ تَشَبَّهُوْنَ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَدْعُوَ عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُوْنَ فِيْ غَيْرِ صُوَرِكُمْ قَالَ فَأَخَذُوْا أَرْدِيَتَهُمْ وَلَمْ يَعُوْدُوْا لِذٰلِكَ۔ (رواه ابن ماجة)

حواله: ابن ماجه شريف: ۱۰۷، باب ماجاء في النهي عن التسلب مع الجنازة، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۸۵۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت عمران بن حصین اور ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کے ہمراہ چلے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی چادریں اتار پھینکی تھیں، صرف کرتوں میں چل رہے تھے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کیا تم لوگ جاہلیت کی وضع پر چل رہے ہو؟ کیا تم لوگ جاہلیت کے طور طریقوں کو اختیار کر رہے ہو؟ میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ تمہارے بارے میں ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں بدل دی جائیں۔'' راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر ان لوگوں نے اپنی چادریں اوڑھ لیں اور پھر انہوں نے دوبارہ ایسا کام نہیں کیا۔

تشــریح: جاہلیت کی رسموں اور طور طریقوں کو اختیار کرنا بہت بڑا جرم ہے، اس لئے کہ اس میں ایک گونہ اپنے مذہب پر عدم اطمینان کا اظہار ہوتا ہے، زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم یہ بھی تھی کہ جنازہ کے ساتھ چلتے تو کرتے کے اوپر کی چادریں اتار دیتے تھے، تاکہ غم کا اظہار ہو، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ایسا کرتے دیکھا تو سخت خفگی کا اظہار کیا، چنانچہ وہ لوگ فوراً اس جاہلانہ عمل سے باز آ گئے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جب اتنی معمولی سی تبدیلی اور جاہلانہ رسم پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنا سخت برہم ہوئے تو جن غیر اسلامی رسموں میں آج مسلم معاشرہ مبتلا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے کس قدر خفگی اور غصہ ہوگا۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۰)

منکرات کے ساتھ جنازہ میں شرکت کی ممانعت

﴿۱۶۵۹﴾ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهٰى

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تُتْبَعَ جَنَازَۃٌ مَعَهَا رَانَّۃٌ۔

(رواہ احمد وابن ماجۃ)

حوالہ: مسند احمد: ۲/۹۲، ابن ماجہ شریف: ۱۱۳/۱، باب النهي عن النياحة، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۵۸۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازہ کے ساتھ جانے سے منع کیا جس کے ساتھ نوحہ کرنے والی ہو۔

تشریح: جنازہ کی نماز پڑھنا، اور جنازہ کے ساتھ قبرستان تک جانا اور تدفین میں شرکت کرنا ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق بھی ہے، اور بہت ہی اجر وثواب کا باعث بھی ہے اور سنت بھی ہے، اس کا اجر وثواب ماقبل میں بیان کیا جا چکا، مگر اس سب کے باوجود اگر جنازہ کے ساتھ کوئی رونے والی ہو تو اس جنازہ کے ساتھ جانے سے منع فرمادیا گیا۔

فائدہ: حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جس مجلس یا جس تقریب میں کوئی غیر مشروع چیز شامل ہو جائے اس میں شرکت کرنا جائز نہیں، جس سے آج کل کی بیاہ شادیوں کی تقریبات کا حکم جو خلاف شرع بدعات، خرافات اور بے شمار منکرات پر مشتمل ہوتی ہیں، کا حال معلوم ہو گیا، کہ ان میں شرکت کی کس طرح گنجائش ہو سکتی ہے، جس میں آج اچھے اچھے دیندار کہلانے والے اور مقتدا حضرات بھی مبتلا ہیں۔ فالی اللہ المشتکی.

بچے کے انتقال پر والدین کو بشارت

﴿۱۲۶۰﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

قَالَ لَهٗ مَاتَ ابْنٌ لِیْ فَوَجَدْتُّ عَلَیْهِ هَلْ سَمِعْتَ مِنْ خَلِیْلِكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَامُهٗ شَیْئًا یُطِیْبُ بِاَنْفُسِنَا عَنْ مَوْتَانَا قَالَ نَعَمْ سَمِعْتُهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صِغَارُهُمْ دَعَامِیْصُ الْجَنَّةِ یَلْقٰی اَحَدُهُمْ اَبَاهُ فَیَاْخُذُ بِنَاحِیَةِ ثَوْبِهٖ فَلَایُفَارِقُهٗ حَتّٰی یُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ۔ (رواہ مسلم واحمد) وَاللَّفْظُ لَهٗ۔

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۳۳۱، باب فضل من یموت له ولد، کتاب البر والصلة، حدیث نمبر:۲۶۳۵۔مسند احمد:۲/۴۸۸.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے ایک شخص نے کہا کہ میرے لڑکے کا انتقال ہوا، جس کا مجھے سخت صدمہ ہوا، کیا تم نے اپنے محبوب صلوٰت اللہ علیہ وسلامہ سے کوئی ایسی بات سنی ہے جو ہمارے مرے ہوئے کے بارے میں دلوں کو خوش کردے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں! میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چھوٹی عمر میں فوت ہونے والے بچے جنت میں پانی کے چھوٹے جانوروں کی طرح ہوں گے، ان میں سے ہر ایک اپنے والد کو دیکھ کر اس کے دامن کو پکڑے گا، اور اس وقت تک نہ چھوڑے گا جب تک اس کو جنت میں داخل نہ کرے گا۔(مسلم،احمد)الفاظ احمد کے ہیں۔

تشریح: صغرسنی میں فوت ہونے والے بچے خود بھی جنتی ہیں، وہ جنت کی وسعتوں سے لطف اندوز ہوں گے، ان کو اجازت ہوگی کہ وہ جہاں چاہیں گھومیں پھریں، اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے وہ اپنے والدین کے سلسلہ میں جنت میں داخل کئے جانے کی سفارش کریں گے، جس کو باری تعالیٰ قبول فرمائیں گے، اور ان کے والدین کو جنت عطا کریں گے۔

دعامیص: پانی کا چھوٹا سا جانور جو پانی میں غوطہ مارتا رہتا ہے، مراد یہ ہے کہ جس

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

طرح دنیا کے اندر بچے ہر گھر میں چلے جاتے ہیں، کوئی ان کو روکتا ٹوکتا نہیں ہے، اور ان سے کوئی پردہ نہیں کرتا ہے اس طرح جنت میں بھی یہ بلا روک ٹوک جہاں چاہیں گے گھومیں گے۔

ابا ہ: چونکہ اس وقت باپ ہی کا ذکر تھا اسلئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باپ کے تعلق سے خوشخبری دی، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ بشارت ماں باپ دونوں کے حق میں ہے۔ (مرقاۃ:۴۰۱/۴)

بچوں کی وفات پر عورتوں کے لئے بشارت

﴿۱۶۶۱﴾ وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ذَهَبَ الرِّجَالُ بِحَدِیْثِكَ فَاجْعَلْ لَنَا مِنْ نَفْسِكَ یَوْماً نَاتِیْكَ فِیْهِ تُعَلِّمُنَا مِمَّا عَلَّمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ اجْتَمِعْنَ فِیْ یَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِیْ مَكَانِ كَذَا وَكَذَا فَاجْتَمَعْنَ فَاَتَاهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّمَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُنَّ امْرَأَةٌ تُقَدِّمُ بَیْنَ یَدَیْهَا مِنْ وَّلَدِهَا ثَلٰثَةً اِلَّا كَانَ لَهَا حِجَاباً مِنَ النَّارِ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ اثْنَیْنِ فَاَعَادَتْهَا مَرَّتَیْنِ ثُمَّ قَالَ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ وَاثْنَیْنِ۔ (رواه البخاری)

حوالہ: بخاری شریف: ۲۰/۲۱/۱، باب هل یجعل للنساء یوم علی حدة فی العلم، کتاب العلم، حدیث نمبر:۱۰۱۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک خاتون حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ مرد حضرات آنحضرت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر احادیث اٹھا لے گئے، (یعنی فائدہ اٹھاتے ہیں، اور آپؐ کے فرمان سنتے ہیں) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے لئے بھی ایک دن مقرر فرما دیجئے تاکہ اس دن ہم حاضر ہوں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں بھی وہ احکام سکھادیں جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھائے ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فلاں دن فلاں جگہ پر جمع ہو جانا، حسب ارشاد خواتین وہاں جمع ہوگئیں، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے، اور آنحضرت نے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ احکام ان کو سکھائے جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھائے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ تم میں سے جس نے اپنے تین بچوں کو اپنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں بھیجا ہو تو یہ بچے اس کے لئے آگ سے پردہ بن جائیں گے، ایک عورت نے کہا کہ اگر کسی کے دو بچے فوت ہوئے ہوں اس نے دوبار کہا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ہاں دو، اور دو، اور دو۔

فائدہ: حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی تعلیم کا انتظام کرنا امام کی ذمہ داری ہے۔

(۲)...... وعظ ونصیحت کے لئے عورتوں کا اجتماع درست ہے۔

(۳)...... عورتوں کے اجتماع میں مرد کا بیان بھی درست ہے۔

(۵)...... عورتوں کے اجتماع کے لئے مردوں کے اختلاط اور دیگر فتنوں سے حفاظت کا انتظام بھی ضروری ہے۔

ناتمام بچہ کے ضائع ہونے پر صبر کا اجر

﴿۱۶۶۲﴾ وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يُتَوَفّٰى لَهُمَا ثَلَاثَةٌ اِلَّا اَدْخَلَهُمَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اِيَّاهُمَا فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوِ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اَثْنَانِ قَالَ اَوِ اثْنَانِ قَالُوْا اَوْ وَاحِدٌ قَالَ اَوْ وَاحِدٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ السِّقْطَ لَیَجُرُّ اُمَّہٗ بِسَرَرِہٖ اِلَی الْجَنَّۃِ اِذَا احْتَسَبَتْہُ۔ (رواہ احمد) وَرَوَی ابْنُ مَاجَۃَ مِنْ قَوْلِہٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ۔

حوالہ: مسند احمد: ۲۴۱/۵، ابن ماجہ شریف: ۱۱۵، باب ماجاء فیمن اصیب بسقط، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۶۰۹۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ کوئی دو مسلمان (والدین) ایسے نہیں جن کے تین بچے فوت ہوجائیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان دونوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر دو بچے فوت ہوئے ہوں؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ دو بھی، پھر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اگر ایک بچہ فوت ہوا ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں ایک بھی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کچا ضائع ہوجانے والا حمل ماں کو اپنی ناف کے ساتھ جنت میں کھینچے گا، جب کہ ماں نے اس پر صبر کیا ہو، اور ثواب کی امیدوار ہو۔“ (احمد) اور ابن ماجہ نے ”والذی الخ“ سے روایت کیا ہے۔

تشریح: حالت حمل میں بچہ ماں سے ناف کے ذریعہ جڑا رہتا ہے، اگر حالت حمل میں ہی بچہ ضائع ہوگیا، اور ماں نے اس پر صبر کیا تو یہ بچہ بھی ماں کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ بنے گا۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۲، التعلیق: ۲/۴۶۹)

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب نا تمام بچہ کے ضائع ہونے پر جنت کی بشارت ہے تو کامل وتمام بچہ کی وفات پر بدرجہ اولیٰ جنت کی بشارت ہے، اس لئے کہ نا تمام بچہ سے اسقدر الفت ومحبت نہیں ہوتی جس قدر کامل وتمام بچہ سے ہوتی ہے، مگر شرط یہی ہے کہ ثواب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کی امید کے ساتھ اس پر صبر کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر دل سے راضی رہے۔

ایک بچہ کی وفات پر صبر کا اجر

﴿۱۶۶۳﴾ وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَّمَ ثَلٰثَةً مِنَ الْوَلَدِ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ كَانُوْا لَهٗ حِصْنًا حَصِيْنًا مِنَ النَّارِ فَقَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قَدَّمْتُ اثْنَيْنِ قَالَ وَاثْنَيْنِ قَالَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَبُو الْمُنْذِرِ سَيِّدُ الْقُرَّآءِ قَدَّمْتُ وَاحِدًا قَالَ وَ وَاحِدًا۔ (رواه الترمذى و ابن ماجة) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱/۲۰۴، باب ماجاء فی ثواب من قدم ولدا، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۶۱۔ ابن ماجه شریف: ۱۱۵، باب ماجاء فی ثواب من اصیب بولده، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۶۰۶۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جس شخص نے اپنی اولاد میں سے تین کو جو کہ حد بلوغ کو نہیں پہونچے تھے آگے بھیجے ہوں تو وہ اس کے لئے دوزخ کی آگ سے بچاؤ کا مضبوط و مستحکم قلعہ ثابت ہوں گے، اس موقعہ پر حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے دو بچے آگے بھیجے ہیں، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمایا: کہ دو بھی کافی ہیں، حضرت ابی ابن کعب جن کی کنیت ابوالمنذر رہے، اور جو کہ سید القراء کے نام سے مشہور ہیں، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایک کو آگے بھیجا ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک بھی کافی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: لم یبلغوا الحنث: جوان اولاد کی موت پر صبر کرنے کا بھی ثواب

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

یہی ہے، لیکن یہ قید کمال کیلئے ہے، اسلئے نابالغ بچے کے اوپر دل زیادہ نرم اوران کی موت پر صبر کرنا بڑا سخت کام ہوتا ہے اوران سے مغفرت اور شفاعت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔(مرقاۃ:۴۰۲/۲)

وفات پانے والی اولاد والدین کا جنت میں انتظار کرتی ہے

﴿۱۶۶۴﴾ وَعَنْ قُرَّةَ الْمُزَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً كَانَ يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ ابْنٌ لَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّهُ؟ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَحَبَّكَ اللّٰهُ كَمَا اُحِبُّهُ فَفَقَدَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا فَعَلَ ابْنُ فُلَانٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَا تَأْتِيَ بَاباً مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَهُ يَنْتَظِرُكَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! لَهُ خَاصَّةً اَمْ لِكُلِّنَا؟ قَالَ بَلْ لِكُلِّكُمْ۔ (رواه احمد)

حوالہ: مسند احمد: ۵/۳۵.

ترجمہ: حضرت قرۃ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صاحب حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آتے تھے، تو ان کا بیٹا بھی ساتھ میں ہوتا تھا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا، کیا تم اس سے محبت کرتے ہو، اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی اسی طرح محبوب رکھے، جس طرح میں اس بچے سے محبت کرتا ہوں، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ عرصہ تک اس بچہ کو نہیں دیکھا، تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ فلاں کے بیٹے کو کیا ہوا؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہو گیا ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کیا تم اس کو پسند نہیں کرتے ہو کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

جنت کے دروازوں میں سے کسی بھی دروازہ پر پہونچو اور وہاں اپنے بیٹے کو منتظر پاؤ۔" اس وقت ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ اس شخص کے لئے خصوصی بشارت ہے یا ہم سب کے لئے؟ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم سب کے لئے ہے۔"

تشریح: جو بچے صغرسنی میں اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، ان کا جنت میں جانا طے ہے، اور وہ جنت میں پہونچ کر ماں باپ کا انتظار کریں گے، تو گویا کہ وہ ماں باپ کے لئے پیش خیمہ ہیں۔

احبک اللہ: ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت ہے، جو محبت کسی باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے اس سے ہزار ہا ہزار درجہ بڑھی ہوئی ہے، لیکن اس شخص کا مقصد اپنے بیٹے سے بہت زیادہ محبت کا اظہار تھا، یہ بتانا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدانخواستہ کم محبت رکھتا ہے۔

ینتظرک: مطلب یہ ہے کہ وہ والدین کی شفاعت کرے گا، اور ان کو اپنے ساتھ جنت میں داخل کرائے گا۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۳)

ناتمام بچہ کی والدین کے لئے سفارش

﴿۱۲۶۵﴾ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ السِّقْطَ لَيُرَاغِمُ رَبَّهٗ إِذَا أَدْخَلَ أَبَوَيْهِ النَّارَ فَيُقَالُ أَيُّهَا السِّقْطُ الْمُرَاغِمُ رَبَّهٗ أَدْخِلْ أَبَوَيْكَ الْجَنَّةَ فَيَجُرُّهُمَا بِسَرَرِهٖ حَتّٰى يُدْخِلَهُمَا الْجَنَّةَ۔ (رواه ابن ماجة)

حوالہ: ابن ماجه شریف: ۱۱۵، باب ماجاء في من اصيب بسقط، كتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۶۰۸۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ نا تمام بچہ اپنے والدین کے دوزخ میں داخل ہونے کے وقت اپنے پروردگار سے جھگڑا کرے گا، اس وقت کہا جائے گا کہ اے اپنے رب کریم سے جھگڑنے والے نا تمام بچے اپنے والدین کو جنت میں داخل کردے، تو وہ اپنی ناف کے ذریعہ سے کھینچ کران کو جنت میں داخل کرے گا۔''

تشریح: جو بچہ حالت حمل میں ضائع ہو جاتا ہے، وہ بچہ بھی ماں باپ کے لئے جہنم سے چھٹکارا اور دخولِ جنت کا ذریعہ بنے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر بے حد مہربان ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اذا ادخل ابویہ النار: جب والدین کو جہنم میں داخل کرنے کا ارادہ ہوگا تو بچہ اپنے رب سے جھگڑا کرے گا، یعنی بہت زیادہ فریاد اور اصرار کر کے جہنم سے چھٹکارا دلائے گا، بچہ اس موقعہ پر کہے گا کہ میں اپنے والدین کے ساتھ رہوں گا، اگر ان کو جہنم میں داخل کر رہے ہیں تو مجھ کو بھی وہیں بھیج دیں، اور یہ بات شان کریمی کے خلاف ہے، جس کے لئے جنت کا فیصلہ ہو چکا ہو، اور جو گناہوں سے معصوم ہو اس کو جہنم میں داخل کر دیں، لہٰذا بچہ کی اس حجت پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتے ہوئے اس کے والدین کو بھی جنت میں داخل کر دیں گے۔
(مرقاۃ:۲/۴۰۳، التعلیق:۲/۴۷۰)

مصیبت پر صبر کرنے کا ثواب

﴿۱۶۶۶﴾ وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی یَا ابْنَ آدَمَ اِنْ صَبَرْتَ وَاحْتَسَبْتَ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰی لَمْ اَرْضَ لَكَ ثَوَابًا دُوْنَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

الْجَنَّةِ۔ (رواہ ابن ماجة)

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۱۱۴، باب فی الصبر علی المصیبة، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۶۰۸۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ "اے آدم کے بیٹے! اگر صدمہ کے اول وہلہ میں ہی صبر کرے اور اللہ سے اجر طلب کرے تو میں تیرے لئے جنت سے کم ثواب کو پسند نہیں کرتا ہوں۔"

تشریح: جو شخص مصیبت کے نزول کے وقت جب کہ صبر کرنا دشوار ہوتا ہے، صبر کرے اور اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا امیدوار ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائیں گے۔

یہ حدیث قدسی ہے۔ (مرقاة: ۲/۴۰۳)

مصیبت پر "انا للہ الخ" پڑھنے کا ثواب

﴿۱۶۶۷﴾ وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا مُسْلِمَةٍ يُصَابُ بِمُصِيْبَةٍ فَيَذْكُرُهَا وَإِنْ طَالَ عَهْدُهَا فَيُحْدِثُ لِذٰلِكَ اسْتِرْجَاعاً إِلَّا جَدَّدَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالىٰ لَهُ عِنْدَ ذٰلِكَ فَأَعْطَاهُ مِثْلَ أَجْرِهَا يَوْمَ أُصِيْبَ بِهَا۔ (رواہ احمد والبیهقی فی شعب الایمان)

حوالہ: مسند احمد: ۱/۲۰۱، بیہقی فی شعب الایمان: ۷/۱۱۷، ۱۱۸، باب فی الصبر علی المصائب، حدیث نمبر: ۹۶۹۵۔

ترجمہ: حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ کوئی مسلمان مرد اور کوئی مسلمان عورت ایسی نہیں ہے جس پر کوئی مصیبت آئے، اور وہ اس مصیبت کو یاد کر کے خواہ اس کو کتنا ہی طویل عرصہ گذر چکا ہو ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس وقت اتنا ہی ثواب ازسرنو عطا کرتا ہے جتنا کہ مصیبت کے وقت اس کے پڑھنے پر اجر ملتا ہے۔''

تشریح: یوم اصیب بها: جس وقت مصیبت نازل ہوتی ہے، اس وقت صبر کرنے کا ثواب بہت ہے، اور اس وقت دعا مانگنے اور اجر وثواب طلب کرنے کی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قدر ہے، لیکن "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن" وہ صدابہار کلمہ ہے کہ اگر اس کو مصیبت کے نزول کے بہت بعد میں پڑھا جائے تو بھی اس کا ثواب اتنا ہی ہے، جتنا کہ نزول مصیبت کے وقت اس کے پڑھنے میں ہے۔ (مرقاۃ:۲/۴۰۳)

مصیبت پیش آنے پر "انا للہ" پڑھنے کا حکم

﴿۱۶۶۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْقَطَعَ شِسْعُ اَحَدِکُمْ فَلْیَسْتَرْجِعْ فَاِنَّهٗ مِنَ الْمَصَائِبِ۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

حوالہ: بیهقی فی شعب الایمان: ۷/۱۱۷، باب فی الصبر علی المصائب، حدیث نمبر: ۹۶۹۳۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تم میں سے کسی کے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو چاہئے کہ "اِنَّا لِلّٰه" پڑھے، کیونکہ یہ بھی مصیبتوں میں سے ہے۔''

تشریح: مصیبت کے نزول کے وقت جب "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن"

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

پڑھا جاتا ہے تو گویا کہ صدق دل سے اس کا اعتراف ہوتا ہے کہ ہم اور ہمارا سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک میں ہے، اور مالک حقیقی کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے، اور ہم سب کو چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، لہٰذا یہاں کا نقصان اللہ تعالیٰ وہاں پورا کریگا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر مصیبت کے موقعہ پر اس کے پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے، لہٰذا چھوٹی سے چھوٹی مصیبت پر بھی اس دعا کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اذا انقطع شسع: جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو بھی ''انا للہ'' پڑھنے کی تاکید فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ چاہے مصیبت جتنی بھی چھوٹی ہو، بہر حال وہ مصیبت ہے، لہٰذا دعاء کا اہتمام کیا جائے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود چراغ بجھ جانے پر مذکورہ آیت پڑھی ہے۔ اس دعاء کے پڑھنے پر ثواب بہت ہے، اور اس سے رنج وغم دور ہو جاتا ہے، اور دل کو بہت تسلی ہوتی ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۳)

صبر وشکر امت کا امتیاز ہے

﴿۱۶۶۹﴾ وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَاالْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَالَ يَاعِيْسٰی اِنِّیْ بَاعِثٌ مِنْ بَعْدِكَ اُمَّةً اِذَا اَصَابَهُمْ مَا يُحِبُّوْنَ حَمِدُوْا اللّٰهَ وَاِنْ اَصَابَهُمْ مَايَكْرَهُوْنَ اِحْتَسَبُوْا وَصَبَرُوْا وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ فَقَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ يَكُوْنُ هٰذَا لَهُمْ وَلَا حِلْمَ وَلَا عَقْلَ قَالَ اُعْطِيْهِمْ مِنْ حِلْمِیْ وَعِلْمِیْ۔ (رواهما البيهقی فی شعب الايمان)

حواله: بيهقی فی شعب الايمان: ۷/۱۹۰، باب فی الصبر علی المصائب، حدیث نمبر: ۹۹۵۳۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابو القاسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: کہ ''اے عیسیٰ میں تمہارے بعد ایک امت کو پیدا کرنے والا ہوں کہ جب ان کو کوئی ایسی چیز حاصل ہوگی جن کو وہ پسند کرتے ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے، اور جب کوئی ایسی چیز ان تک پہونچے گی جو ان کو پسند نہ ہوگی تو ثواب کے طالب ہوں گے، اور صبر کریں گے، اور یہ کام اس وقت کریں گے جب کہ نہ بردباری رہتی ہے اور نہ عقل رہتی ہے، میں نے عرض کیا اے اللہ! یہ کیسے ہوگا؟ جب کہ ان کے پاس حلم وعقل نہ ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: کہ اپنے حلم اور علم میں سے ان کو عطا کروں گا۔''

تشریح: اس حدیث پاک میں امت محمدیہ کے ان نیک لوگوں کا تذکرہ ہے، جو عیش وعشرت اور رنج وغم ہر موقعہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی منشا اور اس کی مرضی کے مطابق چلتے ہیں، دراصل بات یہ ہے کہ انسان کی زندگی میں دو مواقع بڑے نازک ہوتے ہیں:

(۱)......شدت سرور۔

(۲)......شدت غم۔

جب ان پر خوشی اور مسرت کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ پھولا نہیں سماتا، چنانچہ ایسے موقعہ پر وہ شریعت کو فراموش کرجاتا ہے، اور فرامین خداوندی سے بے نیاز ہوجاتا ہے، ایسے ہی غمزدہ انسان شدت غم کی وجہ سے اپنی عقل کو فراموش کرجاتا ہے، چنانچہ شکوہ وشکایت اس کا وطیرہ بن جاتا ہے، اور احکام شرعیہ سے لاپرواہی برتنے لگتا ہے، جو لوگ ان مواقع پر بھی اعتدال کا دامن تھام کر مرضی رب پر چلتے ہیں وہ بہت باتوفیق ہوتے ہیں، امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پہلے دور میں ایسے لوگ بڑی تعداد میں رہے ہیں، اور ہمیشہ رہیں گے ان شاء اللہ۔ حدیث پاک میں انہی صفات کے حامل افراد کا تذکرہ ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۴، التعلیق: ۲/۲۷۱)

◆◆◆

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

باب زیارۃ القبور

(زیارت قبور کا بیان)

رقم الحدیث: ١٦٦٩/تا ١٦٧٩۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب زیارۃ القبور

(زیارت قبور کا بیان)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے قبروں کی زیارت کرنے سے منع فرمادیا تھا، بعض حدیثوں میں عورتوں کو خاص طور پر منع فرمایا تھا، "لعن اللہ زوارات القبور" [قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔] بعد میں یہ نہی منسوخ ہوگئی، جمہور فقہاء اس بات پر متفق ہیں، یہ نہی مردوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے، اس لئے مردوں کو زیارت قبور کی اجازت ہے، (جبکہ شرعی حدود کی خلاف ورزی نہ کی جائے) بلکہ ابن حزم وغیرہ کے نزدیک تو عمر میں کم از کم ایک مرتبہ زیارت واجب ہے۔ (فتح الملہم: ۲/۵۱۱)

اس میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ نسخ صرف مردوں ہی کے لئے ہے یا مردوں اور عورتوں سب کو شامل ہے؟ اس میں دونوں قول ہیں۔

بعض کے نزدیک یہ نہی صرف مردوں کے حق میں منسوخ ہوئی ہے، عورتوں کے لئے نہی برقرار ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ جب نہی منسوخ ہوئی ہے تو سب کے لئے ہوئی ہے، مردوں

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اورعورتوں سب کو اجازت ہے، لیکن اگر یہ خطرہ ہو کہ وہاں جا کر جزع فزع کریں گی یا شرکیہ حرکات کریں گی یا اور کسی فتنے کا خطرہ ہو تو اجازت نہیں دینی چاہئے۔"قلنا یمنع النساء اذا خیف علیھن الفتنة کما ھو مشاھد فی دیارنا و زماننا" [ہم نے کہا کہ عورتوں کو منع کیا جائے گا ان پر فتنہ کا اندیشہ ہو جیسا کہ ہمارے دیار اور ہمارے زمانہ میں مشاہدہ ہے۔] (الکوکب الدری: ۱/۳۲۰)

اسی لئے بعض احناف نے کہا ہے کہ عجائز کو اجازت ہے، شواب کے لئے مکروہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ عورتوں کے لئے بھی نسخ نہی کی قائل تھیں، باب دفن المیت میں روایت گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبر پر گئی تھیں، اور یہ بھی کہا تھا "لو شھدتک مازرتک" اگر میں موت کے وقت تمہارے پاس موجود ہوتی تو اب تمہاری قبر پر حاضر نہ ہوتی، اس سے بعض نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر قبر عورت کے محرم کی ہو اور موت کے وقت اس کو نہ دیکھ سکی ہو تو صرف اس کے لئے زیارت کی اجازت ہے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس استدلال کی تردید کی ہے، اور فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر آخری وقت میں تمہیں دیکھ لیتی تو اب تمہاری قبر پر آنے کا مجھے اتنا اشتیاق نہ ہوتا، اس لئے شاید نہ آتی، اگرچہ آنا اس وقت بھی جائز ہوتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر عورتوں کے لئے زیارت قبور سے مطلقاً نہی کی قائل ہوتیں تو شدت شوق کے باوجود بھی اپنے بھائی کی قبر پر نہ آتیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد "لو شھدتک مازرتک" سے زیادہ سے زیادہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ آپ بغیر شدت اشتیاق کے زیارت نہیں کیا کرتی تھیں، شاید اس کو خلاف

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مصلحت سمجھتی ہوں۔ و اللہ اعلم.

یاد رہے کہ یہ اختلاف صرف غیر انبیاء کی قبور کے بارہ میں ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف اس سے مستثنیٰ ہے، جن احادیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے فضائل آئے ہیں، وہ مطلق ہیں، ان میں عورتوں کا استثناء نہیں ہے، اور ضابطہ ہے کہ احکام شرعیہ خواہ مذکر کے صیغوں کے ساتھ ہی ہوں، لیکن وہ عورتوں کو بھی شامل ہوتے ہیں، جب کہ اختصاص کی کوئی دلیل موجود نہ ہو۔ (اشرف التوضیح)

(فتح الباری: ۳/۱۴۸، عمدۃ القاری: ۸/۷۰،۶۸، التعلیق الصبیح: ۲/۴۷۱)

﴿الفصل الاول﴾

زیارت قبور کی اجازت

﴿۱۶۷۰﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاَمْسِكُوْا مَا بَدَا لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيْذِ اِلَّا فِيْ سِقَاءٍ فَاشْرَبُوْا فِي الْاَسْقِيَةِ كُلِّهَا وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۳۱۴، باب استئذان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ عزوجل فی زیارت قبر امہ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۷۷۔

حل لغات: نهیتکم، فعل ماضی واحد متکلم، نهی عن کذا (ف) روکنا، مصدر

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

نھیاً، قبر جمع قبور، قبر، لحوم جمع، واحد لحم، گوشت، الاضاحی جمع، واحد الاضحیۃ، قربانی، امسکوا فعل امر جمع مذکر حاضر، باب افعال، روکنا، بدا الکم فعل ماضی، واحد مذکر غائب، بدا لہ فی الامر، (ن) خیال سوجھنا، خیال آنا، بات ذہن میں آنا، سقاء مشک، جمع اسقیۃ، لا تشربوا، فعل نہی جمع مذکر حاضر، شَرِبَ یَشْرَبُ شرباً الماء (س) پینا، مسکرا، اسم فاعل سَکِرَ یَسْکَرُ سَکْراً (س) مست ہونا، مدہوش ہونا۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، اب تم قبروں کی زیارت کیا کرو، اور میں نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے تم کو منع کیا تھا، اب تم جب تک چاہو اس کو رکھو، اور میں نے تمہیں مشکیزہ کے علاوہ کسی چیز میں نبیذ پینے سے منع کیا تھا، اب تم سب برتنوں میں پی سکتے ہو، بشرطیکہ وہ نشہ آور نہ ہو۔''

تشریح: علامہ ابن حزم ظاہری کے نزدیک زیارت قبور اگرچہ زندگی میں ایک مرتبہ ہو واجب ہے، حدیث باب کی وجہ سے اسلئے کہ ان کے نزدیک امر وجوب کیلئے ہے۔

جمہور فرماتے ہیں کہ مردوں کے لئے زیارت قبور جائز ہے، اور اس حدیث میں امر اباحت کے لئے یا استحباب کے لئے ہے، اس لئے کہ نہی کے بعد امر وجوب پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اباحت کو ثابت کرتا ہے، واضح رہے کہ ابتداء اسلام میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیارت قبور سے منع فرمادیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابھی جلدی ہی بت پرستی سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئے تھے، لیکن جب ان کے دلوں میں اسلام کی محبت راسخ ہو گئی، اور بت پرستی اور شرک سے نفرت ہو گئی تو پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کی اجازت فرمادی۔

ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کیا عورتوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت ہے؟ اس سلسلہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میں حضرات فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ جس طرح مردوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت ہے، اسی طرح عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور کی اجازت ہے، اوران کے نزدیک وہ حدیث جس میں قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت وارد ہوئی ہے پہلے کی ہے، اس حدیث سے جس میں زیارت قبور کی اجازت دی گئی ہے، جس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں۔

دلیل: حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: "**قالت کیف اقول یا رسول اللہ تعنی فی زیارة القبور قال قولی السلام علی اهل الدیار من المومنین والمسلمین الخ**" (مسلم شریف: ۱/۳۱۴) [عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! زیارت کے موقعہ پر کیا پڑھوں؟ ارشاد فرمایا: یہ پڑھا کرو: "**السلام علی اهل الدیار من المومنین والمسلمین الخ**" یہاں رہنے والے مومنین اور مسلمین کو سلام ہو۔] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زیارت قبور کے وقت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی دعا کے پڑھنے کے بارے میں پوچھنا عورتوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت کی دلیل ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ ہے۔

دلیل: حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما: "**لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زوارات القبور**" (ترمذی شریف: ۱/۲۰۳) [قبروں کی بہت زیارت کرنے والی عورتوں پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔]

اس کا جواب یہ ہے کہ عورتوں میں صبر کی کمی اور کثرت کے ساتھ جزع فزع کرنے کی وجہ سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔

یا چونکہ حقوق زوجیت کی تضییع اس سے ہوتی ہے، اس لئے ممانعت وارد ہوئی ہے۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

صاحب بذل المجہود فرماتے ہیں کہ جب حق زوجیت کے ضائع ہونے سے مامون ہو اور جزع فزع سے اور اس جیسے دوسرے فتنوں سے حفاظت ہو، تو عورتوں کے لئے بھی زیارت قبور کی اجازت ہے، اس لئے کہ زیارت قبور کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے موت کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور آخرت یاد آتی ہے، زہد پیدا کرتی ہے، تو جس طرح مردان چیزوں کے محتاج ہیں، عورت بھی ان چیزوں کی محتاج ہے، للہذا عوتوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت سے کوئی مانع نہیں رہا۔

لیکن حنفیہ کا فتویٰ اس پر ہے کہ جوان عورتوں کے لئے جانا تو جائز نہیں ہے، اور بوڑھی عورتوں کو اس شرط کے ساتھ اجازت ہے کہ پردہ کے ساتھ جائیں، بن سنور کر یا خوشبو لگا کر نہ جائیں۔

اور اس بات کا یقین ہو کہ وہاں جا کر کوئی خلاف شرع کام نہیں کریں گی، مثلاً رونا پیٹنا اور وہ بدعات وخرافات جو قبروں پر کی جاتی ہیں۔

(شامی زکریا: ۱۵۰/۱۵۱/۳، بذل المجہود: ۵۲۷/۱۰، انفحات التنقیح: ۷۷/۷۸/۳)

تین دن سے زائد قربانی کا گوشت رکھنا

ونهيتكم عن لحوم الاضاحي فوق ثلاث: یعنی قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ جمع کرنے سے حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ دیہاتوں اور گاؤں میں قحط پڑ گیا تھا، جس کی وجہ سے گاؤں والے مدینہ طیبہ میں جمع ہو گئے، جو ضرورتمند اور محتاج تھے، اس بناء پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت جمع کرنے سے منع فرمادیا تھا تاکہ ان کی ضروریات پوری ہوسکیں، یہ کوئی تشریعی حکم نہیں تھا، للہذا اگر کسی مخصوص ملک یا شہر میں کسی وقت یہ مصلحت

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

پیش آجائے تو وہاں کے ذمہ دار کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسا حکم نافذ کردے، اور لوگوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کو جمع کرنے سے منع کردے، تاکہ پڑوس میں رہنے والے بھوکے فقیروں اور محتاجوں کی ضرورت پوری ہو سکے۔ (تکملہ فتح الملہم:۶/۴۷۹، مرقاۃ:۲/۴۰۵)

چنانچہ اس وقتی مصلحت کے ختم ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اجازت دیدی کہ وہ جتنے دنوں تک چاہیں قربانی کے گوشت کو جمع رکھ سکتے ہیں۔ (ایضا، التعلیق:۲/۲۷۱)

نبیذ کا حکم

ونهيتكم عن النبيذ الا في سقاء: نبیذ ایک خاص قسم کا مشروب ہے جو کھجور اور کشمش کے ذریعہ بنایا جاتا ہے کہ کھجور یا کشمش کو کسی برتن میں ڈالکر کچھ وقت کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، جب پانی کے اندر مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے، تو پھر اس کو پیتے ہیں، واضح رہے کہ نبیذ کا پینا اس شرط کے ساتھ حلال ہے کہ اس میں نشہ نہ پیدا ہوا ہو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابتداءً مشکیزہ کے علاوہ باقی برتنوں میں نبیذ بنانے سے منع فرمادیا تھا، اس لئے کہ مشکیزہ رقیق چمڑے کا ہونے کی وجہ سے اس میں پانی جلد گرم نہیں ہوتا، اور نشہ بھی جلد پیدا نہیں ہوگا، بر خلاف دوسرے برتنوں کے کہ ان میں پانی جلد گرم ہونے کی وجہ سے نشہ جلد پیدا ہو جاتا ہے، اور شراب کی حرمت ابھی قریب ہی ہوئی تھی، اور عرب کے لوگ شراب کے بڑے شوقین اور دلدادہ تھے، کہیں وہ لوگ جن کے اندر ابھی دین بھی پختہ نہیں وہ نشہ آور نبیذ نہ استعمال کرنے لگیں، اس لئے مشکیزہ کے علاوہ باقی برتنوں کے استعمال سے ہی ممانعت فرمادی گئی۔ لیکن جب شراب کی قطعی حرمت بھی نازل ہوگئی اور کلی طور

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

پر شراب کو چھوڑ دیا گیا اور اطمینان ہو گیا کہ اب نشہ آور نبیذ بھی استعمال نہ کریں گے، تو پھر دوسرے برتنوں کے استعمال کی بھی اجازت دیدی گئی۔ (التعلیق: ۲/۲۷۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز فی نفسہ تو جائز ہو، لیکن وہ کسی ناجائز چیز کا ذریعہ بن سکتی ہو تو اس سے بھی ممانعت کردی جاتی ہے، بہت سے مسائل اس سے نکل سکتے ہیں۔ فقط

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنی والدہ کی قبر کی زیارت فرمانا

﴿۱۶۷۱﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَکیٰ وَاَبْکیٰ مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَلَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِّیْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِیْ فَزُوْرُوْا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ۔

(رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۱۴/ ۱، باب استئذان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۷۶۔

حل لغات: زار یزور زیارۃ (ن) ملاقات کے لئے جانا، زیارت کرنا، بکی یبکی بکاء (ض) رونا، ابکی (افعال) رلانا، استأذن (استفعال) اجازت طلب کرنا، تذکرہ فعل مضارع، واحد مؤنث (تفعیل) یاد دلانا۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روئے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو رلایا، پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

میں نے اپنے رب سے اس بات کی اجازت مانگی تھی کہ میں اپنی والدہ کے لئے مغفرت کی دعا کروں، مگر مجھے اجازت نہیں دی گئی، اور میں نے اس بات کی اجازت طلب کی تھی کہ میں ان کی قبر کی زیارت کروں تو مجھے اس بات کی اجازت عطا کردی گئی، تو تم لوگ بھی قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہے۔"

تشریح: فلم یوذن لی: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کی وفات مدینہ منورہ سے لوٹتے ہوئے مقام ابواء پر ہوئی، اور وہیں تدفین بھی ہوئی، جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۶ رسال تھی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ کی فتح سے فارغ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، وہاں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والدہ کی جدائی اور فراق پر رو پڑے، اور آنحضرت کو روتا دیکھ کر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رونے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کا اسلام

اب ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کا انتقال حالت کفر میں ہوا یا دونوں نے حالت اسلام میں وفات پائی؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین نے حالت شرک میں وفات پائی، ان کا مستدل یہی حدیث باب ہے، جب کہ علماء متاخرین فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین نے حالت اسلام میں وفات پائی، اور حالت اسلام پر مرنے کی تین صورتیں منقول ہیں:

(۱)...... کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم تھے، اور اسی دین پر ان کا انتقال ہوا۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

(۲)...... کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کو اسلام کی دعوت نہیں پہونچی بلکہ ایام فترت میں زمانہ نبوت سے پہلے ہی انتقال ہوگیا، اس لئے جب تبلیغ اور دعوت نہیں پہونچی تو پھر عذاب بھی نہیں ہوگا۔ "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" [اور ہم کبھی کسی کو اس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک کوئی پیغمبر (اس کے پاس) نہ بھیجدیں۔ (آسان ترجمہ)] (سورۂ بنی اسرائیل:۱۵)

(۳)...... علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کیا، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، پھر ان کی وفات ہوگئی، اگرچہ اس حدیث پر حفاظ حدیث شریف نے طعن کیا ہے، مگر متعدد طرق کی وجہ سے حدیث حسن ہوگئی ہے، نیز اس حدیث پاک کو امام قرطبی اور حافظ ابن ناصر الدینؒ نے صحیح کہا ہے، اور علامہ سیوطیؒ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کی نجات کے سلسلہ میں تین رسالے تصنیف فرمائے ہیں، اور جانبین کے دلائل کو بسط کے ساتھ نقل فرمایا ہے، پھر مخالفین کے شبہات کے جواب دیئے ہیں، یہ مسئلہ چونکہ انتہائی حساس ہے، اسلئے اس میں سکوت ہی بہتر ہے۔
(بذل المجہود:۱۰/۵۲۴،مرقاۃ:۲/۴۰۵،التعلیق:۲/۲۷۲،نفحات التنقیح:۳/۷۹)

قبرستان میں داخل ہوتے وقت کی دعا

﴿۱۶۷۲﴾ وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوْا إِلَى الْمَقَابِرِ فَقُوْلُوْا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

وَالْمُسْلِمِيْنَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۱۴/۱، باب مایقال عند دخول القبور، کتاب الجنائز، حدیث نمبر:۹۷۵۔

حل لغات: خرجوا فعل ماضی، جمع مذکر غائب، (ن) نکلنا، مقابر جمع ہے، واحد مقبرۃ، قبرستان، دیار جمع ہے، واحد دار، گھر، مکان، رہنے کی جگہ، لاحقون، اسم فاعل، جمع مذکر غائب، لَحِقَ (س) پالینا، آملنا، آپہونچنا۔

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو قبرستان کی حاضری کے آداب سکھاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جب تم لوگ قبرستان میں جاؤ تو یہ دعا پڑھو: "السلام علیکم" [اے گھر والے مسلمانوں اور مومنوں! تم پر سلامتی ہو، بیشک اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم عن قریب تم سے ملاقات کرنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت طلب کرتے ہیں۔]

فوائد: حدیث پاک سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے ہیں۔

(۱)...... جس طرح زندوں کو سلام کیا جاتا ہے، اسی طرح مردوں کو بھی سلام کیا جاتا ہے۔

(۲)...... سلام کو مقدم کیا جائے نام کو مؤخر، برخلاف زمانۂ جاہلیت کے کہ زمانۂ جاہلیت میں نام کو مقدم کیا جاتا تھا، سلام کو مؤخر کیا جاتا تھا۔

(۳)...... دعائیہ کلمات کو نام سے مقدم کرنا چاہئے۔

(۴)...... اسی طرح ہر دعاء خیر میں دعائیہ کلمات کو مقدم کرنا چاہئے۔

(۵)...... حدیث پاک میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبرستان کو ایک بستی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح بستی میں لوگ اکٹھا رہتے ہیں، قبرستان میں بھی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

مردے اکٹھا رہتے ہیں، اور جس طرح گھروں میں جاتے ہوئے سلام کرتے ہیں اسی طرح قبرستان میں جاتے وقت سلام مشروع ہوا۔

(۶)......قبرستان میں جاکر یہ استحضار کرنا چاہئے کہ ایک روز ہم کو بھی قبرستان آنا ہے۔

(۷)......قبرستان جاکر اپنے لئے اور مردوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرنا چاہئے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ التعلیق الصبیح: ۲/۲۷۳، فتح الملہم: ۶/۵۴۔

الفصل الثانی

قبرستان پہونچ کر پڑھی جانے والی ایک دعاء

﴿۱۶۷۳﴾ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِیْنَةِ فَأَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ۔ (رواہ الترمذی) وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ۔

حوالہ: ترمذی شریف: ۱/۲۰۳، باب مایقول الرجل فی المقابر، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۰۵۳۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان تشریف لے گئے تو قبروں کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا: ''اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے چلے گئے، اور ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ (ترمذی) ترمذی نے اس حدیث

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کے بارے میں کہا ہے کہ یہ حسن غریب ہے۔

تشریح: فاقبل علیھم بوجھہ: یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صاحب قبر کو سلام کرتے وقت اپنا چہرہ میت کی طرف کرنا مستحب ہے، اور دعاء کے وقت بھی اس کی طرف رخ رہے، اسی پر عام مسلمانوں کا عمل ہے۔

علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مسنون یہ ہے کہ دعاء کے وقت چہرہ قبلہ کی طرف کرے، جیسا کہ دوسری احادیث میں مطلق دعا کے وقت قبلہ کی طرف چہرہ کرنے کا تذکرہ ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ بہت سے مواقع ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہیں فرمایا، جیسے سعی، طواف، مسجد میں داخل ہونا، اور نکلنا، کھانے پینے اور عیادت کے وقت کی دعا۔ قبرستان میں حاضری کے وقت کی دعا بھی اسی میں داخل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ استقبال اور عدم استقبال کا انحصار جگہ کے لحاظ سے ہے۔

زیارت قبر کے آداب

علامہ مظہرؒ فرماتے ہیں کہ میت کی زیارت قبر کا طریقہ اور ادب یہ ہے کہ حالت حیات میں جس طرح اس سے ملاقات کے وقت اس کی طرف اپنا چہرہ کیا جاتا ہے، اور اس کا اکرام اور احترام کیا جاتا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد اس کی قبر پر سلام اور دعا کے وقت اپنا چہرہ اس کے چہرہ کی طرف کرے، اور اس کا اکرام اور احترام کرے، یہاں تک کہ اگر اس کے عظیم المرتبت ہونے کی وجہ سے زندگی میں اس سے دور بیٹھتا تھا، تو اس کی قبر پر کچھ فاصلہ سے بیٹھے، اور اگر زندگی میں اس سے ملاقات کے وقت قریب بیٹھتا تھا تو اس کی قبر کے قریب بیٹھے، یا کھڑا ہو، اور جب کسی میت کی قبر کی زیارت کرے تو کم از کم سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ "قل ھو

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اللہ احد" پڑھ کر ایصال ثواب اور اس کے لئے دعاء مغفرت کرے، اور قبر کو نہ تو چھوئے اور نہ بوسہ دے، اس لئے کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۷، التعلیق: ۲/۲۷۳، الطیبی: ۳/۴۳۷)

﴿الفصل الثالث﴾

آنحضرت ﷺ کا رات کے وقت قبرستان تشریف لے جانا

﴿۱۶۷۴﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلَّمَا كَانَ لَيْلَتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ اِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ۔ (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۳۱۳، باب مایقال عند دخول القبور الخ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۷۴۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس رات کو میرے یہاں تشریف لاتے تھے تو اس رات کو اخیر حصہ میں بقیع قبرستان تشریف لے جاتے تھے، اور وہاں یہ کلمات پڑھتے تھے: "السلام علیکم الخ" [اے اس بستی کے مؤمنوں کی جماعت! تم پر سلام ہو، جس چیز کا تم سے کل

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

کے لئے وعدہ کیا گیا تھا وہ تم کو مل گئی، اب تم کو مہلت دی گئی ہے، ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع غرقد والوں کی مغفرت فرما دیجئے۔]

تشریح: الی البقیع: بقیع مدینہ کے قبرستان کا نام ہے، پہلے یہ مدینہ سے باہر ایک جنگل تھا، جس میں غرقد نامی پیڑ اور اس کی جھاڑیاں بکثرت تھیں، بعد میں یہ جھاڑیاں اور پیڑ ختم ہو گئے، اسی غرقد نامی پیڑ کی وجہ سے اس کا نام غرقد پڑا، باوجودیکہ وہ پیڑ ختم ہو گئے، لیکن نام باقی رہا، اب یہ قبرستان مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل متصل ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۷)

یہاں جو لوگ دفن ہوتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت ہوتی ہے، یہ قبرستان اب "جنت البقیع" کہلاتا ہے، پہلے مدینہ کے باہر تھا، اب مدینہ طیبہ کی وسعت کی وجہ سے مدینہ طیبہ کے اندر آ گیا ہے۔

فائدہ: اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رات میں بھی قبرستان کی زیارت کو جا سکتے ہیں۔

زیارت قبور کے وقت پڑھی جانے والی ایک اور دعاء

﴿۱۶۷۵﴾ وَعَنْهَا قَالَتْ كَيْفَ اَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! تَعْنِيْ فِيْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ قَالَ قُوْلِيْ: "اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔" (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۳۱۴، باب مایقال عند دخول القبور الخ، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۹۷۴۔

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں کس طرح کہوں؟ ان کا مقصد تھا کہ میں زیارت قبر کے وقت کیا پڑھا کروں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ یہ کہا کر: ''السلام علی اھل الخ'' [اس بستی کے مسلمان اور مومن باشندوں پر سلامتی ہو، ہم میں سے جو لوگ پہلے چلے گئے اور جو پیچھے رہ گئے سب پر اللہ کی رحمت ہو، اور بے شک اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم عن قریب تم سے ملنے والے ہیں۔]

تشریح: بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص کسی کی قبر پر گذرے جس کو وہ دنیا میں جانتا اور پہچانتا تھا، پھر اس قبر والے کو سلام کرے تو وہ قبر والا اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، اور اس کو پہچان لیتا ہے، اور جب کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گذرے جس کو دنیا میں نہیں جانتا ہے اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے، لیکن اس کو پہچانتا نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۸)

اس حدیث پاک کا حاصل بھی یہی ہے کہ قبرستان جا کر مردوں کے لئے دعاء مغفرت کرنا چاہئے، اور اس بات کو تازہ رکھنا چاہئے کہ عنقریب ہمیں اسی شہر خموشاں میں آنا ہے۔

جمعہ کے دن والدین کی قبر کی زیارت کی فضیلت

﴿۱۶۷۶﴾ وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ النُّعْمَانِ يَرْفَعُ الْحَدِيْثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان مرسلا)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حواله: بیهقی فی شعب الایمان: ۶/۲۰۱، باب فی بر الوالدین، حدیث نمبر: ۷۹۰۲۔

ترجمہ: حضرت محمد بن نعمان سے روایت ہے کہ وہ اس حدیث کو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہونچاتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت ہر جمعہ کو کرے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ کے یہاں نیک لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے۔'' بیہقی شعب الایمان میں بطریق ارسال یہ حدیث منقول ہے۔

تشریح: جس طرح والدین کے حقوق ان کی حیات میں ہیں، اور ان حقوق کی ادائیگی کرنے والی اولاد مطیع وفرماں بردار سمجھی جاتی ہے، اسی طرح والدین کے کچھ حقوق اولاد کے ذمہ ان کی وفات کے بعد بھی ہیں، ان ہی حقوق میں سے ایک حق ان کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے لئے دعاء مغفرت کرنا ہے، جو شخص اپنے والدین کی یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو یا ہفتہ میں ایک روز زیارت کرے تو اس کے گناہوں سے اس کو معافی ملتی رہتی ہے، اور اس کو ماں باپ کا مطیع اور فرمانبردار لکھ دیا جاتا ہے، اور والدین کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اسکے قرآن وغیرہ پڑھنے کی وجہ سے۔ اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۸)

زیارت قبور کا نفع

﴿۱۶۷۷﴾ وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نَهَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَاِنَّهَا تُزَهِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَةَ۔ (رواه ابن ماجة)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

حوالہ: ابن ماجہ شریف: ۱۱۲/۱۳، ۱، باب زیارۃ القبور، کتاب الجنائز، حدیث نمبر: ۱۵۷۱۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ میں نے قبروں کی زیارت سے تم کو منع کیا تھا، اب قبروں پر جایا کرو، اس وجہ سے کہ قبروں کی زیارت کرنا دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے، اور آخرت کی یاد دلانے کا سبب بنتا ہے۔''

تشریح: فانھا تزھد فی الدنیا: یعنی قبر کی زیارت اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ یہ چلتا پھرتا جسم ایک دن لڑھک جائے گا، اور ادھر ادھر دیکھنے والی نظریں دیکھنے کی طاقت وقوت سے محروم ہو جائیں گی، اور اس کے جسم کو دیگر مردوں کی طرح دفن کر دیا جائے گا، تو ایسی فانی زندگانی میں دل لگانا محض نادانی ہے، نیز قبرستان میں جا کر قبروں کی زیارت سے یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ ایک دن دنیا ختم ہو جائے گی، اور ہمیشہ رہنے والی آخرت میں ہمیں جانا ہے، لہٰذا وہاں جانے سے پہلے اس کی پوری پوری تیاری کرنی چاہئے۔ (مرقاۃ: ۲/۴۰۸)

بہت زیادہ قبرستان آنے والیوں پر لعنت

﴿۱۶۷۸﴾ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ۔ (رواہ احمد والترمذی وابن ماجۃ) وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ۔ وَقَالَ قَدْ رَاٰى بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ هٰذَا قَبْلَ اَنْ يُّرَخِّصَ النَّبِیُّ صَلّٰی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ زِیَارَةِ الْقُبُوْرِ فَلَمَّا رَخَّصَ دَخَلَ فِیْ رُخْصَتِهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ وَقَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّمَا کُرِهَ زِیَارَةُ الْقُبُوْرِ لِلنِّسَاءِ لِقِلَّةِ صَبْرِهِنَّ وَکَثْرَةِ جَزَعِهِنَّ تَمَّ کَلَامُهٗ۔

حوالہ: مسند احمد: ۳/۴۴۲، ترمذی شریف: ۱/۲۰۳، باب کراهية زيارة القبور للنساء، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۰۵۶۔ابن ماجه شریف:۱۱۳، باب النهي عن زيارة النساء الخ، كتاب الجنائز، حدیث نمبر:۱۵۷۵۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی بہت زیارت کرنے والی خواتین پر لعنت فرمائی ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) صاحب ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اورانہوں نے یہ بھی کہا کہ اہل علم میں سے بعض کی رائے یہ ہے کہ قبروں کی زیارت کرنیوالیوں پر لعنت قبروں کی زیارت کی اجازت سے پہلے تھی، جب اس کی اجازت ہوگئی تو اجازت مردوں اورعورتوں سب کے حق میں یکساں ہے،اور بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ چونکہ عورتوں کے اندر صبر کی قلت ہوتی ہے،اوررونے پیٹنے کی عادت زیادہ ہوتی ہے،اسی بناپر قبروں کی زیارت کرنے کو عورتوں کے لئے ناپسند کیا گیاہے۔ترمذی کا کلام پورا ہوگیا۔

تشریح: جمہور کے نزدیک عورتوں کے لئے زیارت قبور مکروہ ہے،حنفیہ کے یہاں اس مسئلہ میں دوروایات ہیں:(۱)...... جواز۔(۲)......عدم جواز۔فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ "الاصح لا بأس بها" (۵/۳۵۰)حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ احوال کے اختلاف سے حکم بدل جائے گا۔(العرف الشذی) مطلب یہ ہے کہ اگر عورتوں سے کثرت جزع کا صدور یا مردوں سے اختلاط یا بے پردگی رونما ہو یا بدعات کا ارتکاب ظاہر ہو تو ممانعت راجح ہے،اور اگر ایسا کوئی اندیشہ نہ ہو تو پھر جائز ہے۔(الکوکب الدری:۱/۳۲۰، شامی

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

زکریا:۳/۱۵۰) تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔

میت کا احترام

﴿١٦٧٩﴾ وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّيْ وَاضِعٌ ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَادَخَلْتُهُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ۔ (رواه احمد)

حواله: مسند احمد: ٦/٢٠٢.

ترجمه: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں اپنے اس حجرہ میں جس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں جب داخل ہوتی تو اپنی اوڑھنی اتار کر رکھ دیتی تھی، اور یہی کہتی کہ یہاں میرے شوہر اور میرے والد آرام فرما ہیں، لیکن جب وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کئے گئے تو اس کے بعد اللہ کی قسم میں جب بھی اس حجرہ میں داخل ہوئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حیا کی وجہ سے اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر چادر سے خوب ڈھک کر داخل ہوتی تھی۔

تشریح: فقہاء نے اس حدیث پاک سے یہ استدلال کیا ہے کہ قبر پر میت کی زیارت کے وقت اس کا اسی طرح ادب واحترام لازم اور ضروری ہے، جس طرح کہ اس کی حیات میں لازم ہے۔(مرقاة: ۲/۴۰۹، التعلیق: ۲/۲۷۴، الطیبی: ۳/۴۳۷)

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1

تم

الجزء العاشر بحمد الله تعالیٰ

و احسانہ و توفیقہ تعالیٰ و بمنہ و کرمہ

و یلیہ الجزء الحادی و العشر اولہ کتاب الزکوۃ

ان شاء اللہ تعالیٰ ربنا تقبل منا انک انت السمیع

العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم بحرمۃ

حبیبک سید المرسلین و صلی اللہ تعالیٰ

علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

الی یوم الدین

محمد فاروق غفرلہ

{Telegram Channel} https://t.me/pasbanehaq1